# BEN HUR

*by*

LEW WALLACE

# بن حور

یا

## مسیح موعود کی داستان

مصنفہ

لیو والس صاحب

مترجم

ای۔ ایل جرجی صاحب

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی، لاہور

بار ششم ۱۹۶۹ء تعداد ۱۰۰۰

Rev Michael Joseph. Cell # 92 300 7233 854.
yscaljesus@gmail.com
yesmicheal@yahoo.co.uk
Evenglist Yousaf Masih.
Cell # 92 300 7233 853.

# بن حُور

یا

# مسیح موعُود کی داستان

مُصنّف

## لیئو ویلس صاحب

مُترجم

## ای۔ایل جرمی صاحب


پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

بار پنجم — ۱۹۶۹ء — تعداد ۱۰۰۰



Rev Michael Joseph. Cell # 92 300 7233 854.
vsealjesus@gmail.com
yesmicheal@yahoo.co.uk
Evenglist Yousaf Masih.
Cell # 92 300 7233 853.

| باب | مطالب | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| چودھواں باب | غُلام | ۱۰۴ |
| پندرھواں باب | آزاد اُور مُتبنّے | ۱۱۲ |
| سولھواں باب | تلاش | ۱۲۲ |
| سترھواں باب | مایُوسی | ۱۳۰ |
| اٹھارھواں باب | سمونانڈس کی داستان | ۱۴۱ |
| اُنیسواں باب | برکتوں کا پیالہ | ۱۵۲ |
| بیسواں باب | انتقام کا منصُوبہ | ۱۶۵ |
| اکیسواں باب | ٹوک کی رپورٹ | ۱۷۷ |
| بائیسواں باب | الدرم کے ہاں کھانا | ۱۸۷ |
| تئیسواں باب | بلطسر کی تعلیم | ۱۹۷ |
| چوبیسواں باب | تیّاری | ۲۰۸ |
| پچیسواں باب | میس سلا کا خط | ۲۱۷ |
| چھبیسواں باب | آقا اُور غُلام | ۲۲۵ |
| ستائیسواں باب | سلطنتِ موعُودہ | ۲۳۳ |
| اٹھائیسواں باب | بازی | ۲۴۵ |
| اُنتیسواں باب | دوڑ | ۲۵۱ |
| تیسواں باب | دو قیدی | ۲۵۸ |
| اکتیسواں باب | محبّت کی آزمائش | ۲۶۵ |
| بتیسواں باب | پیش رَو | ۲۷۹ |





| باب | مطالب | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| تینتیسواں باب | پیش رَو اُور اُس کا بادشاہ | ۲۸۹ |
| چونتیسواں باب | چشم براہ | ۲۹۵ |
| پینتیسواں باب | تندرُست | ۳۰۷ |
| چھتیسواں باب | افشائے راز | ۳۱۷ |
| سینتیسواں باب | گرفتار | ۳۲۴ |
| اڑتیسواں باب | انجام | ۳۳۶ |
| اُنتالیسواں باب | زمین دوز مقبرے | ۳۴۷ |

# تمہید

ناظرین میں سے بہت کم کو علم ہو گا کہ ایشیائی رُوم میں ایک پہاڑ جبل القبلہ نامی ہے جس کا طول پچاس میل سے کچھ زیادہ ہے۔ اگر نقشے پر اس سلسلے کو دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کیڑا شمال سے جنوب کی سمت رینگ کر گیا ہو۔ اس پہاڑ کی سُرخ اور سپید چٹانوں پر کھڑا ہو کر اگر کوئی جانبِ مشرق نظر کرے، تو عربستان کا لق و دق جنگل دکھائی دیتا ہے جہاں ابتدا سے شرقی ہوا جو ریگا کے تاکستان کے لئے بڑی مُضر ہے برابر چلتی رہتی ہے اور جس نے اِس کوہ کے دامن میں دریائے فرات کی ریت کے تودے کے تودے جمع کر دئے ہیں۔ مغرب کی جانب ممالک مُوآب اور عمون کی چراگاہوں کے واسطے یہ پہاڑ ایک پناہ ہے۔ ورنہ وہاں کے سبزہ زار بھی دشتِ عرب کا ایک حصّہ بن جائیں۔ ملک یہودیہ کے عین جنوب اور مشرق میں بھی لوگ عرب کی زبان بولتے ہیں۔ اس زبان میں جبل القبلہ اُن بے شمار گھاٹیوں کا مُوجد کہلاتا ہے، جن میں سے موسمِ برسات کے نالے ندیاں بہہ کر اور دریائے یردن میں شامل ہو کر جھیل مُردار میں جا پڑتے ہیں۔ ان گھاٹیوں میں سے ایک میں جو بعد میں دریائے یبوق کا رودخانہ بن جاتی ہے، ایک مسافر گذر کر دشت کے سطحِ مرتفع کی جانب سفر کر رہا تھا۔ اس مسافر کی طرف ہم ناظرین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

"مترجم"

# پہلا باب

## صحرا

اِس مسافر کی شکل سے یُوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عُمر کوئی پینتالیس برس کی تھی۔ اُس کی لمبی داڑھی میں کہیں کہیں سپید بال نظر آتے تھے اور ایک سُرخ رُومال سر پر ایسا لپیٹا ہوا تھا کہ چہرے کا صرف نیچے کا حصّہ دکھائی دیتا تھا۔ گاہ بگاہ جو اُس نے نظر اُٹھائی تو معلوم ہوا کہ اُس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں۔ وہ عرب کی معمولی پوشاک پہنے ایک بڑی سپید سانڈنی پر سوار تھا۔ اُس کے اُوپر ایک چھوٹا سا سبز چھتر تھا تاکہ اُس کے سر پر سایہ رکھے۔ سانڈنی کے سر پر مُہار سُرخ جھالر دار اور گردن میں ایک گھنٹی لٹکتی تھی، مگر مہار میں کوئی باگ نہ تھی۔ کجاوے کے عوض دو خرقہ دو چوبی صندوق کوئی چار چار فٹ لمبے رسّوں سے لٹکتے تھے اور درمیانی حصّے میں گدّا بستر لگا تھا جس پر سوار اپنی خوشی کے موافق یا بیٹھ جاتا یا تکیہ لگا لیتا تھا۔ جس وقت کہ سانڈنی گھاٹی سے برآمد ہوئی تو اُس وقت مُسافر ایل بلکا یعنی قدیم ملک عمون کی سرحد سے نکل کر لبِ دشت آ گیا تھا۔ جہاں جا بجا چھوٹی چھوٹی سبز جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن میں چھوٹے چھوٹے پرند پیروں کی آہٹ سُن کر اُڑ نکلتے تھے۔ صبح کا وقت تھا اور سُورج آنکھوں کے آگے تھا اور سانڈنی سوار کے کسی اشارے کے بغیر خود بخود سیدھی ناک کی راہ جا رہی تھی۔ گاہ بگاہ اِس کے

پیروں کے نیچے خشک پتوں کی کھڑکھڑاہٹ ہوتی تھی۔

دو گھنٹے تک سیدھی مشرق کی سمت سانڈنی جھومتی ہوئی چلی گئی۔ اس عرصے میں مسافر نے ذرا بھی اپنی جگہ نہ بدلی نہ دائیں بائیں نگاہ کی۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دشت یا ریگستان میں فاصلے کا اندازہ میلوں یا کوسوں سے نہیں، بلکہ ساعت اور منزل سے ہوتا ہے۔ ایک ساعت کے ساڑھے دس اور ایک منزل کے پینتالیس یا پچھتر میل ہوتے ہیں، مگر یہ معمولی شتر کی رفتار کا اندازہ ہے چونکہ اس سانڈنی کی عمدہ رفتار تھی مسافر بہت جلد ریگستان میں پہنچ گیا اور جبل نظروں سے غائب ہوگیا۔ ایسا کہ کسی سرحد کا کوئی نشان نمایاں نہ تھا۔ سانڈنی کا سایہ جو پیچھے تھا اب شمال کی رُخ ہوا۔ پھر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کسی موقع پر مقام کریگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دشت میں کوئی سیر کرنے کی نیت سے نہیں جاتا، بلکہ کاروبار والے اُس کے اُن راستوں کو طے کرتے ہیں، جن کے کنارے دو طرفہ جابجا انسان اور حیوان کی ہڈیاں بکھری ہوتی ہیں اور کسی کوئیں یا چراگاہ کے قریب ہیں مقام کرتے ہیں۔ زبردست سے زبردست جوانمرد کا دل جب وہ کسی وقت اس ریگستان میں تنہا چھوٹ جاتا ہے تو تھرّانے لگتا ہے، پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسافر جس کا ہم ذکر کرتے ہیں کوئی سیر کی نیت سے سفر نہیں کر رہا تھا۔ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ملک سے مفرور ہے کیونکہ جیسا مفرور کا قاعدہ ہے کہ بار بار پیچھے پھر کر دیکھتا ہے کہ آیا کوئی تعاقب تو نہیں کرتا ہے اُس نے ایک مرتبہ بھی پھر کر نہ دیکھا۔ سفر میں یہ بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص تنہا رہتا ہے تو کسی جانور کو اپنا ساتھی بنا لیتا ہے۔ کتا اُس کا انیس اور گھوڑا اُس کا رفیق بن جاتا ہے اور وہ اس سے ایسی محبت کی باتیں کرتا ہے، گویا کہ وہ بخوبی سمجھ رکھتا ہے۔ مگر اس مسافر نے اپنے



شتر سے کوئی ایسا اُنس ظاہر نہیں کیا۔

ٹھیک دوپہر کو سانڈنی خود ٹھہر گئی اور اس طرح بلبلائی جس سے اُس کے ہم جنس یہ ظاہر کیا کرتے ہیں کہ یا تو اُن کی پیٹھ پہ بوجھ بہت زیادہ ہے یا بہت تھک گئے ہیں۔ اس کا سوار گویا نیند سے جاگا اور مستعد ہوگیا۔ اُس نے برقعے کے پردے اُٹھائے اور آفتاب کی طرف نظر کی تاکہ معلوم کرے کہ کیا وقت ہے اور چہار طرف غور و تامّل سے دیکھنے لگا کہ وہ کس مقام پر پہنچ گیا ہے۔ جب غور سے دیکھ چکا تو ایک لمبا دم بھرا اور سر ہلایا گویا یوں کہتا ہے کہ آخر کار منزل پر آ پہنچا۔ ایک لمحے کے بعد چھاتی پر ہاتھ باندھ کر سرنگوں ہوا اور دل ہی دل میں دُعا مانگنے لگا۔ جب دُعا مانگ چکا تو اُترنے کو تیار ہوا اور شتر کو اخ اخ کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بلبلاتا ہوا آہستہ سے بیٹھ گیا اور تب سوار اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر زمین پر کود پڑا۔ چونکہ اب سوار زمین پر کھڑا ہے ہم اُس کا حلیہ آسانی سے بتا سکتے ہیں۔ بیشتر ازیں ذکر کیا ہے کہ وہ اُدھیڑ عمر کا اور میانہ قد اور قوی ہیکل تھا۔ جس وقت اُس نے سُرخ رومال کو جو ریشمی ڈوری سے سر پر بندھا تھا کھولا تو معلوم ہوا کہ اُس کا چہرہ سیاہ رنگ ہے اور اُس کی پیشانی کشادہ۔ اُس کی ناک لمبی اور گھنے سیدھے اور سخت بال کاندھوں تک آتے تھے جس سے صاف روشن تھا کہ وہ مصری تھا کیونکہ شاہانِ مصر (فرعون کا خاندان) بلکہ مصر قدیم مصری قوم کا جدا اسی شکل کا تھا۔ سفید سُوتی کپڑے کی ایک لمبی قمیض جو گھٹنوں تک آتی تھی اور سامنے کھلی تھی پہنے تھا۔ یہ قمیض تنگ آستین تھی، اور اس کی چھاتی اور گردن پر چکن دوزی کا کام جس پر ایک سپید پٹی بطور کمر بند کے بندھی تھی، اس پر چھوٹی آستین کا ایک اُونی قبا پہنے تھا۔ مگر قابلِ لحاظ یہ بات تھی کہ حالانکہ ایسے دشت

میں یہ سفر کر رہا تھا جس کے آدمی بالکل وحشی تھے اور جو چیتے اور شیر کی آمد و رفت
کی جگہ تھی تاہم اُس کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہ تھا بلکہ اُس کے ہاتھ میں وُہ کَرّی
بھی نہ تھی جس سے اُونٹ کو ہانکا کرتے ہیں۔ پس ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُس کا
پیام باصُلح تھا، اور یہ کہ یا تو وُہ حد سے زیادہ دلیر یا کسی غیر معمولی پناہ میں تھا۔

چونکہ اُس مسافر نے لمبا اور پُرتکان سفر کیا تھا اُس کے اعضا سُن ہو گئے
تھے پس وُہ ہاتھ ملتا اور پَیر پٹختا اور اپنے فرمانبردار خادم کے گرد جو آنکھیں بند
کر کے سہولیت سے جگالی کر رہا تھا پھرنے لگا۔ پھرتے ہُوئے وُہ گاہ بگاہ رُک کر اور
آنکھوں پر ہاتھ سے سایہ کر کے دشت میں چہار طرف دیکھتا تھا گویا کہ کسی کا انتظار
کرتا ہو۔ اُس نے کچھ نااُمید سا ہو کر کجاوے میں سے ایک اسفنج اور پانی کی صُراحی
نکالی جس سے اُس نے اُونٹ کی آنکھیں مُنہ اور نتھنوں کو دھو دیا۔ پھر کجاوے
سے اُس نے ایک گول سا سُرخ اور سپید دھاری دار کپڑا، ڈنڈوں کا ایک گٹھا
اور ایک موٹا بید نکالا۔ اس بید کے کئی حصّے تھے جن کو ملا کر اُس نے اپنے
قد سے زیادہ لمبا ایک چوب بنا لیا۔ بعد ہٗ اُس نے اُس چوب کو زمین میں گاڑ دیا
اور اُس کے گرد ڈنڈے گاڑ کر اُس پر کپڑا پھیلا دیا۔ یُوں امیر اور شیخ کے مسکنوں
کے موافق ایک چھوٹی سی سکُونت گاہ دشت میں بنا لی۔ پھر کجاوے میں سے اُس
نے ایک ٹکڑا دری کا نکال کر خیمے میں بچھا دیا اور تب باہر آ کر ایک اور مرتبہ غور
سے چہار طرف دیکھنے لگا۔ دُور ایک گیدڑ بھاگتا اور ایک عقاب خلیج اکابا کی
جانب پرواز کرتا نظر آیا ورنہ دشت بالکل ویران اور سنسان معلوم پڑتا تھا۔

چند لمحوں بعد وُہ اُونٹ کی طرف متوجہ ہو کر اور دھیمی آواز سے ایسی
زبان میں جو اُس دشت کی نہ تھی یُوں مخاطب ہُوا۔ اے تیز ہوا جیسے رفتار والے



ہم وطن سے بہت دُور ہیں۔ ہاں گھر سے بہت دُور ہیں مگر خُدا وند ہمارے ساتھ
ہے۔ ہم کو صبر کرنا چاہیئے۔

یہ کہہ کر اُس نے کجاوے کے خریطے میں سے کچھ پھلیاں نکال کر ایک
توبڑے میں ڈال کر اُونٹ کے مُنہ پر چڑھا دیا اور پھر دشت میں چاروں طرف
غور سے دیکھنے لگا۔ دیکھتے ہُوئے آہستہ آہستہ یہ کہتا تھا "وُہ ضرور آئیں گے۔ جو مجھ کو
یہاں لایا ہے اور اُن کو بھی لاتا ہے۔ پس میں تیاری کروں گا۔"

خیمے کے اندر جو تھیلیاں لٹکتی تھیں اور ایک ٹوکری میں سے مسافر نے
کھانے کا سامان نکالا۔ یعنی کھجور کے پیڑوں کی نیم چنگیریں۔ دامین کی ایک مشک خشک
گوشت۔ سوریانی بیدانہ۔ وسطی عرب کی شلیبی چھوہارے۔ پنیر اور خمیری روٹی
وغیرہ نکال کر خیمے کے بیچ میں رکھ دیئے اور مشرقی ممالک کے مہذّب لوگوں کی دعوت
کے قاعدے کے موافق اُس نے ریشمی رُومال رکھ دیئے تاکہ مہمان اپنے زانو پر
ڈال لیں۔ اس انتظام سے تو صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ مسافر تین مہمانوں کا انتظار
کرتا تھا۔

جب سب تیاری کر چکا تو مسافر باہر نکلا اور دیکھا کہ دُور مشرق میں دشت
کے درمیان ایک چھوٹی سی شے نظر آئی۔ وُہ نقشِ دیوار سا کھڑا رہ گیا۔ وُہ چھوٹی سی
شے بڑھتی گئی اور ہاتھ کے برابر ہو گئی۔ تھوڑے عرصہ بعد بخوبی معلوم ہو گیا کہ اُس کی
مانند ایک بڑی اور سپید سانڈنی پر جس پر کہ ہندوستان کا کجاوہ کسا ہے، ایک
مسافر ہے۔ تب مصری نے اپنی چھاتی پر ہاتھ جوڑ کر اور آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر کہا
"خُداوند اکیلا بزرگ ہے" اور آب دیدہ ہو گیا۔ وہ اجنبی نزدیک آ گیا اور اُس کا اُونٹ
رُک گیا۔ ایسا معلوم ہُوا کہ وُہ بھی ابھی خواب سے بیدار ہُوا ہو۔ اُس نے ایک سانڈنی

کو جیسے اور ایک خیمہ ایستادہ اور اُس کے دروازے پر ایک شخص کو دست بستہ کھڑا دیکھا۔ اُس نے بھی ہاتھ جوڑے۔ سرنگوں ہُوا اور دل ہی دل میں دُعا مانگی۔ تب ذرا تامل کرکے اور سانڈنی کی گردن پر پاؤں رکھ کر زمین پر کُود پڑا اور مصری کی طرف بڑھا۔ وُہ بھی آگے آیا اور دونوں آپس میں مشرقی قاعدے کے موافق بغلگیر ہُوئے۔ تب اجنبی نے کہا کہ "اے سچے خُدا کے خادم سلام"۔ اس پر مصری نے ایک جوش سے جواب دیا "اَے سچے ایمان والے تُجھ پر بھی سلامتی ہووے، اور مَیں تُجھ کو خیر مقدم کہتا ہُوں"۔

یہ اجنبی دُبلا لمبے قد کا تھا۔ اُس کی ڈاڑھی اور سر کے بال سپید تھے۔ اُس کے پاس بھی کسی قسم کا ہتھیار نہ تھا۔ پوشاک ہندوستانی تھی یعنی سر پر دوپٹی ٹوپی جس پر ایک شال بطور عمامہ بندھا تھا۔ سپید اُونچی عبا اور شلوار پہنے تھا، پیروں میں سلیم شاہی جوڑا تھا۔ جب بغلگیر ہو چکے تو اجنبی نے کہا کہ "خُداوند اکیلا بزرگ ہے"۔ اس پر مصری نے جواب دیا "مُبارک وُہ ہیں جو اُس کی پرستش کرتے ہیں لیکن ہم کو انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ دیکھو ایک اور آتا ہے"۔ تب دونوں شمال کی جانب دیکھنے لگے اور معلوم ہوا کہ ایک سپید سانڈنی اُن کی سانڈنیوں کی مانند تیز چلی آتی ہے۔ رفتہ رفتہ وُہ نزدیک آئی اور سوار اُتر کر اُن کی طرف بڑھا اور ہندوستانی سے بغلگیر ہو کر کہا "اَے بیرادر سلام"۔ ہندوستانی نے جواب دیا کہ "خُدا وند کی مرضی بر آئے"۔

یہ دُوسرا اجنبی اپنے رفیقوں سے بالکل مختلف تھا۔ وُہ اکہرے بدن کا گورے رنگ کا تھا، اور اُس کے چھوٹے گول سر پر گھنے بھُورے بال تھے مگر سر ننگا تھا۔ اُس کی گہری آنکھوں کی روشنی تیز تھی۔ وُہ ایک سُرمائی کمبل اپنے بدن پر



لپیٹے ہُوئے تھا۔ جس کے نیچے ایک لمبا نیم آستین کُرتہ تھا جس پر کمر بند بندھا تھا اور پیروں میں چپلی جُوتا پہنے تھا۔ اُس کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ تھا۔ گو عُمر میں کوئی پچاس برس کا تھا مگر اُس کے چہرے سے اتنی عُمر معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اُس کے باپ دادا ملک یونان کے شہر ایتھنز کے باشندے تھے۔ جس وقت وُہ مصری سے بغلگیر ہو چکا تو مصری نے ایک سنجیدہ تھرتھراتی آواز سے کہا "اول رُوح نے مُجھ کو ہدایت کرکے یہاں لائی جس سے مُجھ کو یقین ہے کہ میں اپنے بھائیوں کا خادم مقرر ہُوا ہُوں۔ پس خیمہ ایستادہ ہے اور کھانے کے واسطے ناشتہ تیار ہے، اس لئے مُجھے اجازت ملے کہ آپ کی خدمت بجا لاؤں"۔ یہ کہہ کر وُہ دونوں کے ہاتھ پکڑ کے خیمے کے اندر لے آیا۔ اُن کی جوتی اُتار کر پاؤں دھوئے اور اُن کے ہاتھ دُھلا کر رُومال سے اُن کو پُونچھا۔ جب اپنے ہاتھ بھی دھو چکا تو یُوں کہا "اَے بھائیو ہم کو اپنی احتیاط کرنی چاہیئے اس لئے کچھ کھائیں تاکہ اُس دن کی زیادہ خدمت کے واسطے مضبُوط ہو جائیں۔ کھانا کھاتے ہُوئے ایک دُوسرے کی کیفیت ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ ہر ایک کا وطن کہاں ہے اور کس صُورت سے اس مقام پر آنا ہُوا"۔ تب اُن کو دسترخوان پر بٹھایا۔ ایک ساتھ تینوں نے سر جُھکائے اور ہاتھ باندھ کر ہم آواز ہو کر یہ برکت چاہی "اَے خُدا سب کے باپ جو کچھ موجود ہے سو تیری بخشش و نعمت ہے۔ ہماری شکر گزاری قبُول کر اور ہم کو برکت بخش تاکہ ہم تیری مرضی بجا لانے میں قائم رہیں"۔ برکت کے بعد تینوں نے آنکھیں اُٹھائیں اور ایک دُوسرے کو تعجب سے دیکھنے لگے۔ ہر ایک نے ایسی زبان میں جو دُوسرے نے پہلے ہرگز نہ سُنی تھی برکت مانگی۔ مگر تینوں اُس کا مطلب بخوبی سمجھ گئے۔ اُن کی رُوحیں الٰہی دلی جوش سے مُتاثر تھیں کیونکہ ہر ایک کو خاص طور پر معلوم تھا کہ خُداوند ہمارے درمیان موجود ہے۔

# دُوسرا باب

## گیسپر یُونانی

اُس زمانے کے حساب کے موافق شہرِ رُوم کی تعمیر کے ۷۴۸ سن میں اُن تین اجنبیوں کی مُلاقات ہُوئی۔ ماہ دسمبر تھا اور بحرِ رُوم کے شرقی جانب کے اقلیم میں موسم سرا زور پر تھا۔ اس موسم میں جو دشت میں سفر کرتے ہیں، اُن کو بہت جلد بھوک لگتی ہے۔ پس تینوں مسافروں نے خُوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور جب وہ پی چکے تو گفتگو شروع کی۔

مصری نے جو میزبان تھا کہا "اجنبی مُلک میں ایک مسافر کو اپنا نام اپنے رفیق کی زبان سے سُننا نہایت دِل پسند معلوم ہوتا ہے۔ چُونکہ ہم تینوں کچھ عرصے تک ہم سفر ہوں گے اس لئے مناسب ہے کہ ایک دُوسرے سے بخُوبی واقف ہو جائیں۔ پس جو سب سے آخر میں آیا وہ اوّل اپنا بیان شروع کرے۔"

یُونانی نے بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ یہ بیان کیا "اے بھائیو جو مجھے تذکرہ کرنا ہے سو ایسا عجیب و غریب ہے کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں سے شروع کروں اور نہ یہ کہ کیا بیان کرنا مناسب ہوگا۔ میں خُود اب تک نہیں سمجھتا صرف اتنا تو جانتا ہُوں کہ میں ایک مالک کی مرضی بجا لاتا ہُوں، اور کہ یہ خدمت ایک مستقیم غایت درجے کی انبساط ہے اور جب میں اُس مقصد پر جس کے پُورا کرنے کے واسطے



میں بھیجا گیا ہُوں خیال کرتا ہُوں تو میرے دِل میں ایک بے بیان خُوشی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہُوں کہ میں خُدا کی مرضی بجا لاتا ہُوں۔" یہ کہہ کر دلی جوش سے یونانی شخص رُک گیا اور اُس کے ہمراہیوں نے ہمدردی سے آنکھیں نیچے کر لیں۔

پھر اُس نے یُوں شروع کیا۔ "یہاں سے مغرب کی سمت دُور دراز فاصلے پر ایک مُلک ہے جس کو دُنیا ہرگز فراموش نہیں کر سکتی۔ میں اُس کے علوم و فنون، اُس کی حکمت اور فصاحت، اُس کی شاعری اور جنگ کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا۔ اے بھائیو اُس کو وہ فخر حاصل ہے جو مکمل صورت میں تا ابد روشن رہے گا کیونکہ اُسی زبان کے ذریعے وہ جس کے پیش کرنے اور اشتہار دینے کے واسطے ہم نکلے ہیں رُوئے زمین پر ظاہر کیا جائے گا۔ یہ مُلک جس کا میں ذکر کرتا ہُوں یُونان ہے۔ میرا نام گیسپر ہے اور میں کلی انتھیس اتھینی کا بیٹا ہُوں۔ میری قوم تحصیلِ علوم کی نہایت شوقین ہے اور مجھے بھی یہی شوق پیدا ہُوا۔ میرے مُلک میں اتفاق سے دو مشہور و معروف حکماء ہُوئے ہیں جن میں سے ایک کی یہ تعلیم ہے کہ ہر ایک نفس میں ایک غیر فانی رُوح ہے اور دُوسرے نے یہ تعلیم دی کہ ایک واحد خُدا ہے جس کا عدل بے پایاں ہے اور سب مضامین ترک کر کے اُن دونوں پر میں غور و فکر کرنے لگا کیونکہ میں نے خیال کیا کہ خُدا اور رُوح کے درمیان جو آپس تک نامعلوم ہے ایک علاقہ ہے۔ غور کرتے کرتے عقل ایک ایسی دیوار تک پہنچتی ہے جس سے آگے گُذر نہیں سکتے۔ اس موقع پر پہنچ کر انسان صرف یہ کر سکتا ہے کہ کھڑا ہو کر مدد کے لئے التجا کرے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا، مگر دیوار کے اُوپر سے کوئی جواب نہ پایا۔ مایُوس ہو کر میں شہر اور مدرسے سے نکل بھاگا۔"

اس موقع پر ہندوستانی مسکرایا۔

گیسپر نے اپنا بیان یُوں قائم رکھا۔ "میرے وطن کے شمال میں مُلک تھسلی ہے۔

اِس میں ایک پہاڑ اولمپس نامی واقع ہے جس کو میرے ہم وطن دیوتاؤں کی سکونت گاہ تصوّر کرتے ہیں۔ مَیں بھی یہاں چلا گیا اور ایک غار میں رہ کر غور و تامّل کرنے بلکہ الہام کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ خُداوند جو غیر مرئی اور عظیم ہے ضرور میری دُعا سُن کر مجھ پر رحم کرے گا اور جواب دے گا۔"

اِس پر ہندوستانی نے ریشمی کپڑے پر سے ہاتھ اُٹھا کر بہ آوازِ بلند کہا۔ "اور اُس نے دُعا سُنی اور جواب دیا؟"

یونانی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اے بھائیو میری سُنو۔ میرے حُجرے کا دروازہ سمندر کے ایک قطعے کی جانب تھا جو خلیج مصری کہلاتا ہے اور ایک روز مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک جہاز پر سے جو رواں تھا گر پڑا اور تیر کر کنارے پر آ لگا۔ مَیں نے اُس کی خاطر داری کی۔ وُہ یہودی تھا۔ اپنی قوم کی شریعت اور تواریخ میں ماہر تھا۔ اُس سے معلوم ہُوا کہ میری دُعاؤں کا خُدا موجود ہے اور جُگا جُگ یہودی قوم کا شریعت دینے والا حاکم اور بادشاہ رہا ہے۔ یہ اُس الہام کا جس کا مَیں خیال کرتا تھا جواب تھا۔ میرا ایمان بے فائدہ نہیں ہُوا بلکہ خُدا نے میری دُعاؤں کا جواب دیا۔"

ہندوستانی نے کہا۔ "جیسا کہ وُہ ہر ایک کی دُعا کا جو ایمان سے مانگتا ہے جواب دیتا ہے۔"

اِس پر مصری نے جواب دیا۔ "مگر افسوس کتنے تھوڑے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کس وقت وُہ اُن کو جواب دیتا ہے۔"

یونانی نے اپنا بیان قائم رکھا۔ "اُس نے صرف یہی نہیں بتایا، بلکہ اُس نے یہ بھی کہا کہ انبیاء نے جو اوّل الہام کے بعد کے زمانے میں خُداوند کے ساتھ چلتے اور گفتگو کرتے تھے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وُہ پھر آئے گا۔ اُس نے مجھے انبیاء کے



نام اور اُن کے صحیفوں سے اقتباس کہہ کے بتایا کہ اُس کی دُوسری آمد نزدیک ہے بلکہ شہر یروشلیم میں ہر لحظہ اُس کا انتظار کیا جاتا ہے۔"

اِتنا کہہ کر یونانی خاموش ہو رہا اور اُس کے چہرے کی رونق پھیکی ہو گئی تھوڑی دیر تامّل کر کے اُس نے یہ بھی کہا۔ "اُس شخص نے یہ بھی بتایا کہ خُدا اور وُہ الہام جس کا اُس نے ذکر کیا صرف قومِ یہود کے لئے تھا اور پھر بھی اُن ہی کے لئے ہو گا۔ جو آنے والا ہے، سو یہودیوں کا بادشاہ ہو گا۔ مَیں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ کیا باقی دُنیا کے واسطے اُس کا کوئی پیغام نہیں ہے۔ اُس نے ایک فخر سے جواب دیا کہ نہیں، کیونکہ ہم اُس کی پسندیدہ قوم ہیں۔ اِس جواب سے میری اُمید نیست نہیں ہُوئی۔ مَیں نے سوچا کہ ممکن نہیں کہ خُدا جس کا پیار بے پایاں ہے وُہ اپنی محبّت اور بخشش کو ایک مُلک یا ایک خاندان کے لئے محدود کرے۔ آخرکار مَیں نے اُس شخص سے معلوم کیا کہ خُداوند نے اُن کے باپ دادوں کو صرف اِس لئے چُنا تھا کہ سچّائی کو قائم رکھیں تاکہ آخرکار دُنیا اُس کا علم حاصل کرے، اور نجات پائے۔ جس وقت وہ یہودی رُخصت ہُوا اور مَیں اکیلا رہ گیا تو مَیں نے یہ نئی دُعا مانگنی شروع کی کہ "اے خُداوند مجھے اجازت دے کہ جب بادشاہ آئے تو مَیں اُسے دیکھوں اور اُس کی پرستش کروں۔" ایک رات جب مَیں اپنے غار کے دروازے پر بیٹھا ہُوا غور و فکر کر رہا تھا تو سمندر کی تاریکی میں مَیں نے ایک ستارہ یکایک روشن ہوتے دیکھا۔ رفتہ رفتہ وُہ آسمان میں بلند ہُوا اور میرے دروازے کے اُوپر ٹھہر گیا۔ ایسا کہ اُس کی پُوری روشنی میرے اُوپر پڑے۔ مَیں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور سو گیا اور خواب میں ایک آواز مَیں نے سُنی جو مجھ سے یہ کہتی تھی کہ "اے گسپر تیرا ایمان غالب آیا تُو مبارک ہے۔ تُو اور دو شخصوں کے ہمراہ جو زمین کی انتہا سے آئیں گے اُس کو دیکھے گا

جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اُس کا گواہ ہوگا۔ پس علی الصباح اُٹھ اور اُن سے جا کر
مل، اور اُس رُوح پر جو تیری ہدایت کرے گی بھروسا رکھ۔ پس جب مَیں صبح کو اُٹھا
تو مَیں نے معلوم کیا کہ رُوح نے اُس روشنی کی مانند جو آفتاب سے بڑھ کر ہو مجھ پر حلول
کیا تھا۔ مَیں نے گوشہ نشینی کی گُدڑی اُتار پھینکی اور اپنی قبر میں پوشاک پہن لی جو فقدی
میں شہر سے لایا تھا اور جو مَیں نے غار میں دفن کر دی تھی اُسے مَیں نے کھود کے
نکالا۔ اتفاق سے ایک جہاز اُسی راہ سے نکلا۔ مَیں اُس پر سوار ہو کر شہر انکیہ
کو آیا۔ وہاں مَیں نے یہ ساندنی اور اُس کا سامان خریدا اور وہاں سے روانہ
ہُوا۔ شہر بہ شہر سفر کرتا ہُوا مَیں یہاں آ پہنچا۔ اے بھائیو یہ میری داستان ہے
اب اپنی سرگذشت بیان فرمائیے۔"

# تیسرا باب

## ملکیار ہندوستانی

جب یُونانی اپنی داستان ختم کر چکا تو مصری اور ہندوستانی ایک دوسرے
کو تاکنے لگے۔ مصری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور ہندوستانی نے سر جھکا کر یُوں بیان
شروع کیا "ہمارے بھائی کا کلام عُمدہ تھا۔ کاش کہ میرا تذکرہ بھی ایسا مقبول ہو"
یہ کہہ کر اُس نے تھوڑی دیر تامل کر کے یہ بیان کیا "اے بھائیو میرا نام
ملکیار ہے۔ مَیں تم سے ہندوستان کی سنسکرت زبان میں گفتگو کرتا ہُوں۔ یہ زبان اگر



دنیا میں سب سے قدیمی نہ ہو تو بھی وہ زبان ہے جس کی تحریر سب سے اوّل شروع
ہوئی۔ میں پیدائش سے ہندوستانی ہوں۔ علوم و فنون بہا میری ہی قوم نے اوّل نام
پیدا کیا۔ سن بعد کیا ہی کچھ واقع نہ ہو مگر چار وید قائم رہیں گے، کیونکہ وہ دھرم گیان کے
اصل سوت ہیں۔ اُن ویدوں سے اُپ وید تیار ہُوئے جو برہم نے سوچے تھے۔ ان
میں ادویات۔ تیر اندازی۔ فنِ عمارات۔ علم موسیقی اور چونسٹھ دستکاریوں کی تعلیم ہے
اور ویدانگ تیار ہُوئے جو رشی ومنی نے اکا سیاقی کئے۔ ان میں علم ہیئت۔ صرف و
نحو۔ علم عروض۔ علم فصاحت۔ جنتر ومنتر اور شاستر بُدھی کی تعلیم ہے۔ پھر رشی ویاس نے
اُپانگ تیار کئے۔ ان میں علم پیدائش عالم۔ علم تاریخ اور جغرافیے کی تعلیم ہے۔ ان ہی
میں رامائن و مہابھارت کی کتابیں شامل ہیں۔ جن کا مُدعا یہ ہے کہ ہمارے دیوتے
دیوتاؤں کو دائم رکھیں۔ اے بھائیو یہی دھرم شاستر ہیں۔ گویا یہ میرے واسطے بے
شرو ہیں۔ مگر سب زمانے میں میری قوم کی شگفتہ عقل کا نمونہ بتائیں گے۔ یہ تیز کاریت
کے وعدے تھے۔ لیکن شاید آپ یہ سوال کریں گے کہ یہ وعدے کیوں پورے
نہ ہوئے۔ افسوس کہ انہی کتابوں نے ترقی کے تمام در بند کر دئیے ہیں۔ اس بہانے
سے کہ ان کتابوں کی خُوب احتیاط کی جائے۔ مُصنفوں نے یہ مُعتبر اصُول قائم کیا کہ
چونکہ پرمیشر نے کل ضروری باتیں بتا دی ہیں۔ اب انسان کو لازم نہیں ہے کہ
نو دریافت اور نو ایجاد کی طرف متوجہ ہو۔ جب یہ شرط اہلِ ہنود میں مذہبی آئین
ہو گیا تو ہنود ادراک کا چراغ ایک کُنے میں لٹکا دیا گیا۔ جہاں وُہ تنگ دیواروں
اور گڑھوں سے پانی ہی رہا۔ اے بھائیو مَیں فقط یہ ذکر نہیں کرتا ہُوں کیونکہ شاستر
ایک قادرِ مُطلق خُدا کی جو برہم کہلاتا ہے تعلیم دیتے ہیں۔ اور پُران یعنی اُپانگ کی
پاک نظمیں۔ نیک خصلت۔ نیک اعمال اور رُوح کا علم بتاتی ہیں۔ پس اگر میرا بھائی

مجھے اس کلام کی اجازت دے گا" دیکھ کر اُس نے یُونانی کی طرف تعظیماً سر جھکایا تو اُس کی قوم کے مشہور ہونے کے صدیوں پہلے خُدا اور رُوح کے دو اعلیٰ خیال میں اہلِ ہنُود محو ہو رہے تھے۔ یہ بھی بیان کرنا لازمی ہے کہ ویدوں کے موافق برہم میں تثلیث یعنی برہم روشن اور شیو پائے جاتے ہیں۔ برہم کی نسبت کہتے ہیں کہ وُہ ہمارا قوم کا خالق ہے جس کو پیدا کرتے وقت اُس نے چار ذاتوں میں تقسیم کر دیا۔ اوّل اُس نے تختِ الثریٰ اور آسمانوں کو آباد کیا۔ بعد میں ارضی ارواح کے واسطے زمین تیار کی۔ تب اُس کے مُنہ سے ذات برہمن نکلی جو عنقریب اُسی کی صُورت کی نہایت اعلیٰ اور عُمدہ ہے اور یہی ذات ویدوں کی جو برہم کے لبوں سے متکلم نکلے اور کُل مُفید علوم کامل طور پر ان میں ملتے ہیں تعلیم دیتے ہیں۔ اُس کی پھیپھڑے سے چھتری یا سُورما نکلے۔ اُس کی چھاتی یعنی زندگی کے مقام سے ویش یا انباوک یعنی بیوپاری، کسان، سوداگر وغیرہ نکلے اور اُس کے پیروں سے جو ذلت کی علامت ہے، شُودر یعنی سیوک پیدا ہُوئے جن کا فرض تھا کہ اَور ذاتوں کے لئے کمینے کام کاج کریں۔ یہ بھی یاد رکھنا لابد ہے کہ جو شرع ان کے ساتھ پیدا ہُوئی اُس کا حکم ہے کہ ایک ذات کا آدمی دُوسری ذات میں شامل نہیں ہو سکتا۔ برہمن کسی طرح سے نیچی ذات میں نہیں مل سکتا ہے۔ اگر وُہ اس آئین سے انحراف کرے تو وُہ اپنی ذات سے خارج ہو جاتا ہے اور صرف خارج شُدوں ہی میں مل سکتا ہے۔" اس موقع پر یُونانی نے با آوازِ بلند کہا "اے بھائیو! اس حالت میں ایک مہربان خُدا کی کیسی ضرورت ہے۔"

مصری نے کہا "ہاں ایسے مہربان خُدا کی جیسا کہ ہمارا خُدا ہے۔" اس کلام پر ہندوستانی کچھ بے چین ہُوا، مگر خُوب ضبط کر کے آہستہ آواز سے اپنا بیان یُوں قائم رکھا: "میں برہمن پیدا ہُوا اور میری زندگی کے ہر ایک امر کا بخُوبی انتظام کیا گیا۔



مقدس اوّل خوراک مجھے دی گئی۔ میرا مرکب نام رکھا گیا۔ گھر سے باہر اوّل مرتبہ آفتاب دکھانے کو مجھے لے گئے۔ تب میرے جنیو ڈالا گیا جو برہمن کی خاص نشانی ہے۔ ان سب رتبوں کے واسطے رسُوماتِ مذہبی ادا کی گئیں۔ غرض میرے چلنے کھانے پینے سونے ہاں ہر ایک بات میں بڑی احتیاط کی جاتی تھی، مبادا میرا دھرم بھرشٹ نہ ہو جائے کیونکہ ہر ایک انحراف کی سزا میری آتما کو ملتی ہے۔ ہر ایک بھُول چُوک کے واسطے اُسے کیڑے جیسے مکھی، چھپکلی یا پسُو کا جنم لینا ہوتا ہے۔ پر اگر کُل رسُومات کو کامل طور پر ادا کرے تو اُسے بے حد خُوشی یعنی برہم میں لین حاصل ہوتا ہے۔"

ہندو ذرا دیر کچھ سوچتا رہا اور تب اُس نے یہ کہا: "برہمن کی زندگی کا پہلا مرتبہ بدریاتھی ہے۔ جب میں دُوسرے مرتبہ یعنی بیاہ کر کے گرہستی بننے کو تیار تھا، تو میرے دل میں ہر ایک امر بلکہ برہم کی طرف سے بھی شک و شُبہے پیدا ہونے لگے اور میں ناستک ہو گیا۔ میں نے کُوئیں کی گہرائی سے اُوپر کی طرف ایک نُور دیکھا اور مجھے اشتیاق پیدا ہُوا کہ اس امر کو دیکھوں کہ یہ نُور کس پر چمکتا ہے۔ آخر کار بہت سال کی محنت کے بعد میں کامل دلی میں پہنچا اور زندگی کے اصُول اور دھرم کے اصُول میں ہاں رُوح اور خُدا کے درمیان کی کڑی یعنی پریم کو پایا۔"

اس کلام پر اُس نیک شخص کا مُجھ پر ایسا چہرہ ظاہرہ روشن ہو گیا اور اُس نے زور سے اپنے ہاتھ جوڑے اور خاموش ہو رہا۔ اُس کے ہمراہی اُس کو تاکنے لگے بلکہ یُونانی کی آنکھوں سے فوراً آنسو جاری ہو گئے۔ آخر کار ہندو نے پھر یُوں شروع کیا۔

"پریم کی خُوشی عمل ہے اُس کی جانچ یہ ہے کہ انسان اپنے ہم جنس کے واسطے کیا کیا چاہتا ہے۔ میرا آرام جاتا رہا۔ برہم نے دُنیا کو بڑی مصیبت سے بھر دیا تھا۔ شُودروں پر مجھے رحم آیا۔ چیتیوں اور بھگتیوں پر مجھے رحم آیا۔ گنگا لگر کا جو بیرونِ

واقع ہے، جہاں گنگا کا پانی بحرِ ہند میں شامل ہو جاتا ہے۔ میں بھی وہاں چلا گیا، کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ اس مندر کے سائے میں جو کپل منی کے واسطے وہاں تعمیر کیا گیا ہے اور ان چیلوں کے ساتھ دُعا میں شامل ہو کر جو اس مہاتما کی پاک یادگار میں وہاں جمع رہتے ہیں میں چین اور آرام پاؤں گا۔ سال میں دو مرتبہ ہندو وہاں تیرتھ کو آتے تھے تاکہ گنگا کے پانی میں جس کو پوِتر سمجھتے ہیں پاک ہو جائیں۔ اُن کی تعصبیت نے میرے پریم کو زیادہ تقویت بخشی لیکن اس تحریک کے خلاف میں اپنی زبان نہ کھول سکا، کیونکہ برہم یا تثلیث یا شاستروں کے خلاف ایک لفظ بھی کہنا موت تھا۔ وہ برہمن جو ذات سے چھینگے گئے اور گاہے گاہے اُس جگہ کی جلتی ریت پر مرنے کے لئے گھسٹ گھسٹ کر آتے ہیں، اگر ان پر کوئی ترس کھا کر رحم کرے تو وہ بھی ان میں شامل کیا جاتا ہے۔ وہ خاندان، ملک، کل حقوق اور ذات سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر پریم مجھ پر غالب آیا اور میں نے اُس امر کا مندر کے چیلوں سے چرچا کیا۔ اُنہوں نے مجھے نکال دیا۔ میں نے جاتریوں سے گفتگو کی اور اُنہوں نے مجھے اس جزیرے سے پتھراؤ کر کے ہانک دیا۔ شاہراہوں پر میں نے منادی کرنے کی کوشش کی مگر سننے والے یا تو مجھ سے دُور بھاگے یا میری جان کے گاہک ہو گئے۔ الغرض ہندوستان کے طول و عرض میں کوئی ایسی جگہ نہ رہی جہاں مجھے صلح یا سلامتی مل سکتی تھی۔ ہاں ذات سے خارج کئے ہوؤں میں بھی نہ ملی۔ باوجودیکہ وہ برادری سے چھینگے گئے تھے۔ لیکن برہم پر بسواس رکھتے تھے۔ اس مصیبت میں میں نے تنہائی کی آرزو کی، تاکہ سوا پرمیشور کے ہر ایک سے پوشیدہ ہو جاؤں۔ پس میں دریائے گنگ کے منبع کی طرف جو کوہِ ہمالیہ میں ہے روانہ ہوا جس وقت میں اُس درے میں جو ہردوار کے پاس ہے اور جہاں کہ یہ دریا اپنی بے داغ پوِتر تائی میں



نشیبی ملک میں نکل آتا ہے داخل ہوا، تو میں نے اپنی قوم کے واسطے پرارتھنا کی اور خیال کیا کہ اب میں ہمیشہ کے واسطے اُن سے غائب ہو گیا۔ میں وادیوں میں سے گذر کر پہاڑیوں کو پار کر کے، برف کے تودوں کو طے کر کے اُن چوٹیوں پر چڑھ کر جو آسمان سے باتیں کرتی تھیں، انگ تسو ایک عجیب خوبصورت جھیل پر پہنچا، جو تسی گنگری۔ گرد اور کیلاس پربت کے دامن میں جو اپنے برفی تاجوں کی جھلک کو تا ابد دھوپ میں کھلتے ہیں واقع ہے۔ یہ کُرہ زمین کا مرکز ہے۔ اس جگہ دریائے سندھ و گنگ و برہم پتر کے منبع ہیں، جہاں سے وہ اپنے مختلف دور پر رواں ہیں۔ اس موقع پر آدم زاد اوّل آباد ہوئے اور پھر دُنیا کو معمور کرنے کو پھیل گئے۔ اس امر کا شاہد بلخ کا شہر ہے، جو کل شہروں کا مادر ہے۔ یہاں قدرت جو اپنی اصلی حالت کو واپس آئی، اور اپنی کشادگی میں خوشنما ہے مُنی اور جلاوطن کی دعوت کرتی ہے۔ اور مُنی کو تو تنہائی اور جلاوطن کو سلامتی کا وعدہ دیتی ہے۔ اسی موقع پر میں چلا گیا تاکہ تنہا پرمیشور کے ساتھ رہوں۔ پرارتھنا کروں برت رکھوں اور موت کا انتظار کروں۔" یہ کہہ کر پھر خاموش ہو گیا اور اپنے سوکھے ہاتھ جوڑ لئے۔ کچھ دیر تامل کرنے کے بعد یہ کہا: "ایک رات میں جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا یہ پرارتھنا کر رہا تھا کہ پرمیشور کب آ کر مجھے قبول کرے گا؟ کیا میرے واسطے مکتی نہیں ہے؟ کہ یکایک ایک نور تھرتھراتا ہوا پانی پر روشن ہوا اور فوراً ایک ستارہ اُٹھا اور میری طرف آ کر سیدھا میرے سر پر کھڑا ہو گیا۔ اس روشنی سے میں بے خود ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب پڑا ہوا تھا ایک بے حد شیریں آواز نے مجھے یہ کہا کہ تیرا پریم غالب آیا۔ اے ہندو پتر تو مبارک ہے تیری نجات نزدیک ہے تو اور دو کے ساتھ جو زمین کے دُور حصوں سے آئیں گے نجات دہندے کو دیکھے گا، اور اُس کی آمد کا گواہ ہو گا۔ صبح اُٹھ کر اُن کی ملاقات کے واسطے روانہ ہو، اُس روح پر جو تیری

ہدایت کرے گی کامل بھروسہ رکھ۔ اُس وقت سے یہ نُور مجھ میں قائم رہا۔ پس مجھے
معلوم ہُوا کہ یہ رُوح کی ظاہری حضوری ہے۔ پس علی الصباح میں اُسی راستے سے
جس سے آیا تھا روانہ ہُوا۔ پہاڑ کے ایک شگاف میں مجھے ایک قیمتی ہیرا ملا جسے
میں نے ہرودار میں فروخت کیا اور لاہور، کابل اور یزد کی راہ سے اصفہان کو آیا۔
وہاں میں نے یہ سانڈنی خریدی اور قافلے کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ فوراً بغداد میں آ
پہنچا۔ تنہا بے خوف و خطر میں سفر کرتا رہا، اس لئے کہ رُوح میرے ساتھ تھی اور
اب بھی ہے۔ اے بھائیو ہمارا کیا فخر ہے، کہ ہم نجات دہندے کو دیکھیں گے اُس
سے گفتگو کریں گے، اور اُس کی پرستش کریں گے۔ میری داستان اب ختم ہُوئی۔

# چوتھا باب

## بلطسر

زندہ دل یُونانی باغ باغ ہو گیا اور بڑی مُبارکبادیاں دیں۔ بعد ازاں
مصری نے اپنی قوم کی خاصیت کے موافق سنجیدگی سے کہا "اے برادرین میں مست
بسر ہوتا ہُوں۔ تم نے بڑی مصیبت جھیلی، مگر تمہاری فیروزمندی پر مسرور ہُوں۔
اگر تم دونوں سننا چاہو تو میں تم کو بتاؤں کہ میں کون ہُوں اور کیونکر میں بلایا گیا۔ مگر
ذرا تامل کیجئے۔" یہ کہہ کر وہ باہر سانڈنیوں کی خبرگیری کو گیا۔ واپس آ کر اُن سے شروع
میں یُوں کہا "اے بھائیو۔ تمہارا کلام رُوح کی ہدایت سے تھا اور رُوح ہی کے



وسیلے میں نے سمجھا۔ تم دونوں نے خاص طور پر اپنے وطن کا ذکر کیا۔ اُس کا ایک
بڑا مدعا تھا جس کا میں بعد میں بیان کروں گا۔ لیکن اپنا بیان مکمل کرنے کے واسطے
شروع میں میں اپنا اور اپنے وطن کا حال بتاؤں گا۔ میں بعض مصری بتوں اور اپنی
قوم کی نسبت بہت کچھ تعریف میں کہہ سکتا ہُوں۔ مگر صرف اتنے کلام پر اکتفا
کروں گا کہ علم تواریخ میری ہی قوم سے شروع ہُوا۔ ازمنۂ اوّل میری قوم نے
واقعات کو تحریر کر کے دائم رکھنے کا بندوبست کیا۔ پس ہمارے مُلک میں روایت نہیں
ہے۔ بجائے شبہات کے ہم تحقیق پیش کرتے ہیں۔ محلات اور مندروں کی پیشانی
پر، مینار اور قبروں کی اندرونی دیواروں پر اپنے بادشاہوں کے نام اور اُن کی
کارگذاریاں تحریر کیں، اور نرم ورق پر حکیموں کی حکمت اور اپنے مذہب کے راز
قلمبند کئے۔ صرف ایک راز جس کا میں بعد میں ذکر کروں گا تحریر نہیں کیا۔ اے
ملکیار۔ برہم کے وید اور ویاس کے اُپ انگ سے قدیم تر اور اے گیسپر ہومر کے
راگ اور افلاطون کے علوم عقل سے قدیم تر یا لی چین کی متبرک کتابوں یا بادشاہوں
سے قدیم تر۔ یا سدارتھ خوبصورت مایا کے بیٹے کی تصنیفات سے قدیم تر۔ بلکہ
مُوسیٰ عبرانی کی تصنیفات سے بھی قدیم تر ہاں کُل انسانی تواریخ میں قدیم تر مینیز
ہمارے اوّل بادشاہ کی تصنیفات ہیں۔" یہاں بلطسر ذرا رُک گیا اور التفات سے
یُونانی پر نگاہ کر کے دریافت کیا "اے گیسپر مُلک یُونان کی ابتدائی حالت میں اُس کے
اُستادوں کے اُستاد کون تھے؟"

یُونانی نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

بلطسر نے تب کہا "ان تواریخوں سے ہم کو معلوم ہُوا کہ جس وقت ہمارے
آبا و اجداد مشرق کی سمت میں پاک دریاؤں کے منبع کی سرزمین یعنی زمین کے وسط سے

ریتی قدیم ایران سے جس کا اے ملکیار تم نے ذکر کیا ہے، آئے، تو دُنیا کی تواریخ
طوفان کے قبل اور طوفان کے زمانے کی اپنے ہمراہ لائے جو نوح کے بیٹوں نے
آریوں کو دی تھی۔ اُنہوں نے خدا کی جو خالق اور مُبدا ہے، اور رُوح کی خُدا کی مانند
غیر فانی ہے تعلیم دی جس وقت اس خدمت کا جس کے واسطے ہم بلائے گئے ہیں انجام ہو گا
اور تم میرے ہمراہ چلنا پسند کروگے تو میں تم کو اپنے پجاریوں کا کتب خانہ دکھاؤں گا۔ اس
کتب خانے میں ایک مُردوں کی کتاب ہے جس میں وہ رسومات درج ہیں جو رُوح کو
اُس وقت ادا کرنی ہوتی ہیں جبکہ موت نے اُسے انصاف کے واسطے ایک دور دراز
سفر کو روانہ کر دیا ہے۔ خداوند آر اور اُس کی فرزند کی نسبت جو خیالات تھے سو دشت
کے پار مصریم کو پہنچے اور اُس رود نیل تک پہنچائے۔ اُس وقت یہ خیالات
خالص اور بآسانی سمجھے جاتے تھے کیونکہ خداوند جو امر ہماری خوشی کے لئے مقرر
کرتا سو ہمیشہ آسان ہوتا ہے۔ اول پرستش ایسی ہی تھی یعنی ایک راگ اور ایک دُعا
جو اُس رُوح کے واسطے جو شادمان اُمیدوار اور اپنے خالق سے محبت رکھتی ایک
قدرتی بات ہے۔

اس تقریر پر یونانی نے ہاتھ اُٹھا کر باآوازِ بلند کہا:-

"نُور میرے اندر زیادہ ہوتا جاتا ہے۔"

ہندوستانی نے بھی ویسے ہی جوش سے کہا کہ "مجھ میں بھی بڑھتا جاتا ہے۔"

مصری نے دونو پر التفات کی نگاہ کر کے یُوں کہا "مذہب صرف وہ
قانون ہے جو انسان کو اپنے خالق میں پیوند کرتا ہے اور اُس کی خالص حالت
میں اُس کے اصول خدا، رُوح اور جانیمن کی پہچان ہے جب یہ عمل میں لائے جاتے
تو اُن سے پرستش محبت اور اجر پیدا ہوتے ہیں۔ اس "قانون" کو اور سب الٰہی قانون کے



موافق ازسرِ نو قانون جو زمین کا شورش سے متعلق کر دیتا ہے، خالق نے ابتدا ہی میں کامل کر
دیا تھا۔ پس اسے بجائے پہلے خاندان کا یہی مذہب تھا، یہی سب ہمارے بزرگ مصریم
کا تھا جو پیدائش کے اُس قاعدے میں جو اوّل ایمان اور ابتدائی پرستش میں مخفی
سمجھا جاتا ہے، ہرگز لاعلم نہ تھا۔ کاملیت خدا ہے، اور سادگی کاملیت ہے مگر لعنت
یہ ہے کہ انسان نے ایسے سچے اصول کو خالص نہ رہنے دیا۔"

مصری نے ذرا دیر تامل کر کے اپنی گفتگو یُوں قائم رکھی "بہت سی قوموں
نے نیل دریا کے شیریں پانی کو پسند کیا۔ کوشی، ہپالی، پونتری، عبرانی، اسُوری،
فارسی اہل مقدونیہ اور رُومی قومیں سوا عبرانی قوم کے کسی نہ کسی زمانے میں اس ملک
کی مالک رہیں۔ پس اتنی قوموں کی آمد و رفت نے قدیم مصریوں ایمان کو بگاڑ دیا اور کچھ
کی وادیاں دیوتاؤں کی وادیاں ہوگئیں اور جگہوں ان ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا جن میں
سے ہر ایک خلقت کے پیدا کنندہ اصول کا نقل بن گیا اور عموں رے اُن کا سردار
ہوا۔ من بعد استیس اور اوزیرس اور اُن کے حلقے ایجاد ہوئے جن سے پانی،
آگ، ہوا اور اور قوتیں منسوب ہوئیں۔ پھر بھی یہ افراط ترقی پکڑتی گئی، حتیٰ کہ
ایک نیا درجہ قائم ہو گیا جس میں انسانی صفات مثل طاقت، علم، عشق وغیرہ شامل
ہو گئیں۔"

اس موقع پر یونانی نے یکایک زور سے کہا "ان سب میں وہی قدیم صداقت
تھی، صرف وہ شاید جن تک پہنچ نہیں اپنی اصل حالت میں قائم ہیں۔"

مصری نے سر جھکایا اور آگے یوں بیان کیا "ذرا اور صبر کیجئے اور تب
میں اپنا ذکر کرونگا۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ مصریم نے دریائے نیل اہل کوش
کے قبضے میں پایا جو اس ملک سے حبش کے دشت تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ قوم مُنڈ

مگر وسواسی عقل رکھتی تھی اور خلقت کی ہر شے کی پرستش کرتی تھی۔ سلیم الطبع پارسی سورج کے لئے قربانی کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کو اہرمزد اپنے خدا کی کامل تصویر سمجھتے تھے۔ دور دراز مشرق کے جنگلیوں نے اپنے دیوتا لکڑی اور دھات سے تراش کر بنائے لیکن اہل کوش نے جن کے پاس نہ تحریر نہ کتابیں تھیں اور نہ کوئی تعلیم کی قوتِ عمل رکھتے تھے۔ جانوروں پرندوں اور کیڑوں کی پرستش سے اپنی روح کو آسودہ کیا۔ دیوتا ری کے واسطے بلی۔ اسیس کے لئے بیل اور دیوتا تھاوہ کے لئے گبرو پاک متبرک تھا۔ اس ناشائستہ اعتقاد کی نسبت بڑی جدوجہد کے بعد یہ نتیجہ ہوا کہ نئی سلطنت کا یہ عام مذہب ہوگیا۔ تب وہ شاندار یادگاریں یعنی چوکنیا مینار، بھول بھلیاں، جو پھل مینار، مقبراتِ شاہی جن میں گمر مچھ کے مزار شامل ہوتے تیار کئے گئے، جو دریا کے کنارے اور دشت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اے بھائیو اہل آریا ایسی سخت ذلت میں پھنس گئے۔"

اس موقع پر اول مرتبہ مصری کا قرار جاتا رہا۔ گو اس کے چہرے پر کوئی تغیر واقع نہ ہوا، مگر اس کی آواز رک گئی۔ تھوڑی دیر تامل کرکے اس نے کہا۔ " اے بھائیو میری قوم کو ذلیل نہ سمجھو کیونکہ میرے کل ہم وطن خدا کو بھول نہ گئے۔ تم کو یاد ہوگا کہ میں نے ابھی ذکر کیا تھا کہ ہم نے اپنے مذہب کے کل رازوں کو سوا ایک راز کے بردی کے اوراق پر قلمبند کیا۔ اب اس راز کو میں بیان کروں گا۔ فرعون نامی ہمارا ایک بادشاہ تھا جس نے ملک میں بڑے بڑے تبدلات اور تغیرات کئے۔ ان جدید تبدیلات کو قائم کرنے کی غرض سے اس نے سخت کوشش کی کہ قدیم طریقوں کو لوگ بالکل بھول جائیں۔ اس زمانے میں قوم عبرانی غلاموں کے طور پر ہمارے درمیان رہتی تھی مگر وہ اپنے خدا کو نہ بھولی۔ جس وقت ایذا رسانی برداشت



سے باہر ہوگئی تو ان کے خدا نے ان کو ایسے وسیلے سے رہائی بخشی، کہ کوئی اس کو فراموش نہیں کرسکتا۔ یہ میرے ملک کا تواریخی بیان ہے۔ موسیٰ جو عبرانی تھا محل میں آیا اور درخواست کی کہ عبرانی غلاموں کو جن کی تعداد میں کئی لاکھ تھے اجازت دے کہ ملک سے باہر جاکر دشت میں اپنے خدا کی پرستش کریں۔ یہ درخواست خداوند اسرائیل کے خدا کے نام سے کی گئی، مگر فرعون نے نامنظور کی۔ اب سنو کہ کیا واقعہ ہوا۔ تمام جھیلوں دریاؤں۔ گنڈوؤں اور برتنوں کا پانی خون ہوگیا۔ تاہم بادشاہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ تب مینڈک پیدا ہوئے اور تمام ملک کو بھر دیا۔ پھر بھی بادشاہ اپنے حکم پر قائم رہا۔ تب موسیٰ نے راکھ کو ہوا میں اڑایا اور مصریوں میں وبا پھیل گئی۔ اس کے بعد مصریوں کے مویشی مارے گئے۔ مگر عبرانیوں کا ایک جانور نہ مرا۔ ٹڈیوں نے وادی کی کل سبزی کھالی۔ دوپہر کو ایسی تاریکی ہوتی کہ چراغ نہ جلتے تھے۔ آخرالامر مصریوں کے کل پہلوٹھے مرگئے۔ ہاں فرعون کا ولی عہد بھی نہ بچا۔ تب وہ راضی ہوا کہ عبرانیوں کو جانے دے۔ لیکن جس وقت وہ روانہ ہوگئے، تو اس نے اپنی فوج سے ان کا پیچھا کیا۔ آخری وقت سمندر دو حصے ہوگیا۔ ایسا کہ عبرانی خشک زمین پر پار ہوگئے۔ مگر جب مصریوں نے اپنے رتھ ان کے پیچھے ڈالے تو سمندر کی موجوں نے پھر زور کیا اور سواروں۔ پیدل۔ رتھ والوں اور بادشاہ کو بھی نگل گیا۔ اے گیسپر تم نے الہام کا ذکر کیا تھا۔"

اس سوال پر یونانی کی نیم آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا" یہ بیان میں نے یہودی سے سنا تھا جس کی بطور تم تصدیق کرتے ہو۔"

لیکن یہ بیان موسیٰ کی زبانی نہیں بلکہ اپنے وطن کی تحریرات کے موافق کرتا ہوں میری سند مصر کے وہ کتبے ہیں جو مرمر کی تختیوں پر نقش ہیں۔ اس زمانے کے

پجاریوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا سربمہر قلمبند کیا اور یوں ابہام قائم رہا۔ اب میں اُس راز کا ذکر کرتا ہوں جو تحریر میں نہیں آیا۔ اے بھائی تو بدبخت فرعون کے زمانے سے میرے وطن میں دو مذہب رہے۔ ایک تو عوام الناس کا اور ایک مخفی۔ ایک تو بہت سے دیوتاؤں کا جو عام لوگ مانتے تھے اور دوسرا ایک خُدا کا جس کو صرف پجاری مانتے تھے۔ اے بھائی تو میرے ساتھ خوشی کر کہ بُت شکنوں کا پامال کرنا، بادشاہوں کا ستم کرنا، دشمنوں کی یورشیں اور زمانے کے انقلاب سب ہی عبث اور بے فائدہ ہوئے۔ اُس بیج کی مانند جو پہاڑوں کے نیچے اپنے مقرری وقت کا منتظر رہتا تھا۔ جلالی صداقت قائم رہی اور یہاں ہی اُس کا دن آیا۔"

اِس کلام پر ہندوستانی کا نحیف ولاغر بدن شادمانی سے لرزہ کھانے لگا اور یونانی نے باآوازِ بلند کہا: "مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگل الاپتا ہے۔"

مصری نے ایک صراحی سے جو پاس رکھی تھی ایک گھونٹ پانی پی کر اپنا بیان ختم رکھا: "پیدائش سے میں شہزادہ اور پجاری ہوں۔ شہر اسکندریہ میں میرا جنم ہوا اور اپنی ملت کے معنوں کے موافق میں نے تعلیم و تربیت حاصل کی مگر اوائل عمر ہی سے میرے دل میں بیقراری پیدا ہو گئی۔ اِس مذہب کا ایک اصول یہ ہے کہ موت کے بعد جسم کے ہلاک ہونے پر رُوح فوراً ادنیٰ درجہ کے جانداروں سے انسانیت کے درجے کو جو اعلیٰ اور آخری وجود ہے، اپنا سابقہ سلسلہ شروع کر دیتی ہے جس میں اُس کی فانی زندگی کے اعمال کا کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا جس وقت میں نے پارسیوں کی سلطنت نورانی یعنی اُن کے فردوس کا جو پل چناوٹ کے پار ہے اور جہاں صرف نیک لوگ پہنچ سکتے ہیں، بیان سُنا تو میرے خیالات منتشر ہو گئے۔ ایسا کہ رات دن میں اسی خیال میں رہتا تھا کہ مدامی تناسخ اور فردوس کی ابدی زندگی



کیا ہیں۔ اگر میرے گُورو کا خیال صحیح ہے کہ خُدا مُنصف ہے تو پھر وہ نیک و بد میں کیوں تمیز نہیں کرتا۔ آخر الامر یہ مجھے صاف معلوم ہُوا بلکہ تحقیق ہو گیا۔ ہاں پاک مذہب کے متعلق میں نے یہ قانونی نتیجہ نکالا کہ موت صرف جُدا ہونے کا موقعہ ہے جہاں بدکار رہ جاتے یا ضائع ہوتے ہیں۔ مگر راست باز ایک بہتر زندگی کے واسطے اُٹھ جاتے ہیں۔ اے حکیمو! بُدھ کا نروان یا برہم کا عدم فنا آرام کچھ نہیں، اور نہ گیسپر ودوزخ کی بہتر حالت جو یُونانی مذہب کے موافق بہشت کی صُورت ہے کچھ ہے۔ چُستی، خُوشی اور ابدیت کی زندگی جو خُدا کے ساتھ ہے سب کچھ ہے۔ یہ دریافت کر کے ایک اور سوال پیدا ہُوا کہ کیا وجہ ہے کہ صداقت پجاریوں کی خُود غرضانہ تسلّی و تشفّی کی خاطر ایک راز ہی رہے۔ پوشیدہ رکھنے کی وجہ تو جاتی رہی ہے۔ فلسفی نے کم از کم برداشت کرنا تو سکھایا تھا۔ پس ایک روز میں نے شہر اسکندریہ کی بڑی اور گنجان منڈی میں کھڑے ہو کر وعظ کی۔ مشرق و مغرب کی اطراف کے لوگوں نے میری سُنی۔ طالب علموں، پجاریوں، ڈانواں ڈول پھرنے والوں۔ گھوڑ دوڑیوں۔ دہقانوں۔ ہاں ایک بڑے ہجوم نے کھڑے ہو کر میرا کلام سُنا۔ میں نے خُدا، رُوح، نیک و بد اور فردوس کی جو نیکیوں کا اجر ہے منادی کی۔ اے حکیمو! جب تُم نے منادی کی، تو تُم پر پتھراؤ کیا گیا۔ میری منادی پر اوّل لوگ متعجب ہوئے اور تب اُنہوں نے تمسخر کیا۔ میں نے پھر منادی کی تو لوگوں نے مجھ پر آوازے کسے اور طعنہ زنی کی۔ میرے خُدا کو ٹھٹھے میں اُڑایا اور میرے فردوس کی تحقیر کی۔ قِصّہ مختصر میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔

اِس موقع پر ہندوستانی نے ایک سرد آہ بھر کے کہا کہ:

"اے بھائی آدمی کا دشمن آدمی ہی ہے۔"

بلطسر کچھ دیر تو خاموش رہا اور تب اپنا بیان یوں قائم رکھا: "مَیں نے اپنی
ناکامی کا سبب دریافت کرنے کے لئے بہت غور و فکر کی اور آخر کار کامیاب ہُوا۔
دریائے نیل کے دہانے کی جانب شہر اسکندریہ سے ایک دن کی مسافت پر چرواہوں
اور باغبانوں کی ایک بستی ہے۔ ایک کشتی لے کر وہاں گیا، اور بستی کے سب لوگوں مرد
وعورت بال غریب سے غریب کو جمع کر کے اُن کو وہی منادی کی جو مَیں نے شہر
اسکندریہ کی منڈی میں کی تھی۔ اُنھوں نے ہنسی نہیں کی۔ اگلی شام کو مَیں نے پھر
وعظ کہا اور لوگ ایمان لائے اور خوش ہو کر چہار طرف اُس خوشخبری کو پھیلایا۔
تیسری شام جب ہم جمع ہُوئے تو دُعا مانگنے کی غرض سے ایک سوسائٹی قائم ہُوئی۔
مَیں اسکندریہ کو واپس آیا۔ جب دریا کے بہاؤ پر کشتی پر سفر کرتا تھا تو آسمان
پر ستارے نہایت روشن اور نزدیک تر معلوم ہوتے تھے۔ اُس وقت میرے
دل پر یہ سبق نقش ہو گیا کہ اصلاح شروع کرنے کی نیت سے حاکموں اور تونگروں
کے محلات میں نہیں بلکہ اُن کے پاس جانا چاہیئے جو غریب اور عاجز ہیں اور
جن کی شادمانی کا پیالہ خالی ہے۔ پس مَیں نے یہ تدبیر سوچی کہ اپنی زندگی اس کام
میں صرف کروں۔ اس لئے پہلی بات میں نے یہ کی کہ اپنی کُل جائداد کو فروخت
کر کے ایک پونجی جمع کر لی تاکہ جس وقت ضرورت پڑے محتاجوں کی امداد کر سکوں۔
اے بھائیو! اُس روز سے مَیں دریا میں کشتی ڈال کر ادھر اُدھر گاؤں اور بستیوں
میں سفر کرنے اور سب قوموں کو ایک خدا، راستبازی اور آسمان پر اجر پانے
کی منادی کرنے لگا۔ مَیں نے بھلائی کی، مگر مجھے شایاں نہیں کہ اپنی تعریف کروں۔ مگر
اتنا میں جانتا ہُوں کہ جس کی تلاش میں ہم جاتے ہیں، اُس کے قبول کرنے کے واسطے
دُنیا کا ایک حصہ تیار ہے۔ اے بھائیو! ان برسوں میں مجھے ایک فکر رہتی تھی کہ



جب مَیں اِس جہان سے چلا جاؤں گا تو اُس کام کا جو مَیں نے شروع کیا ہے کیا انجام ہوگا؟
کیا میرے ساتھ ہی اس کا بھی خاتمہ ہوگا؟ مَیں نے بارہا خیال کیا کہ اپنے کام کو ترتیب
دُوں، بلکہ آپ سے تو کوئی پردہ نہیں۔ مَیں نے اِس امر میں کوشش بھی کی مگر ناکام رہا۔
اے بھائیو! دُنیا کی اب یہ حالت ہے کہ قدیم مصری ایمان کو بحال کرنے کے واسطے
ریفارمر (مصلح) کو ضرور ہے کہ انسان کی رضامندی سے بڑھ کر کوئی بات دکھاوے۔
اُس کے واسطے صرف یہی ضرور نہیں ہے کہ خُدا کے نام سے آئے بلکہ اُسے لازمی ہے
کہ خُدا کے کلام سے تصدیق کرے۔ اُس کا فرض ہے کہ جو کچھ وہ تعلیم دیتا ہے، اُس
کی بابت خُدا کی تعلیم کی نسبت بھی دلیل دے۔ دُنیا کے لوگوں کے دل قصّہ کہانیوں اور
رسُومات سے ایسے بھرے ہیں اور جھوٹے دیوی دیوتاؤں نے زمین پر ایسا ہجوم
کر رکھا ہے کہ اصلی ایمان کی طرف متوجہ ہونے کے واسطے ضرور ہے، کہ اُس کے
پیرووں پر ایذا رسانی ہو بلکہ وہ قتل بھی کئے جائیں۔ غرضیکہ مُرید کے واسطے لازمی
ہے کہ وہ اپنی قیمتی جان دے مگر انکار نہ کرے پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوائے خُدا
کے انسان کے ایمان کو کون ایسا مضبوط کر سکتا ہے۔ آدم زاد کو مخلصی بخشنے
کے واسطے ضرور ہے کہ خُداوند خود پھر ایک مرتبہ ظاہر ہو، اور انسان بنے۔"

اِس کلام پر تینوں کو بڑا دلی جوش پیدا ہُوا اور یونانی نے دریافت کیا،
"کیا ہم اُس کی تلاش میں نہیں جاتے ہیں؟"

مصری نے سوال کیا، "کیا تم نہیں سمجھتے کہ میں اِس اعتقاد کو ترتیب
دینے کی کوشش میں کیوں ناکام رہا؟ وجہ اس کی یہ تھی کہ خُداوند کو منظور نہ تھا۔ پس
اِس خیال سے کہ میرا کام نیست ہو جائے گا، مَیں بشدت پریشان ہُوا۔ دُعا پر میرا
اعتقاد تھا اور اپنی درخواستوں کو پاک اور زبردست بنانے کے واسطے اے بھائیو
مَیں بھی آبادی سے نکل کر وہاں گیا جہاں آدم زاد کا کبھی گذر نہیں ہُوا تھا اور جہاں

سوا خُدا کے کوئی نہ تھا۔ رودِ نیل کے پانچویں آبشار سے آگے حبش کے اُس حصّے میں جو اَب تک نا معلوم تھا چلا گیا۔ وہاں ایک پہاڑ ہے جس کے دامن میں مشرق کی سمت ایک جھیل ہے جس میں برف کا پانی جمع ہوتا ہے۔ یہی جھیل دریائے نیل کا منبع ہے۔ ایک برس سے زیادہ میں اُس پہاڑ میں رہا جسم کی پرورش کے واسطے تو خُرما کا پھل کھاتا تھا اور اپنی رُوح کو دُعا سے تقویت دیتا تھا۔ ایک رات میں ایک نخلستان میں جو جھیل کے کنارے تھا چہل قدمی کر رہا تھا اور دل ہی دل میں یہ دُعا مانگتا تھا کہ اے خُداوند دُنیا مرتی چلی جاتی ہے اور تُو کب آئے گا۔ اے خُداوند مجھے نجات دہندے کے دیکھنے کی کیوں پروانگی نہیں ہوتی۔ اُس وقت جھیل کی سطح پر ستاروں کا صاف عکس پڑ رہا تھا، اور مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ ایک ستارہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر سطح تک آیا، اور تب وُہ ایسا روشن ہوگیا کہ میری آنکھیں چُندھیا گئیں۔ تب وُہ میری طرف کو بڑھ کر آیا اور میرے سر کے اُوپر ظاہرًا ایک ہاتھ کے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ میں تو زمین پہ گر پڑا اور اپنا مُنہ چھپا لیا، مگر ایک آواز نے جو زمینی نہ تھی مجھ سے کہا کہ تیرے نیک اعمال غالب آئے۔ اَے مصرائیم کے بیٹے تُو مُبارک ہے کیونکہ خلاصی آ پہنچی ہے۔ دو اور آدمیوں کے ہمراہ جو دُنیا کے دُور کے حصّوں سے آئیں گے تو نجات دہندے کو دیکھ لے گا اور اُس کی گواہی دے گا۔ صبح اُٹھ کر روانہ ہو، اور اُن سے جا مِل، اور جب تُم تینوں یروشلیم کے پاک شہر میں پہنچو تو لوگوں سے دریافت کرو، یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے، کہاں ہے کیونکہ پُورب میں ہم نے اُس کا ستارہ دیکھا اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں۔" "رُوح پر جو تیری رہنمائی کرے گی اپنا کامل بھروسہ رکھ۔ اے بھائیو لا ریب یہ نُور میرے اندر روشن ہوگیا، اور بطورِ اُستاد اور رہبر کے میرے ہمراہ رہتا ہے۔ یہی مجھے دریا کے راستے شہر ممفس میں لے آیا، جہاں میں نے دشت میں سفر کرنے کا



انتظام کیا۔ میں نے ایک اُونٹ خریدا اور موآب اور عمونیوں کے ملکوں میں ہوتا بغیر توقف کئے یہاں آ پہنچا ہُوں۔ اے میرے بھائیو خُداوند ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر بلطشضر خاموش ہوگیا، مگر ذرا توقف کے بعد ایک نامعلوم تحریک سے تینوں یکایک اُٹھ کھڑے ہُوئے، اور ایک دُوسرے کو تاکنے لگے۔

کچھ وقفے کے بعد مصری نے کہا "ہم نے جو اپنی قوم اور اُن کی تواریخ کو جو خصُوصیت سے بیان کیا، میں دیکھتا ہُوں کہ اس میں بھی ایک مطلب تھا جس کی تلاش میں ہم جاتے ہیں، وُہ یہودیوں کا بادشاہ بتایا گیا ہے اور ہم کو حکم ملا ہے کہ اُس نام سے اُس کی تلاش کریں۔ لیکن چونکہ اب ہماری مُلاقات ہُوئی اور ایک دُوسرے کی سرگزشت ہم نے سُنی تو ہم کو معلوم ہُوا کہ وُہ صرف نہ یہودیوں ہی کا بلکہ زمین کی کُل قوموں کا نجات دہندہ ہے۔ جو مشائخ طُوفان میں بچ گیا اُس کے تین بیٹے تھے۔ اُن ہی کی اولاد سے تمام دُنیا آباد ہُوئی، اور برِّ اعظم ایشیا کے وسط سے یہ ایک دُوسرے سے جُدا ہُوئے۔ پہلے کی نسل ہندوستان اور اُس کے مشرق میں آباد ہُوئی۔ سب سے چھوٹے کی اولاد شمال سے ہو کر برِّ اعظم یورپ میں پھیل گئی۔ پچھلے کی نسل نے بحرِ قُلزم کے گرد و نواح کے دشت گھیر لئے اور مُلک حبش میں بڑھ گئے۔ حالانکہ یہ لوگ زیادہ خانہ بدوش ہیں، مگر بعضوں نے رودِ نیل کے کنارے کنارے مکانات تیار کئے ہیں۔

کسی خاص تحریک سے تینوں نے یکایک ہاتھ جوڑ لئے اور بلطشضر نے کہا "کیا اس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ انتظام ہو سکتا ہے۔ جب ہم نے خُداوند کو پا لیا ہے تو سب بھائی اور اُن کی اولاد جو بعد میں ہوگی، ہمارے ساتھ اُس کو سجدہ کریں گے جب ہم تینوں اپنی اپنی راہ جائیں گے۔ دُنیا نے ایک نیا سبق سیکھ لیا ہے کہ بہشت نہ تلوار اور نہ انسانی حکمت سے حاصل ہو سکتا ہے بلکہ ایمان محبت اور نیک اعمال سے ملتا ہے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر اُنہوں نے دلشاد ہو کر ہاتھ لٹکا دیئے اور خیمے سے باہر نکل گئے۔ دشت بالکل سنسان تھا۔ آفتاب غروب پر تھا اور اُونٹ سوتے تھے۔ ذرا تامل کر کے اُنہوں نے خیمے کو اُکھاڑا اور اُونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہُوئے۔ مصری اُن کا رہبر تھا۔ جب یہ آہستہ آہستہ خاموش چلے جاتے تھے، چاند روشن ہُوا۔ چاندنی میں یہ سانڈنی سوار بھُوت یا پریت سے معلُوم ہوتے تھے۔ بہت دُور نہ گئے ہوں گے کہ یکایک ایک روشنی نمُودار ہُوئی اور رفتہ رفتہ ایک روشن ستارے کی صُورت بن گئی۔ اُن کے دِل دھڑکنے لگے، اور جی میں سنسناہٹ پیدا ہُوئی اور ایک بارگی تینوں چلا اُٹھے کہ "وُہ ستارہ، وُہ ستارہ، خُداوند ہمارے ساتھ ہے"۔

---

# پانچواں باب

## یُوسف اور مریم

اَب ہم اپنے ناظرین کو شہر یروشلیم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اِس موقعہ پر مناسب ہوگا کہ اِس شہر کے مختصر تاریخی حالات جو قدیم اور جدید تواریخ میں مندرج ہیں بیان کئے جائیں۔ شہر یروشلیم قدیم مُلک یہُودیہ کا دارالخلافہ ہے۔ دُنیا کی تواریخ کے مشہُور شہروں میں سے ایک ہے۔ آج کل یہاں سُلطان رُوم کی حکُومت ہے اور دمشق کے پاشا کے ماتحت ہے۔ یروشلیم بحرِ رُوم سے مشرق کی جانب ۲۹ میل کے فاصلے پر ہے۔ اُس کے مغرب کی سمت جیحون کی وادی ہے۔ جنُوب اور جنُوب



مشرق کو ناحُوم کی وادی ہے جو مشرق میں جا کر یہوسفط کی وادی سے مِل جاتی ہے۔ یہوسفط کی وادی کے درمیان سے کدرون کا برساتی نالہ بہتا ہے۔ وادی ٹروپین اس شہر کو تقریب دو برابر حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ یروشلیم چار پہاڑیوں پر آباد ہے۔ جنوب و مغرب کو زیون کی پہاڑی، شمال و مغرب کو عکرہ، جنوب و مشرق کو موریاہ کی پہاڑی اور شمال و مشرق کو بزیتھا کی پہاڑی ہے۔ اُس کی مشرقی شہر پناہ کے وسط میں یہوسفط کی وادی کے کنارے ہی استیفان کا پھاٹک یا "دروازوں کا پھاٹک" ہے جس سے لوگ کدرون کے نالے کو پار کر کے زیتُون کی پہاڑیوں کو جاتے ہیں۔ اِس کی شمالی شہر پناہ میں دمشق کا پھاٹک یا سکُون کا پھاٹک۔ مغرب کی سمت بیت لحم یا یافہ کا پھاٹک اور جنوب کو زیتُون کا پھاٹک ہے۔ علاوہ ان پھاٹکوں کے آمد و رفت کے واسطے تین اور راستے ہیں۔ بیت لحم یا یافہ کے پھاٹک کے پاس ہی ایک بڑا مُحکم قلعہ ہے، جو داؤد کا بُرج یا ہِپیکس کا بُرج کہلاتا ہے۔ سلیمان بادشاہ کے زمانے میں اِس پھاٹک کے باہر روز مرّہ ایک بڑا بازار لگتا تھا جس میں ہر قسم کی اشیاء دُنیا کے ہر خطّے کی دستیاب ہوتی تھیں اور مشہُور مُلکوں کے تاجر یہاں اپنی اجناس فروخت کو لاتے تھے۔ حالانکہ تین ہزار برس کے قریب گُذرے ہیں، پھر بھی اِس پھاٹک پر ایک بازار روز مرّہ لگتا ہے، جس میں ہر قوم کے لوگ ملتے ہیں۔ رُومی۔ یہُودی۔ یُونانی۔ عرب اور سامری ہر جگہ نظر پڑتے ہیں۔ سامری سے یہُودی بڑی نفرت کرتے ہیں۔ اِس کا کپڑا چھُو جانا بھی اُس کو ناپاک کر دیتا ہے۔ ہیرودیس بادشاہ کے زمانے میں ہر قوم کے لوگ نو مُرید یہُودی ہو جاتے تھے، مگر سامریوں کے واسطے قطعی ممانعت تھی۔ تاہم اِس بازار میں سامری جمع ہو کر آتے اور خرید و فروخت کرتے تھے۔

یہُودی حساب کے موافق مجُوسیوں کی ملاقات جس کا ذکر پچھلے باب میں ہُوا سال کے تیسرے مہینے کی ۲۵ تاریخ کو ہُوئی۔ یہ سال رُوم کی آبادی سے ۷۴۹ واں برس

تھا۔ اُس وقت ہیرودیس عظیم ۶۷ برس کا تھا اور اُسے سلطنت کرتے ہوئے ۳۵ برس ہوئے تھے۔ سنِ عیسوی سے چار سال قبل کا یہ واقعہ ہے۔ یہودی اپنے دن کا حساب طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کرتے تھے، اور بازار کا کاروبار علی الصبح شروع ہو جاتا تھا۔ دن کی تیسری گھڑی تھی پھر بھی لوگوں کا بازار میں بڑا ہجوم تھا۔ جو نووارد ہوئے ان میں ایک مرد، ایک عورت اور اُن کے گدھے پر لوگوں کی خاص طور پر نظر پڑتی تھی، کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ دُور دراز ملک سے آئے تھے۔ مرد تو یہودیوں کی پوشاک یعنی گردن سے پیروں کے ٹخنوں تک ایک جُبّہ پہنے اور کمر میں ایک پٹکا باندھے تھا۔ اُس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پچاس برس کی عمر کا تھا، کیونکہ اُس کی داڑھی کا کوئی کوئی بال سفید ہو گیا تھا۔ اجنبی کی طرح وہ بھی اپنے چاروں طرف تاکتا تھا۔ گدھا ہری گھاس جو اُس مرد نے اُس کے آگے ڈال دی تھی کھاتا تھا۔ اور عورت اُس کی پیٹھ پر سوار تھی، جو گاہ بگاہ اپنا بُرقع تھوڑا سا ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھتی اور پھر بُرقع سے اپنے چہرے کو چھپا لیتی تھی۔ آخرکار ایک اور آدمی نے نزدیک آ کر دریافت کیا کہ "کیا تُو یوسف ناصری نہیں ہے؟"

مرد نے جواب دیا، "کہ میں اسی نام سے کہلاتا ہوں اور اے دوست ربّی سموایل تُم پر سلامتی ہو۔"

ربّی نے کہا، "اس کے جواب میں میں بھی تیری سلامتی چاہتا ہوں۔" اور تب کچھ تامّل کر کے اور عورت کی طرف دیکھ کر یہ بھی کہا "کہ تجھ پر تیرے خاندان اور تیرے مددگاروں پر سلامتی ہو ——" یہ کہہ کر اُس نے اپنا داہنا ہاتھ چھاتی پر رکھ لیا، اور تب عورت کی طرف سر جھکایا، جس نے اپنے چہرے پر سے بُرقع کچھ ذرا سا ہٹا لیا تھا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ صرف شروع جوانی ہے۔ اس کے بعد دونوں مردوں نے ہاتھ ملائے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کے ہاتھ



پر بوسہ دیں گے۔ مگر ایک لمحہ بعد انہوں نے ہاتھ چھوڑ کر اپنے اپنے ہاتھ پر بوسہ دیا اور ہاتھ کو پیشانی تک لے گئے۔

بلا تکلّف ربّی نے کہا، "تمہارے چہرے پر اتنی تھوڑی گرد ہے کہ میرا خیال ہے کہ گذشتہ شب کو تم نے ہمارے باپ داؤد کے شہر میں مقام کیا ہوگا؟"

یوسف نے جواب دیا کہ "ہم بیت عنیاہ تک پہنچے تھے کہ شام ہو گئی پس ہم وہیں کی سرائے میں ٹھہر گئے اور علی الصبح کو پھر روانہ ہوئے۔"

"کیا تم یافا کو جاتے ہو؟" "نہیں صرف بیت لحم تک جاویں گے۔"

ربّی نے جس کا چہرہ اب تک کشادہ اور مصاحبانہ تھا، آنکھیں نیلی پیلی کر لیں اور چڑ چڑا کر کہا "ہاں میں سمجھا۔ تم بیت لحم میں پیدا ہوئے تھے اور قیصر کے حکم کے بموجب اپنی بیٹی کو ہمراہ لے کر وہاں جاتے ہو تاکہ محصول کے واسطے اسم نویسی میں شامل ہو۔ بنی اسرائیل تو اُسی طرح ہیں، جیسے کہ یہ فرقے ملک مصر میں تھے۔ صرف اب فرق یہ ہوا کہ نہ کوئی موسیٰ ہے اور نہ کوئی یشوع ہے۔ ہائے بہادر کیوں گر گئے۔"

یوسف نے اپنی طرف با چہرہ بدلے بغیر جواب دیا، "یہ عورت میری بیٹی نہیں ہے" لیکن ربّی اپنے پولیٹیکل خیالات پر قائم رہا، اور اُس جواب کا کچھ لحاظ نہ کر کے دریافت کیا کہ گلیل میں ابدال کیا کرتے ہیں؟"

یوسف نے احتیاط سے جواب دیا، "میں بڑھئی ہوں اور ناصرۃ ایک چھوٹی بستی ہے۔ جس گلی میں میری دُکان ہے وہاں سے کوئی راستہ کسی شہر کو نہیں جاتا۔ لکڑی پھاڑنے اور تختے چیرنے سے مجھے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ مختلف فرقوں کے جھگڑوں میں شامل ہو سکوں۔"

ربّی نے دل سوزی سے کہا، "تم یہودی اور داؤد کی نسل سے ہو۔ مجھے

یقین ہے کہ سوا اُس اشتعال کے جو قدیم رسم کے موافق یہوداہ کو دیا جاتا تم کسی قسم کے محصول دینے سے خوش نہ ہوگے۔"

یوسف خاموش رہا مگر اُس کا رفیق یوں کہنے لگا "میں محصول کی رقم کی تو شکایت نہیں کرتا، کیونکہ ڈیڑھ بس (قریب ۵ آنے ۹ پائی) تو ایک قلیل رقم ہے، لیکن محصول کا مقرر ہونا بُرائی ہے۔ کیونکہ محصول کا ادا کرنا ظلم کا تسلیم ہونا ہے مگر یہ تو مجھے بتاؤ کہ یہوداہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟"

یوسف نے جواب دیا "میں نے اُس کے شاگردوں کو کہتے سنا ہے کہ وہ مسیح ہے۔"

اِس موقعہ پر عورت نے اپنا بُرقع ہٹایا، اور ربی کی نگاہ جو اُس طرف پڑی تو اُس نے ایک نرالا خوبصورت چہرہ دیکھا جس پر شوق کے آثار نمایاں تھے۔ عورت نے شرما کر نقاب پھر ڈال لیا۔ مدبر ملک اپنا مضمون بھول گیا اور کچھ دبی آواز سے کہا کہ "تمہاری بیٹی شکیل ہے۔"

یوسف نے پھر کہا "یہ میری بیٹی نہیں ہے۔ یہ یہوکیم اور حنا بیت لحمی کی بیٹی ہے۔ تم نے تو اُن کی نسبت سنا ہوگا کیونکہ وہ مشہور لوگ تھے۔"

ربی نے تعظیماً کہا "ہاں میں اُن سے واقف تھا۔ وہ تو خاص داؤد کی نسل سے تھے میں اُن سے خوب واقف تھا۔"

ناصری نے جواب دیا "وہ تو اب مر گئے اُنہوں نے ناصرت میں وفات پائی۔ یہوکیم مالدار تو نہ تھا مگر ایک مکان اور باغ چھوڑ گیا کہ اُس کی دونوں بیٹیوں میراں اور مریم میں تقسیم ہو۔ یہ اُن میں سے ایک ہے، اور اس کے ترکے کو بچانے کے واسطے شریعت کے موافق ضرور تھا کہ اپنے قرابتی سے بیاہ کرے۔ اب یہ میری بی بی ہے۔"



"اور تم اُس کے؟"

"اُس کا چچا تھا"

"ہاں میں سمجھا، اور چونکہ تم دونو بیت لحم میں پیدا ہوئے تھے رومی قانون تم کو مجبور کرتا ہے کہ اُس کو اپنے ہمراہ لے جا کر وہاں اپنے نام لکھاؤ۔"

ربی نے ہاتھ باندھ کر اور طیش میں آ کر بہ آواز بلند کہا۔ "اسرائیل کا خدا اب بھی زندہ ہے، اور انتقام لینا اُس کا ہی کام ہے۔" یہ کہہ کر وہ فوراً چلا گیا اور ایک اجنبی نے جو نزدیک کھڑا تھا یوسف کو حیرت زدہ دیکھ کر کہا "ربی سموئیل پُرجوش آدمی ہے۔ یہوداہ بھی اُس سے بڑھ کر تُندخو نہ ہوگا۔"

یوسف اِس کلام کی کچھ پروا نہ کر کے گھاس کو جو گدھے نے زمین پر بکھیر دی تھی جمع کرنے لگا۔ جب جمع کر چکا تو گدھے کی رسی پکڑ کر بیت لحم کے راستے پر پھر روانہ ہوا۔ راہ میں جو مشہور مواقع ملتے تھے، اُن کا بیان کرتا جاتا تھا۔ دھوپ تیزی پر تھی اِس لئے مریم نے نقاب بالکل ہٹا لیا۔ چونکہ اُس کا چہرہ کھلا ہوا ہے اِس موقعہ پر مناسب ہوگا کہ ہم ذرا اُس کے خط و خال کی تصویر ناظرین کے سامنے کھینچ دیں۔

وہ پندرہ برس سے زیادہ عمر کی نہ تھی۔ اُس کی شکل آواز اطوار اُس زمانے کے تھے جو لڑکپن سے جوانی کی تبدیلی کا زمانہ ہے۔ اُس کا چہرہ بیضوی شکل اور رنگ زیتون کی طرح تھا۔ اُس کی ناک الف سی سیدھی اور بےنقص تھی۔ اُس کا مُنہ چھوٹا اور ہونٹ پتلے پتلے اور لال لال تھے۔ اور آنکھیں بڑی اور نیلی، پیشانی چوڑی اور اونچی۔ ابرو خم دار، اُس کی گردن صراحی دار تھی اور اُس پر خوبصورت سر بڑا ہی موزوں معلوم ہو رہا تھا۔ اُس کے سنہری بال جو کسی بات میں ریشمی لچھوں سے کم نہ تھے، اُس کی نازک اور پتلی کمر تک خوبصورتی سے بکھر رہے تھے۔ اُس کی

کل شکل سے عصمت اور عفت ٹپک رہی تھی۔

مسافر ہنوم کی وادی سے گذر کر رفائم کے میدان میں چلے جاتے تھے۔ مریم اکثر اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھاتی، اور اپنے ہاتھ چھاتی پر باندھ لیتی۔ گویا کہ دل ہی دل میں دُعا اور شکرگذاری کرتی ہو۔ چلتے چلتے دُور سے اُن کو بیت لحم یعنی روٹی کا گھر نظر آیا۔ قُرب وجوار کے مشہور مقام یُوسف نے اپنے ہمراہی کو بتائے۔ تب وادی سے گذر کر وہ اُس کنوئیں پر آئے، جہاں سے داؤد کے بہادر جوان اُس کے واسطے پانی پینے کو لائے، مگر اُس نے اُسے خُداوند کے لئے تپایا تھا۔ یُوسف نے جب اُس مُقام پر آدمیوں کا ایک بڑا انبوہ دیکھا تو اُسے فکر پیدا ہُوئی۔ مبادا اُن کے اُترنے کے واسطے شہر میں جگہ نہ ملے۔ پس شتابی کر کے بستی کی سرائے کے آستانے پر پہنچ گیا۔

---

# چھٹا باب

## بیتُ اللحم میں

اس بات کے سمجھنے کو کہ ناصری کو بیت لحم میں کیا کیا دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں، ضرور ہے کہ مشرقی ملکوں کی سرائے کی مفصل کیفیت بیان کی جائے۔ عموماً بڑی بڑی بستیوں میں ایک محکم وسیع احاطہ بغیر پھاٹک یا دروازے کے ہوتا ہے۔ صرف اس بات کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سایہ اور حفاظت ہو، اور پانی



نزدیک ہی مل سکے۔ ہاں بڑے شہروں کے درمیان کے مسافرخانے بڑی بڑی عالیشان عمارات کے ہوتے ہیں، جن کو نیک بادشاہوں نے ثواب یا یادگار کے تیار کروایا ہے۔ یہ عموماً کسی شیخ کی ملکیت سمجھی جاتی ہیں۔ اُسی میں اکثر بازار کارخانے اور قلعے ہوتے ہیں۔ اُسی میں مجلسیں ہوتی ہیں، اور سوداگر اور کاریگر بھی رہتے ہیں، اور مسافر بھی جو آجائے وہ بھی یہیں شب باش ہوتا ہے۔ سرائے میں کوئی محرر یا کوئی ملازم نہیں ہوتا۔ صرف بھٹیارا یا صاحب سرائے دروازے پر رہتا ہے مسافروں کو اپنا کل انتظام خود آپ کرنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اُن کو کچھ کرایہ نہیں دینا پڑتا ہے۔

یُوسف جب دروازے کے کچھ نزدیک پہنچا تو وہاں لوگوں کا ایسا ہجوم تھا کہ سرائے میں داخل ہونا دشوار تھا۔ پس وہ کچھ دُور رُک گیا اور ادھر اُدھر تاکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ایک آدمی اُس طرف سے گذرا جس کو بنی یہودا تصور کر کے یُوسف نے سوال کیا کہ "اے رفیق کیا آپ بتا سکتے ہیں اس ہجوم کا کیا مطلب ہے؟"

اجنبی کچھ خفگی سے اُس کی طرف متوجہ ہُوا، مگر اُس کی سنجیدہ صُورت کو دیکھ کر اُسے سلام کیا اور جواب دیا "اے رفیق تجھ پر سلامتی ہو۔ میں بنی یہوداہ ہُوں اور بیت وگون میں جو دان کی سرزمین میں ہے، رہتا ہُوں۔"

یُوسف نے کہا "وہ بیت وگون جو اُس راستے پر ہے، جو مودن سے یافا کو جاتا ہے؟"

اجنبی نے کچھ خوش ہو کے کہا "تو تم بیت وگون سے ہو کر آتے ہو۔ ہم بنی یہودا کیسے آوارہ گرد ہیں۔ ہیں پرسوں سے یہاں سے چلا گیا۔ اب جو رومیوں کا حکم ہُوا کہ ہر عبری اپنے مولد میں اپنا نام لکھائے؛ اس لئے میں یہاں آیا ہُوں۔"

یُوسف نے سنجیدگی سے جواب دیا کہ "میں اور میری جورو بھی اسی غرض سے آئے ہیں۔"

اجنبی نے کہا: "جس وقت یہ حکم میں نے سُنا تو میں سخت ناراض ہُوا لیکن جب مجھے قدیم پہاڑی، وادی یبستی اور یہاں کے نخلستان اور زیتون کے باغ یاد آئے تو میں نے ظالموں کو اپنے دل میں مُعاف کر دیا اور اپنی جورُو راحیل اور دو بیٹیوں دبورہ اور رسیل کو جو سروں کی نرگس کی مانند ہیں ہمراہ لے کر یہاں آیا۔" اور تب مریم کی طرف نگاہ کر کے کہا۔ "اے ربّی میری جورُو اور بچّے اس زیتون کے درخت کے تلے ہیں جو راستے کے موڑ پر ہے۔ کیا تمہاری جورُو اُن سے ملاقات نہ کرے گی۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ سرائے میں جگہ نہیں ہے اور دروازے پر دریافت کرنا فضول ہے۔"

یوسف نے جواب دیا: "آپ کی مہربانی ہے اور خواہ ہم کو سرائے میں جگہ ملے یا نہ ملے، میری جورُو تمہارے بال بچّوں سے ملاقات کرنے کو ضرور جائے گی مگر ذرا تامّل کیجئے، میں دربان سے دریافت تو کر لوں ایک لمحہ میں واپس آتا ہوں۔" اور تب گدھے کی رسّی اجنبی کو تھما کر آپ بھیڑ میں گھس گیا۔ دربان لکڑی کے ایک بڑے کندے پر بیٹھا تھا۔ ایک برچھی اُس کے پیچھے بنی دیوار سے لگی کھڑی تھی اور ایک بڑا کُتّا اُس کے پیروں کے پاس بیٹھا تھا۔ جب یوسف دربان کے پاس پہنچ گیا تو کہا: "تم پر یہوواہ کی سلامتی ہو۔"

دربان نے جواب دیا: "جو تم مجھ کو دیتے ہو تم کو بھی ملے اور جب ملے تو دو چند تم پر اور تمہارے خاندان پر قائم رہے۔"

یوسف نے کہا: "میں بیت لحمی ہوں۔ کیا ہم کو یہاں جگہ مل سکتی ہے؟"

"نہیں۔"

"ممکن ہے کہ تم نے یوسف ناصری کا ذکر سُنا ہوگا۔ یہ میرے باپ دادوں کا وطن ہے۔ میں داؤد کی نسل سے ہوں۔" یہ کلام یوسف نے کچھ فخریہ کہا کیونکہ اُس



کا خیال تھا کہ اگر اِس کلام سے جگہ نہ ملے گی تو کتنی ہی نقدی کیوں نہ دو جگہ ہرگز دستیاب نہ ہوگی، اور اُس کا خیال صحیح نکلا۔ کیونکہ دربان نے اُٹھ کر کہا: "اے ربّی مجھے نہیں معلوم کہ ہزار برس گذرے یا زیادہ کہ یہ مسافر خانہ تیار ہُوا اور مجھے کامل یقین ہے کہ کوئی نیک مسافر یہاں سے نااُمید نہیں بھیجا گیا، بشرطیکہ سرائے میں گنجائش ہو۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ داؤد کے خاندان والے کو دربان انکار کر سکے۔ اِس لئے میں پھر سلام کرتا ہوں، اور اگر تم مناسب معلوم کرو تو میرے ہمراہ چل کر دیکھو کہ کوئی مکان خالی نہیں ہے۔ نہ تو کوئی کمرہ ہے نہ صحن میں ہی کوئی جگہ ہے۔ بلکہ دیکھو گے تو کوٹھے پر آدمی ہی آدمی ہیں۔ مگر یہ تو بتایئے کہ آپ کب تشریف لائے۔"

"ابھی آیا ہوں۔" دربان نے مسکرا کر کہا: "جو اجنبی تیرے ساتھ رہتا ہے وہ ایسا ہوگا، گویا کہ تمہارے درمیان پیدا ہُوا، اور تو اُس کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو کرتا ہے۔ اے ربّی کیا شرع یہ نہیں کہتی؟"

یوسف خاموش رہا۔

"اگر شریعت یہ کہتی ہے، تو میں اُس کو جو دیر سے آیا ہے کہہ سکتا ہوں کہ تو اپنی راہ جا، کیونکہ ایک دوسرا تیری جگہ لینے کو آ گیا ہے۔" پھر بھی یوسف خاموش رہا۔

"اور فرض کرو کہ میں ایسا کہوں بھی تو پھر یہ جگہ کس کی ہوگی۔ دیکھو تو بہت سے منتظر کھڑے ہیں۔ اکثر ان میں سے دوپہر کو آئے ہوئے ہیں۔"

بھیڑ کی طرف دیکھ کر یوسف نے دریافت کیا: "یہ لوگ کون ہیں، اور اِس وقت یہ یہاں کیوں آئے ہیں؟" "جس حکم سے اے ربّی تم آئے ہو اُسی سے یہ بھی بلاشک آئے ہیں۔ علاوہ ان کے کل ایک قافلہ جو دمشق سے عرب کو جاتا ہے یہاں وارد ہُوا۔ وہ آدمی اور اُونٹ اُنہیں کے ہیں۔"

یوسف نے پھر بھی اصرار سے کہا کہ "احاطہ تو بڑا وسیع ہے۔"

"یہ تو صحیح ہے مگر وہاں تجارت کے مال کا انبار لگ رہا ہے۔"

اِس پر یُوسف نے کچھ گرم جوشی سے کہا: "مجھے اپنی تو اتنی پروا نہیں ہے مگر میرے ہمراہ میری جورُو ہے اور رات کو یہاں ناصرۃ سے زیادہ ٹھنڈ پڑتی ہے پس وُہ میدان میں نہیں ٹِک سکتی۔ کیا بستی میں کوئی جگہ مل سکیگی؟"

لوگوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے دربان نے کہا: "ان لوگوں نے بستی میں خُوب تلاش کی مگر وُہ کہتے ہیں کہ ہر ایک گھر رُکا ہُوا ہے۔"

یُوسف نے کچھ پریشانی کی حالت میں کہا: "شاید تم میری بی بی کے والدین یہویکیم اور حَنّا سے واقف ہوگے۔ وُہ بیت لحم اور میرے موافق داؤد کی نسل سے تھے۔"

"ہاں میں اُن سے بخُوبی واقف تھا۔ وُہ بڑے نیک لوگ تھے۔ اُس وقت میں نوجوان تھا۔"

پھر کچھ دیر تک دربان زمین کی طرف دیکھتا رہا اور تب کہا: "اگر میں تم کو اُترنے کو جگہ نہیں دے سکتا، تو میں تم کو نکال بھی نہیں سکتا۔ اے ربی میں حتی المقدور کوشش کرونگا، کہ تمہارے واسطے کچھ بندوبست کرا دوں۔ تم کتنے آدمی ہو؟"

یُوسف نے سوچ کر کہا: "یہ میری بی بی ہے اور میرا ایک رفیق مع اپنے خاندان کے مقام بیت دگون سے آتا ہے۔ کُل مل کر ہم چھ جان ہیں۔"

"بہت خُوب۔ تم کو رات باہر اندھیرا کرنا پڑے گا۔ شتابی کرو اور اپنے ہمراہیوں کو لے آؤ۔ کیونکہ جب آفتاب پہاڑ کے پیچھے آ جاتا ہے تو رات جلدی آ جاتی ہے، اور تم دیکھتے ہو کہ شام ہو چلی ہے۔"

"میں تم کو بے خانماں مسافر کی برکت دیتا ہُوں جس میں میرا رفیق بھی جلدی شامل ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر خُوشی سے جھپٹ کر مریم اور بیت دگونی خاندان کے پاس آیا اور بہت جلد اُن کو سرائے کے دروازے پر لے آیا۔ ناصری نے



دربان سے مریم کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "یہ میری بی بی ہے اور یہ میرے رفیق ہیں۔"

دربان نے مریم پر جس کا نقاب اُٹھا ہُوا تھا نظر کرکے دل ہی دل میں کہا۔ "نیلی آنکھیں سنہرے بال ایسا نوجوان داؤد بادشاہ دکھائی دیتا تھا جس وقت ساؤل بادشاہ کے رُو برُو وُہ گانے کو گیا تھا۔" تب یُوسف کے ہاتھ سے گدھے کا رسّہ لے کر مریم سے کہا کہ "اے بیٹی تجھ پر سلامتی ہو" اور تب اَوروں کو بھی سلام کرکے یُوسف سے درخواست کی کہ "اے ربی میرے پیچھے پیچھے آؤ۔" یہ کہہ کر وُہ اُن کو سرائے کے صحن میں لے آیا۔ یہاں تجارتی مال کے گٹھوں کے انبار لگے ہُوئے تھے اور پاس ہی اُونٹ گھوڑے اور گدھے بیٹھے ہُوئے تھے، اور اُن کے نگہبان یا تو سوتے یا باری باری حفاظت کرتے تھے۔ اُن کے درمیان سے ایک تنگ راستہ جاتا تھا، اُس سے بہ دشواری بڑھتے چلے گئے۔ کچھ آگے بڑھ کر دربان نے مریم سے کہا کہ وُہ جس غار کو ہم جاتے ہیں، وہاں تمہارے بزرگ داؤد کی اکثر آمد و رفت ہُوئی ہوگی، کیونکہ جس وقت وُہ گلّہ بانی کرتے تھے یہاں اپنی بھیڑوں کو میدان سے حفاظت کے واسطے ضرور لاتے ہوں گے اور جب بادشاہ ہو گئے تو اکثر اس جگہ آرام کرنے کو آتے تھے۔ اُس وقت کی چرنیاں اب تک موجود ہیں۔ راہ کے کنارے یا صحن میں آرام کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ جس جگہ اُنہوں نے آرام کیا وہاں اپنا بستر لگاؤ۔ مگر ہم اُس گھر پر آ گئے جو غار کے دروازے پر ہے۔

ناظرین پر واضح رہے کہ غاروں میں رہنا اُس زمانے کے لوگوں کے واسطے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ یہودیوں کی تواریخ میں جا بجا ہم غاروں کا ذکر پاتے ہیں اور بیت لحم کے قرب و جوار میں تو اکثر ہی غار ہیں جن کو چرواہے اب تک اپنے گلّوں کی حفاظت کے کام میں لاتے ہیں۔ ماسوا یہودیوں کے باپ دادے چھوڑ گئے تھے، اور اِن غاروں کو بھیڑوں کے باڑے اور اصطبل کے طور عموماً کام میں لاتے اور اُن

کے ساتھ خُود بھی رہتے تھے اُور چُونکہ داؤد بادشاہ خُود چرواہا تھا، ہر ایک امر جو اُس سے متعلق تھا اُن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہی دلچسپ تھا۔ جبکہ غار کے دروازے پر پہنچے تو دربان نے دروازے کا اٹر بنگا بنایا اُور یوسف اُور بیت وگونی نے عورتوں کو گدھے سے اُتارا۔ تب دربان کی درخواست پر یہ اندر داخل ہوئے۔ دیکھا تو ایک قدرتی غار غالباً چالیس فٹ لمبا، تقریبا دس فٹ اُونچا اور ۱۲ سے ۱۵ فٹ تک چوڑا ہے جس کے آگے ایک چھوٹا سا گھر مطلوبہ پردے گے ہے۔ روشنی صرف دروازہ سے جاتی تھی جس سے معلوم ہُوا کہ فرش پر کچھ پوال مٹی کے برتن اُور خانہ داری کی چند اشیاء پڑی تھیں۔ دیواروں کے برابر پتھر کی چرنیاں تھیں۔

دربان نے کہا "اندر آؤ۔ جو چیزیں یہاں پڑی ہیں سو مسافروں کے صرف میں آنے کے واسطے ہیں پس جس کی ضرورت ہو لے لو۔" تب مریم سے مخاطب ہوکر کہا "اور تم یہاں آرام کر سکتے ہو۔"

اُس نے جواب دیا "یہ جگہ مُقدس ہے۔"

"پس میں رُخصت ہوتا ہُوں اُور تم سب پر سلامتی ہو۔" یہ کہہ کر وُہ چل دیا۔ اُس کے جانے کے بعد یہ غار کی صفائی میں مصروف ہو گئے تاکہ اُسے رہنے کے قابل بنائیں۔

---

Rev Michael Joseph. Cell # 92 300 7233 854.
yscaljesus@gmail.com yesmicheal@yahoo.co.ul
Evenglist Yousaf Masih. Cell # 92 300 7233 853



# ساتواں باب

## مسیح کی پیدائش

شام کے وقت سرائے میں لوگوں کا شور و غوغا یکایک بند ہو گیا اُور ہر ایک اسرائیلی ہاتھ باندھ کر اُور یروشلیم کی جانب مُنہ کر کے دُعا میں مشغول ہُوا کیونکہ یہ نویں گھڑی تھی جبکہ کوہ موریاہ پر ہیکل میں روزمرہ قربانی گذرانی جاتی تھی اُور سمجھا جاتا تھا کہ خُداوند کی حضُوری وہاں موجُود ہے۔ جب نماز کا وقت ہو چکا تو پھر لوگ روٹی کھانے یا اپنا بستر لگانے لگے۔ شام ہوتے ہی چراغ سب گُل کر دیئے گئے اُور خاموشی ہو گئی، کیونکہ سب سونے کو تیار ہُوئے۔ آدھی رات کے قریب کسی نے چھت پر سے آواز دی "دیکھو بادلوں میں کیا روشنی ہے۔ سب جاگو۔ اُٹھو اُور دیکھو۔" لوگ گھبرا کے سب اُٹھ بیٹھے۔ اُور اُن میں سے بہت سے کوٹھوں پر چڑھ گئے اُور نیچے صحن میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ اُنہیں جو نظر آیا سو یہ تھا کہ آسمان میں نُور کی ایک شعاع ہے، جو بڑے زور سے ترچھی روشن ہے۔ اُس کا اُوپر کا سرا تو نوکدار تھا اُور نیچے کا سرا کسی قدر فراخ چوڑا تھا اُور ایسا معلُوم ہوتا تھا کہ شہر کے جنُوب مشرق کی سمت جو پہاڑ ہے اُس پر ٹھہری ہُوئی ہے اُور اُس کی چوٹی پر ایک زرد گُنبد سا بنا دیا ہے۔ سرائے پر اُس سے اتنی روشنی تھی کہ کوٹھے پر جو لوگ تھے وُہ ایک دُوسرے کا مُنہ دیکھ سکتے تھے۔ اُس ہیبت کو لوگ دیکھ کر ڈر گئے۔

جو کمزور دل تھے سو تھرتھرانے لگے۔ اکثر دبی آواز سے ایک دُوسرے سے پُوچھ
پاچھ کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ ستارا زور سے ٹوٹا ہے۔ کسی کی یہ رائے تھی کہ چرواہوں
نے شیر یا کوئی اَور درندہ جانور دیکھا ہے، اور اُنہوں نے آگ جلائی ہے کہ اُس
کو بھگا دیں۔ دُوسرا کہتا تھا کہ نہیں نہیں۔ اگر یہوداہ کی وادیوں کے کُل جنگل کاٹ
کر جمع کئے جائیں اَور اُن میں آگ لگائی جائے، تو بھی اتنی بڑی اَور تیز روشنی
نہ ہوگی۔ تب ایک بزرگ یہودی نے کہا کہ بھائیو جو ہم دیکھتے ہیں سو وہ سیڑھی
ہے جو ہمارے باپ یعقوب نے خواب میں دیکھی تھی۔ ہمارے باپ داؤد
کا خُداوند خُدا مُبارک ہو۔

قریب ڈیڑھ یا دو میل کے فاصلے پر بیت لحم کے جنوب مشرق کی جانب
کو ایک میدان ہے۔ اُس کے اَور شہر کے درمیان پہاڑی کا ایک سلسلہ ہے۔
اُس کے دامن میں جو وادی ہے، اُس میں گورا چھوٹے شاہ بلوط اَور صنوبر کے
درخت کثرت سے ہیں۔ اَور قرب وجوار میں جو درّے اَور گھاٹیاں ہیں اُن میں زیتون
اَور شہتوت کے پیڑ بہت پائے جاتے ہیں، جو چرواہوں کے گلّوں اَور مویشی کے
کام آتے ہیں۔ ایک گھاٹی میں ایک بڑا قدیم باڑہ ہے، جو بھیڑوں کے کام آتا
ہے۔ کسی زمانے میں جب اِس مُلک پر غنیم نے حملہ کیا تو اِس باڑے کے
مکان بالکل برباد کر دیئے گئے تھے۔ صرف اُس کی چاردیواریں قائم رہیں اُس
کو چوپان غنیمت سمجھتے تھے۔ اِس چاردیواری کی دیواریں آدم قد تھیں ایسا کہ
بعض اوقات کوئی بھُوکا شیر یا چیتا اندر آجاتا اَور بھیڑوں کو تباہ کر دیتا تھا۔
جس رات سرائے پر نُور کی تیز شعاع نظر آئی چھ چرواہے اُس باڑے کے اندر
اپنے گلّوں کی نگہبانی کرتے تھے اَور ایک پاسبان دروازے پر رکھوالی کرتا تھا۔
چرواہے جن کے ہمراہ کُتے تھے آگ جلا کر اُس کے گرد بیٹھے یا لیٹے تھے جب



ایک پہر رات گزر گئی تو چرواہے سو گئے، مگر پاسبان اپنی خدمت پر مُستعد تھا۔
آدھی رات کو جب پہرہ بدلنے کا وقت ہُوا تو پاسبان اندر باڑے کے گیا، مگر ذرا
چل کر رُک گیا، کیونکہ اُس کے گرد ایک بڑی روشنی چاندنی میں یکایک معلوم ہُوئی۔ یہ گھبرا
گیا اَور ستون سا کھڑا رہ گیا۔ روشنی بڑھتی گئی ایسا کہ گرد کی سب چیزیں بخوبی نظر
آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آسمان کی کسی کھڑکی سے نُور نیچے کو بڑی تیزی
سے چمکتا ہے۔ پاسبان گھبرا کر چلّا اُٹھا "اُٹھو جاگو۔" آواز سُنتے ہی کُتے کھڑے
ہو گئے اَور بھونکتے ہُوئے باہر بھاگ گئے۔ چرواہے بھی اُٹھ کھڑے ہُوئے اَور
اپنی لاٹھیاں ہاتھوں میں لے لیں اَور ایک آواز ہو کر دریافت کیا کہ "کیا ہُوا؟" پاسبان
نے بہ آوازِ بُلند کہا کہ "دیکھو آسمان میں آگ لگ رہی ہے۔" یکایک روشنی بشدّت
تیز ہو گئی۔ ایسا کہ چرواہے ڈر کے مارے مُنہ کے بل زمین پر گر گئے۔ اَور ممکن تھا
کہ خوف سے بے ہوش ہو جاتے مگر ایک آواز نے بڑی نرمی اَور شیرینی سے کہا کہ
"مت ڈرو۔" آواز سُن کر اُن کی ہوش کچھ ٹھکانے آئی اَور وہ سُننے لگے۔ آواز
نے اُن سے پھر کہا "مت ڈرو۔ کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خُوشی کی خبر دیتا ہُوں جو
سب لوگوں کے واسطے ہوگی۔ داؤد کے شہر میں آج تمہارے لئے ایک نجات
دینے والا پیدا ہُوا۔ وہ مسیح خُداوند ہے۔" تب آواز ذرا خاموش ہو گئی، مگر یہ
کلام اُن کے دلوں پر نقش ہو گیا۔ کچھ تامل کرکے بشارت دینے والے نے پھر کہا،
"اَور تمہارے لئے یہ پتہ ہے کہ تم ایک لڑکے کو کپڑے میں لپٹا اَور چرنی میں رکھا
ہُوا پاؤ گے۔" نقیب پھر نہ بولا۔ وہ تو خوشخبری دے چکا تھا۔ تاہم وہ رُکا رہا۔ یکایک
وہ نُور جس کا وہ مرکز تھا گلگوں ہو گیا اَور تھرتھرانے لگا۔ سفید پروں کی پھڑپھڑاہٹ
سنائی دی اَور آسمانی لشکر کی ایک جماعت خُدا کی تعریف کرتی اَور ہم آواز ہو کر یہ گاتی
ظاہر ہُوئی۔ "خُدا کو آسمان پر تعریف۔ زمین پر سلامتی اَور آدمیوں سے رضامندی"

ہووے۔" یہ راگ کئی مرتبہ گایا گیا۔ تب بشارت دینے والے نے اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائیں۔ گویا عالم بالا سے منظوری کا خواستگار ہو، اور تب اپنے بازؤوں کو پھیلا کر آہستہ آہستہ نظر سے غائب ہو گیا۔ اُس کے رخصت ہونے کے بعد بھی ہوا میں ہلکی ہلکی اور میٹھی آواز سے اُسی ثنا کے راگ کی آواز آتی رہی کہ "خدا کو آسمان پر تعریف۔ زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہووے۔"

جب چرواہوں کے ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو ایک نے کہا یہ جبرائیل تھا جو خداوند کا پیغام انسان کے پاس لایا تھا۔ کیا اُس نے نہیں کہا کہ "مسیح خداوند پیدا ہوا ہے۔"

دُوسرے نے کہا "اُس نے یہی کہا تھا۔"

"کیا اُس نے یہ بھی نہیں کہا کہ داؤد کے شہر میں پیدا ہوا ہے، جو ہمارا بیت لحم ہے، اور کہ ہم اُس کو کپڑوں میں لپٹا ہوا پائیں گے۔"

"اور چرنی میں رکھا ہوا۔"

پہلے بولنے والے نے ذرا تامل کر کے کہا "بیت لحم میں صرف ایک ہی جگہ ہے جہاں چرنیاں ہیں، اور وہ قدیم سرائے کی غاریں ہیں۔ آؤ بھائیو! چل کے دیکھیں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کاہن و فقیہ تو مدت سے مسیح کے منتظر تھے۔ اب وہ پیدا ہوا ہے، اور خداوند نے ہمیں ایک پتہ دیا جس سے ہم اُسے پہچان سکتے ہیں۔ آؤ ہم جائیں، اور اُسے سجدہ کریں۔"

"مگر گلوں کو کون دیکھے گا؟"

"خداوند انکی حفاظت کرے گا۔ تُو شتابی کر۔" بس وہ اُس باڑے سے چل پڑے اور پہاڑی کا چکر دے کر اور شہر سے گزر کر سرائے کے پھاٹک پر آئے، جہاں صرف ایک آدمی چوکیداری کر رہا تھا۔ اُس نے دریافت کیا کہ "تم کیا ڈھونڈتے ہو؟"



اُنھوں نے جواب دیا کہ "آج رات ہم نے عجیب باتیں دیکھیں اور سُنی ہیں۔"

"ہم نے بھی بڑی باتیں دیکھیں مگر کچھ سُنا نہیں۔ تم نے کیا سُنا ہے؟"

"آؤ احاطے کے غار میں جائیں کہ ہم کو یقین ہو جائے۔ تب ہم تم کو سب کچھ بتا دیں گے۔ ہمارے ہمراہ آکر خود دیکھ لو۔"

"یہ ایک واہیات بات ہے۔"

"نہیں بلکہ مسیح پیدا ہوا ہے۔"

"مسیح؟ تم نے کیونکر معلوم کیا؟"

"آؤ پہلے اُسے چل کر دیکھیں۔"

چوکیدار حقارت سے ہنس پڑا، اور کہا کہ "واہ۔ مسیح۔ مگر تم اُسے کیونکر پہچان لوگے؟"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ آج رات پیدا ہوا ہے، اور ایک چرنی میں رکھا ہے اور بیت لحم میں صرف ایک جگہ ہے جہاں چرنیاں ہیں۔"

"وہ غار ہے۔" "ہاں بس ہمارے ہمراہ آؤ۔"

صحن میں لوگ اب تک بات چیت کر رہے تھے۔ وہ درمیان سے گزر کر غار کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کُھلا ہوا تھا۔ ایک بتی اندر جل رہی تھی اور یہ بلا تکلف اندر چلے گئے۔ چوکیدار نے یُوسف اور بیت وگوئی کو کہا "تم پر سلامتی ہووے۔ یہ چند آدمی ایک لڑکے کی تلاش میں آئے ہیں، جن کا پتہ اُن کو یہ ملا ہے۔ وہ اُسے کپڑوں میں لپٹا ہوا چرنی میں پڑا پاویں گے۔"

کچھ ذرا متفکر ہو کر یُوسف نے آخر کار اُن سے کہا کہ "لڑکا یہاں ہے" اور تب وہ اُن کو ایک چرنی کے پاس لے گیا۔ چراغ لایا گیا اور چرواہے بچے کو دیکھتے ہوئے چپ چاپ کھڑے رہے، مگر چند لمحوں کے بعد چوکیدار نے دریافت

کیا کہ اُس کی ماں کہاں ؟

بیت وگوفی عورت نے بچے کو گود میں لے لیا اور مریم کے پاس جو نزدیک لیٹی ہوئی تھی گئی اور بچے کو اُس کی گود میں دے دیا۔ تب سب چرواہے ماں اور بچے کے گرد جمع ہو گئے، اور ہر ایک نے کہا "یہ مسیح ہے"۔ اس کلام پر سب نے سجدے میں گھٹنے ٹیک دئیے اور ایک نے بار بار یہ کلمے کہے "یہ خداوند ہے اور اس کا جلال زمین اور آسمان سے بالا ہے"۔

یہ سیدھے سادے لوگ جن کو اب ذرا بھی شک نہ رہا، ماں کے جامے کو بوسہ دے کر خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ راستے میں سب کو خبر دیتے جاتے اور فرشتوں کی حمد کا گیت کہ "خدا کو آسمان پر تعریف۔ زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہوئے" گاتے تھے۔

دُوسرے دن یہ خبر چہار طرف پھیل گئی اور لوگوں کا ایک انبوہ کئی دن تک برابر غار میں بچے کو دیکھنے کو آیا۔ ان میں سے اکثر ایمان لائے مگر بہتوں نے صرف ہنسی اور تمسخر کیا۔

---

# آٹھواں باب

## مجُوسی اور ہیرودیس

غار میں بچے کی پیدائش کے گیارہ دن بعد سہ پہر کو تین مجوسی آسلم کی راہ سے یروشلیم کے نزدیک پہنچے۔ جس وقت اُنہوں نے کدرون کے نالے کو عبور کیا تو بہت آدمی



اُن کو راستہ میں ملے جو کھڑے ہو کر اُن کو تعجب سے دیکھتے تھے۔ حالانکہ یروشلیم اُس زمانے میں بڑے بڑے ملکوں کا وسط اور تھا جہاں ہر قوم اور ملت کے لوگ آتے تھے اور جاتے تھے کہ غیر ملک کے لوگوں کا آنا کوئی انوکھی بات نہ سمجھی جاتی۔ باینہمہ اُن تین مجوسیوں کو دیکھ کر ہر ایک کیا بڑا کیا چھوٹا حیرت میں ہوتا تھا۔ مگر یہ حیرت کوئی اس وجہ سے نہ تھی کہ یہ ایک غیر ملک کے آدمی تھے۔ نہ یہ کہ اُن کے اُونٹ بہت بڑے اور بالکل سفید رنگ کے تھے اور نہ اس لئے کہ اُن کی گردنوں میں چاندی کی گھنٹیاں تھیں اور اُن کے کجاوے قیمتی تھے، بلکہ اس سبب سے تھی کہ وہ ایک عجیب سوال کرتے تھے۔ جب یہ یروشلیم کے دمشقی پھاٹک کی راہ پر آئے تو بلطشضر نے سوال کیا "اے نیک لوگو۔ کیا یروشلیم شہر نزدیک ہے؟"

ایک عورت نے جس کی گود میں بچہ تھا، جواب دیا "ہاں نزدیک ہے۔ اگر اُس ٹیلے پر بڑے اُونچے درخت نہ ہوتے تو تم اُس منڈی کے بُرج دیکھ سکتے"۔

تب بلطشضر نے یُونانی اور ہندوستانی کی طرف ذرا دیکھ کر دریافت کیا۔

"یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے کہاں ہے؟"

لوگوں نے ایک دُوسرے کو تاکنا شروع کیا، اور حیرت زدہ سے ہو گئے۔

پس بلطشضر نے پُوچھا کہ :۔

"کیا تم نے اُس کی خبر نہیں پائی ہے؟"

"نہیں"

"تو خیر ہر ایک سے کہہ دو کہ ہم نے اُس کا ستارہ پُورب میں دیکھا ہے اور اُسے سجدہ کرنے کو آتے ہیں"۔ یہ کہہ کر مجوسیوں نے اپنے اُونٹ آگے بڑھائے۔ جیسے جیسے وہ یروشلیم کے نزدیک آتے جاتے تھے، لوگوں کا انبوہ اُن کے پیچھے زیادہ بڑھتا جاتا تھا لیکن یہ بالکل لاپروا تھے۔ بلکہ راہ کے دو طرفہ جو سبزہ اور ہرے

بھرے کھیت یا نخلستان تھے، یا کوئی بستی یا مینار ملتا تھا، وہ اُس پر نگاہ بھی نہ کرتے تھے۔ وہ تو اپنے پیغام میں بالکل محو تھے۔ آخرکار وہ دمشقی پھاٹک پر جہاں تین راستے سکیم، ریحا اور جبعون کے ملتے ہیں جا پہنچے۔ پھاٹک پر ایک رُومی سپاہی تعینات تھا جس وقت بلطشر پہرے والے سے دریافت کرنے کو بڑھا تو مجوسیوں کو ایک بڑی بھیڑ نے گھیر لیا۔ مجوسی نے صاف آواز سے کہا "تُم پر سلامتی ہو"۔ مگر سپاہی نے کچھ جواب نہ دیا۔

"ہم دُور دراز مُلکوں سے اُس کی تلاش میں آئے ہیں، جو یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہُوا ہے، کیا تُم بتلا سکتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟"

سپاہی نے اپنا خود اُوپر اُٹھایا، اور کسی کو بلند آواز سے بلایا۔ داہنی جانب کے ایک کمرے سے ایک افسر باہر آیا، اور بھیڑ کو حکم دیا کہ ہٹ جائے۔ جب لوگوں نے حکم کی تعمیل میں دیر کی تو افسر نے اپنا برچھا گھمانا شروع کیا اور بلطشر کے نزدیک جا پہنچا تو اُس سے دریافت کیا کہ "تم کیا مانگتے ہو"؟

بلطشر نے پھر وُہی سوال کیا۔ "یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے کہاں ہے؟"

افسر نے ہکّا بکّا ہو کر دریافت کیا کہ "کیا ہیرودیس"؟

"ہیرودیس کی تاجداری تو قیصر نے دی ہے"۔ "ہیرودیس نہیں"۔

"پھر یہودیوں کا تو اَور کوئی بادشاہ نہیں ہے"۔

"مگر ہم نے اُس کا جس کی تلاش میں ہم آئے ہیں ستارہ دیکھا ہے، اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں"۔

رُومی افسر بڑا حیران تھا۔ آخر اُس نے کہا "آگے جاؤ، آگے جاؤ۔ میں یہودی نہیں ہُوں۔ یہ سوال جا کر یا تو ہیکل کے فقیہوں سے یا اناس سردار کاہن سے یا خود ہیرودیس سے کرو۔ اگر یہودیوں کا کوئی اَور بادشاہ ہے تو وُہ اُسے پا لیگا"۔ یہ کہہ کر افسر ایک طرف ہٹ گیا، اور مجوسی پھاٹک سے داخل ہُوئے۔ مگر



تنگ گلی میں گھسنے سے پہلے بلطشر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "ہماری نسبت خبر پھیلنے لگی ہے۔ آدھی رات تک تمام شہر کو ہمارے اَور ہمارے پیغام کی خبر مل جائے گی۔ اب ہم سرائے کو چلیں"۔

اُسی شام کو چند عورتیں سوام کے حوض میں سیڑھیوں پر بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں اَور ایک لڑکی جو پانی میں کھڑی تھی بھر بھر کر اُن کو ضرورت کے موافق پانی دیتی تھی۔ اتنے میں دو عورتیں کندھے پر ایک ایک گھڑا اُٹھائے ہُوئے وہاں آئیں۔

نوواردوں میں سے ایک نے کہا "تم پر سلامتی ہووے"۔

عورتوں نے کپڑے دھونا چھوڑ دیا، اَور ہاتھوں سے پانی نچوڑ کر سلام کا جواب دیا۔

نوواردنے کہا "اب تو رات ہو چکی ہے اَور کام چھوڑنے کا وقت ہے"۔

جواب یہ ملا کہ "کام کا تو آخر ہی نہیں ہے"۔

"مگر آرام کرنے کا بھی وقت ہے"۔

"اور خبریں سُننے کا۔ بتلاؤ تو تم کیا خبر لائی ہو؟"

"تو تُم نے کچھ نہیں سُنا؟"

"نہیں"

"لوگ کہتے ہیں کہ مسیح پیدا ہُوا ہے"

"مسیح"؟

"لوگ یُوں ہی کہتے ہیں، بلکہ ہر ایک کی زبان پر یہ خبر ہے"۔

"مگر کوئی یقین بھی کرتا ہے؟"

"آج دوپہر کے بعد سکم کی راہ سے کدرون کے نالے کے پار تین آدمی آئے۔ ہر ایک سفید براق اُونٹ پر چڑھا ہوا تھا جیسے ہیں کہ یروشلیم میں پیشتر

کبھی دکھائی نہیں دیئے سوار تھے۔ اِس کے ثبوت ہیں کہ وہ بڑے تونگر ہیں ہر ایک کے سر پر ریشم کا سائبان تھا۔ اُن کے کجاوے کے بلسوئے اور جھالر سونے کے ہیں، اور اُن کی گردن کی گھنٹیاں چاندی کی جن کی آواز شیریں ہے۔ اُن لوگوں سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُنیا کی انتہا سے آئے ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک بات کرتا ہے اور ہر ایک سے اُس کا یہی سوال ہے۔ "یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے کہاں ہے؟" مگر کوئی اُن کو جواب نہ دے سکا، کیونکہ کوئی اُن کا سوال سمجھتا بھی نہ تھا۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم نے اُس کا ستارہ پورب میں دیکھا ہے اور اُس کے سجدہ کرنے کو آئے ہیں۔" یہی سوال اُنہوں نے شہر کے پھاٹک کے افسر سے کیا اور اُس نے اُنہیں ہیرودیس کے پاس بھیج دیا۔"

"اِس وقت وہ کہاں ہیں؟"

"سرائے میں ہیں۔ سینکڑوں لوگ اُن کو دیکھنے کو گئے ہیں اور سینکڑوں چلے جاتے ہیں۔"

"مگر وہ کون ہیں"؟

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فارس کے ملک کے مجوسی ہیں جو ستاروں سے باتیں کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایلیاہ اور یرمیاہ کے موافق نبی ہوں۔"

"مگر یہودیوں کے بادشاہ کہنے سے اُن کا کیا مطلب ہے"؟

"مسیح سے جو ابھی پیدا ہوا ہے۔"

ایک عورت ہنسی اور یہ کہہ کر پھر کپڑے دھونے لگی کہ "جب میں اُسے دیکھوں گی تب اُس پر ایمان لاؤں گی۔"

دوسری نے کہا "جب میں دیکھوں گی کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے تو تب میں ایمان لاؤں گی۔" تیسری نے کہا کہ "اُس کی آمد کا وعدہ تو مدت سے ہوا ہے



اگر میں دیکھوں گی کہ ایک کوڑھی کو اُس نے چنگا کیا ہے تو میرے لئے بس ہے۔" اِس طور کی باتیں کرتے ہوئے رات پڑ گئی اور تب وہ اپنے اپنے مکان کو روانہ ہوئیں۔

کچھ شام گئی جب رات کا پہلا پہر شروع ہوتا ہے۔ کوہ زیتون کے ایک حصے محل میں ایک خاص مجلس ہوئی۔ اس میں قریب پچاس بزرگ مثلاً سردار کاہن فقیہ فریسیوں کے سرگروہ، مختلف اعتقاد کے مفسر، صدوقیوں کے بزرگ، بحث کرنے والے فریسی اور فریق ایسینیس کے عُلماء شامل تھے۔ ان کا صدر انجمن ہلیل بابلونی تھا جس کی عمر ایک سو چھ برس کی تھی۔ چونکہ نبیوں کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا تھا، اس لئے عالم و فاضل لوگ اس مجلس کے جو سنہیڈرم کہلاتی تھی سردار ہوتے تھے۔ یہ مجلس صرف اُس وقت جمع ہوتی تھی جب ہیرودیس بادشاہ کسی خاص شرعی مسئلے کی بابت اُن سے استفسار کرتا تھا۔ میز پر صدر انجمن کے رُو برو چمڑے کے اوراق جن کا مضمون عبرانی زبان میں لکھا تھا رکھے تھے اور ایک ملازم عُمدہ وردی پہنے ہوئے پیچھے کھڑا تھا۔ کسی معاملے پر مجلس بحث کر چکی تھی۔ پس معزز ہلیل نے ملازم کو حکم دیا کہ "بادشاہ کو جا کر کہہ کہ ہم جواب دینے کو تیار ہیں۔" پیغام پہنچانے کو ملازم روانہ ہوا۔ تھوڑی دیر میں ایک ضعیف شخص جس کی عمر ستر برس کی تھی ارغوانی پوشاک پہنے اور سر پر تاج رکھے کمرے میں آیا۔ یہ ہیرودیس عظیم تھا۔ جسم اُس کا نہایت نحیف اور ایک پیر سے لنگ کرتا تھا۔ اِس لئے ایک عصا کے سہارے چلتا تھا۔ جس وقت میز کے قریب پہنچا تو کچھ رعونت سے دریافت کیا کہ "کیا جواب ہے؟"

شیخ ہلیل نے مجلس کی طرف سے کہا "اے بادشاہ ابراہام اضحاق اور یعقوب کے خدا کی سلامتی تجھ پر ہووے۔ تُو نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ "مسیح کہاں پیدا ہوگا؟"

بادشاہ نے سر ہلا کر کہا کہ "یہی سوال ہے۔"

تو اے بادشاہ اِس مجلس کی طرف سے جو متفق الرّائے ہے میرا یہ جواب ہے کہ وُہ یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوگا۔ اور تب چمڑے کے اوراق کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہوُدیہ کے بیت لحم میں۔"

کیونکہ نبی نے یُوں لکھا ہے کہ "اے بیت لحم یہوداہ کی سرزمین تُو یہوداہ کے سرداروں میں ہرگز کمترین نہیں ہے۔ کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری قوم اسرائیل کی رعایت کریگا۔"

ہیرودیس کے چہرے پر پریشانی نمایاں ہُوئی اور چمڑے کے اوراق کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ دیوان خانے میں بالکل خاموشی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیرودیس پھر کمرے سے چلا گیا اور ہیل نے حاضرینِ جلسہ کو کہا کہ "سب کو رُخصت ہے۔"

جب سب بزرگ چلے گئے تو ہیل نے اپنے بیٹے شمعُون کو جو پچاس برس کی عمر کا تھا، مگر خوب توانا تھا حکم دیا کہ "پاک اوراق کو لے کر خوب احتیاط سے لپیٹو۔" جب اُس نے حکم کی تعمیل کی تو اُس کے سہارے سے اُٹھ کر اور اُس کا کاندھا پکڑ کر آہستہ آہستہ کمرے سے نکل گیا۔

کچھ رات گئی مجوسی سرائے میں لیٹے ہُوئے جاگتے اور آپس میں باتچیت کرتے تھے کہ آئندہ کو رُوح کیا ہدایت کرے گی۔ کیونکہ اب ہم یروشلیم میں تو آ گئے ہیں۔ پھاٹک پر اور راہ میں ہم نے بار بار لوگوں سے دریافت کیا ہے کہ وہ جس کی ہم تلاش کرتے ہیں کہاں ہے۔ اب تو ہم کو صرف اُس کو پانا ہے۔ جب یہ گفتگو کر رہے تھے ایک آدمی نے آکر کہا، "اُٹھو جاگو۔ میں ایک پیغام لایا ہُوں جس کی اسی وقت تعمیل کرنی ضرُوری ہے۔"

وُہ اُٹھ بیٹھے اور مصری نے دریافت کیا "کس کا پیغام ہے؟"

"ہیرودیس بادشاہ کا۔" اس پر تینوں کا دِل تھرانے لگا۔ بلطسر نے پھر



سوال کیا کہ "کیا تم سرائے کے کاروباری نہیں ہو"؟

"میں ہُوں۔"

"بادشاہ ہم سے کیا چاہتا ہے"؟

"اُس کا قاصد باہر کھڑا ہے۔ وُہ اس کا جواب دیگا۔"

"اُس سے کہیئے کہ ہم آتے ہیں۔"

جس وقت کاروباری چلا گیا، تو یُونانی نے کہا "اے بھائی تُم نے سچ کہا تھا۔ ہماری جستجو کرنے کے باعث ہماری شہرت چاراطراف میں پھیل گئی ہے۔ میں انتظار نہیں کر سکتا چلو جلدی چلیں۔"

وُہ اُٹھے اور اپنے کپڑے اور جُوتے پہنے سرائے کے دروازے پر آئے۔ قاصد نے کہا: "میں سلام کرتا ہُوں، اور اس تکلیف کے لئے مُعافی چاہتا ہُوں۔ مگر میرے مالک بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے کہ تُم کو فوراً محل میں لے آؤں، کیونکہ وُہ تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" دروازے میں ایک چراغ جل رہا تھا اور مصری نے کاروباری کے نزدیک جاکر کہا "تم کو معلوم ہے، کہ ہمارے اسباب اور ہمارے اُونٹ کہاں ہیں۔ ہم تو جاتے ہیں، مگر سب کچھ تیار رکھنا، تاکہ اگر ضرورت ہو تو فوراً روانہ ہو جائیں۔"

کاروباری نے جواب دیا کہ "اس کا اطمینان رکھیئے کہ سب بندوبست کر رکھوں گا۔"

بلطسر نے قاصد سے کہا "جو بادشاہ کی رضا ہے سو ہی ہماری ہے، ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔"

پاک شہر کے گلی کُوچے آج کل کے موافق تنگ تھے۔ مگر ایسے ناہموار اور غلیظ نہ تھے۔ کیونکہ داؤد بادشاہ نے شہر کو صرف خُوبصورت ہی نہیں بنایا بلکہ صفائی اور آرائش کا بڑا لحاظ رکھا اور تاکید کی تھی۔ مجُوسی قاصد کے پیچھے پیچھے خاموش گلی

کوچوں سے ہوتے ہوئے محل کے پھاٹک پر آئے، جہاں دو طرفہ انگیٹھیوں میں آگ جل رہی تھی۔ چوبداروں نے اُن کو نشتو کا بکر دالانوں؛ گزرگاہوں اور آستانوں سے گزرتے اور زینوں پر چڑھتے ہوئے ایک بڑے بُرج کے دروازے پر جو کھُلا تھا آ پہنچے۔ یہاں قاصد نے اُنہیں کہا کہ داخل ہو۔ یہ ایک بڑے عالیشان کمرے میں داخل ہوئے جو خوشبوؤں سے معطر اور نہایت قیمتی اسباب سے آراستہ تھا۔ درمیان میں فرش پر ایک عمدہ گدگدا قالین بچھا تھا جس پر ایک تخت رکھا تھا۔ اس پر ہیرودیس بادشاہ بیٹھا تھا جس وقت مجوسی لبِ قالین پہنچے تو سجدہ میں زمین پر جھک گئے۔ بادشاہ نے ایک گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم فوراً حاضر ہوا اور تخت کے روبرو اُس نے تین تپائی رکھ دیں۔ بادشاہ نے فوازشانہ بیٹھنے کا حکم دیا اور تب کہا ''آج دوپہر کو شمالی پھاٹک سے میرے پاس رپورٹ آئی کہ تین مسافر بڑے بڑے اونٹوں پر سوار دور دراز ملک سے آئے ہیں کیا وہ تم ہی ہو؟''

مصری نے یونانی اور ہندوستانی سے اشارہ پا کر مودبانہ سلام کیا اور جواب دیا: ''اگر ہم اور لوگ ہوتے تو ہیرودیس اعظم جس کا نام شہرۂ آفاق ہے ہمیں طلب نہ کرتا۔ ہم ہی وہ مسافر ہیں۔''

ہیرودیس نے دریافت کیا: ''تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ ہر ایک اپنا اپنا جواب دے۔'' تینوں نے اپنی اپنی کیفیت مختصر طور پر بیان کی۔ صرف اپنے وطن اور اُن رستوں کا جن سے یروشلیم آئے ذکر کیا۔ ہیرودیس نے کچھ مایوسی سے پھر سوال کیا: ''تم نے پھاٹک کے افسر سے کیا دریافت کیا تھا؟''

''ہم نے یہ پوچھا تھا کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟''

''اب مجھے معلوم ہوا کہ لوگ کیوں ایسی تلاش میں ہیں۔ تم نے تو مجھ میں شوق پیدا کر دیا کہ کوئی دوسرا بھی یہودیوں کا بادشاہ ہے؟''



مصری نے بے باکانہ جواب دیا کہ ''ابھی حال میں پیدا ہوا ہے۔''

بادشاہ کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑا حیران و پریشان خاطر تھا لیکن اُس نے بہ آوازِ بلند کہا: ''میرے محل میں نہیں۔ میرے محل میں نہیں۔''

''مگر یہ نو پیدا بادشاہ کہاں ہے؟''

ہیرودیس نے کہا کہ ''تم تو میرے پاس ایک ایسا معمہ لائے ہو کہ جو سلیمان کے معموں سے بڑھ کر ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ اب میری وہ عمر ہے جس میں شوقِ تحقیق ایسا ہی بے روک ہوتا ہے جیسا کہ بچوں میں۔ پس مجھے دق کرنا ظلم کی بات ہے۔ مجھے اور کچھ حال بتاؤ اور میں تمہاری ایسی عزت کروں گا جیسا کہ بادشاہ آپس میں کرتے ہیں۔ جو کچھ حالات تم کو اُس نو پیدا بچے کے معلوم ہیں مجھے سب بتاؤ، اور میں اُس کی تلاش میں تمہاری خوب مدد کروں گا اور جب تم اُسے پاؤ گے تو جو تم چاہو گے میں وہی کروں گا۔ میں اُسے یروشلیم میں لے آؤں گا اور بادشاہی فطرت اُسے سکھاؤں گا۔ اُس کی حفاظت اور بزرگی کے واسطے میں قیصر سے اُس کی سفارش کروں گا۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اپنے دل میں حسد کو ذرا آنے نہ دوں گا مگر یہ تو پہلے مجھے بتاؤ کہ حالانکہ تم تینوں کے وطنوں کے درمیان بڑے بڑے سمندر اور لق و دق بیابان ہیں پھر تم تینوں نے اُس کی نسبت کیونکر سنا؟''

''اے بادشاہ میں تم سے سچ سچ کہہ دوں گا۔''

ہیرودیس نے کہا ''بولو۔''

بلطسر نے سیدھے کھڑے ہو کر سنجیدگی سے کہا: ''ایک خدا ہے قادر ہے۔''

ہیرودیس چونک پڑا۔

''اُس نے ہمیں حکم دیا کہ یہاں آئیں، اور اُس نے وعدہ کیا ہے کہ ہم دُنیا کے نجات دہندہ کو پائیں گے۔ ہم اُسے دیکھیں گے اور سجدہ کریں گے اور

گواہی دیں گے کہ وہ آگیا ہے۔ اُس کے نشان کے واسطے ہم تینوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ اُس کی رُوح ہمارے ساتھ ہے۔ اے بادشاہ اُس کی رُوح اب بھی ہم میں بستی ہے۔"

اب تو ہیرودیس کے شک و شبے افزوں ہوئے، اور بے صبری زیادہ بڑھ گئی اور اُس نے کہا "تم مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ نہیں تو مجھے اور زیادہ خبر دو۔ اُس نئے بادشاہ کی آمد کے بعد کیا ہوگا؟"

"انسانوں کو نجات۔"

"کس سے؟"

"بدی سے۔"

"کس طرح؟"

"الٰہی وسائل یعنی ایمان محبت اور نیک اعمال سے۔"

"تو تم مسیح کے ہرکارے ہو کیا کوئی اور بات ہے؟"

بلطسر نے سرنگوں ہو کر کہا "اے بادشاہ ہم تیرے غلام ہیں۔"

بادشاہ نے ایک گھنٹی بجائی جب ملازم رُوبرُو آیا تو اُسے حکم دیا کہ خلعت لاؤ۔ تھوڑی دیر میں ملازم خلعت لے کر آیا اور تینوں کو ایک ایک قرمزی پوشاک اور ایک ایک طلائی ٹیکا دیا۔ مشرقی طریقے کے موافق مجوسی زمین پر جھک گئے۔ جب یہ رسم ختم ہوئی، تو ہیرودیس نے کہا "پھاٹک پر افسر سے اور یہاں بھی مجھ سے تم نے کہا کہ پورب میں تم نے ستارہ دیکھا۔"

بلطسر نے کہا "اُس کا ستارہ۔ ہاں نو پیدا کا ستارہ دیکھا۔"

"کس وقت یہ ستارہ نظر آیا؟"

"جس وقت یہ ہم کو حکم ہوا کہ یہاں آئیں۔"



اس پر ہیرودیس تخت سے اُٹھا اور بڑے التفات سے کہا "اے والا قدر لوگو! میں یقین کرتا ہوں کہ تم فی الواقع مسیح کے جو حال میں پیدا ہوا ہرکارے ہو۔ سنو کہ آج رات میں نے یہودیوں کے فقیہوں اور عالموں سے مشورہ کیا ہے۔ وہ سب ایک زبان کہتے ہیں کہ وہ یہودیوں کے بیت لحم میں پیدا ہوگا۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ وہاں جاؤ اور اُس بچے کی خوب تلاش کرو، اور جب تم اُسے پاؤ تو آکر مجھے بھی خبر دو، تاکہ میں بھی جا کر اُسے سجدہ کروں۔ تمہارے سفر میں کسی نوع کی رُکاوٹ نہ ہوگی۔ تم پر سلامتی ہووے۔" یہ کہہ کر ہیرودیس کمرے سے چلا گیا۔ فوراً ہی اُن کا رہبر آیا اور اُن کو محل سے باہر بازار میں سے ہو کر سرائے کے دروازے پر لے آیا۔ دروازے پر یونانی نے ایک جوش سے کہا "اے بھائیو جیسے بادشاہ نے صلاح دی ہے۔ آؤ بیت لحم کو چلیں۔"

ہندوستانی نے کہا "ہاں رُوح مجھ میں جوش مارتی ہے۔"

بلطسر نے بھی ایسے ہی جوش سے کہا "ایسا ہی ہووے اونٹ تیار ہیں۔"

سرائے کے کاروباری کو انعام دے کر وہ اونٹوں پر سوار ہوئے اور یافا کے پھاٹک کی راہ دریافت کر کے روانہ ہوئے۔ جس وقت پھاٹک پر پہنچے تو بلاوقت وہ اُن کے لئے کھولا گیا اور اُنہوں نے بھی وہی راستہ لیا جس سے یوسف اور مریم گئے تھے۔ جب وہ ہنوم کی وادی سے گذر کر رفائیم کے میدان میں پہنچے تو ایک روشنی نظر آئی جو شروع میں بڑی ہلکی تھی مگر رفتہ رفتہ ایسی تیز ہوگئی کہ اُس کی جھلک کے مارے اُنہوں نے آنکھیں بند کر دیں۔ جب آنکھیں کھولیں تو دیکھو کہ ایک ستارہ اُن کے آگے آگے چلتا ہوا نظر آیا۔ اُنہوں نے فوراً ہاتھ جوڑ لئے اور خوشی کے مارے زور سے چلاتے تھے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور وجد میں آکر بار بار یہی پکارتے تھے۔

---

# نواں باب

## طفلِ مسیح

رات کا تیسرا پہر تھا اور بیت لحم میں مشرق کی سمت پہاڑوں پر پَو پھٹنے لگی تھی۔ وادی میں ابھی تاریکی تھی۔ نگہبان قدیم سرائے کی چھت پر ٹھنڈی ہوا میں کپکپا رہا تھا اور اِس کا مشتاق تھا کہ کب کامل شفق ہو اور مَیں گھر کو جاؤں کہ یکایک اُس نے دیکھا کہ ایک بڑی روشنی پہاڑی کی جانب سے سرائے کی طرف چلی آتی ہے۔ اوّل تو اُس نے خیال کیا کہ کوئی شخص مشعل ہاتھ میں لئے آتا ہے۔ پھر اُس نے سمجھا کہ کوئی تارہ ٹوٹا ہے مگر روشنی بڑھتے بڑھتے ایک تابدار ستارہ بن گئی۔ نگہبان نے خوف کھا کر لوگوں کو آواز دی۔ لوگ دَوڑ کر کوٹھوں پر چڑھ گئے۔ جو کمزور دِل تھے سو ہاتھ جوڑ کر اور گھٹنے ٹیک کر دُعا مانگنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام سرائے میں روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ جب لوگوں نے کچھ جُرأت کر کے اُوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک روشن ستارہ ٹھیک اُس غار کے اُوپر جہاں لڑکا پیدا ہُوا تھا تھم گیا ہے۔

جب سرائے کے لوگوں میں یہ کھلبلی مچ رہی تھی تو مجوسی آ پہنچے اور پھاٹک پر اپنے اُونٹوں سے اُترے اور کاروباری کو آواز دینے لگے کہ دروازہ کھولے۔ جب کاروباری کے ہوش و حواس کچھ درست ہُوئے تو اُس نے اڑبنگے اُتارے اور پھاٹک کھول دیا۔ مجوسیوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ "کیا یہ یہودیہ کا بیت لحم ہے"؟ اِتنے میں کچھ اور آدمی آگئے، اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ "یہ تو سرائے



ہے۔ شہر کچھ آگے تھوڑے فاصلہ پر ہے"۔

"کیا یہاں حال میں کوئی لڑکا پیدا ہُوا ہے"؟

کئی ایک نے جواب دیا "ہاں ہُوا ہے"۔

یُونانی نے کچھ بیقراری سے کہا۔ "ہمیں اُس کے پاس لے چلو"۔

بلطشر نے کہا "ہمیں اُس کے پاس لے چلو کیونکہ ہم نے اُس کا ستارہ یہی ستارہ جو تم دیکھ رہے ہو پُورب میں دیکھا ہے اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں"۔ ہندوستانی نے ہاتھ جوڑ کر با آوازِ بلند کہا "خُدائی الحقیقت زندہ ہے جلدی کرو۔ شتابی کرو۔ نجات دہندہ پایا ہے۔ ہم سب لوگوں سے زیادہ مُبارک ہیں"۔

لوگ مجوسیوں کی آمد کی خبر پاکر کوٹھوں سے اُتر آئے، اور اُن کے ہمراہ غار کی طرف گئے۔ جیسے جیسے یہ غار کے قریب ہوتے جاتے تھے ستارہ اُوپر اُٹھتا جاتا تھا۔ جس وقت دروازے پر پہنچے تو بہت دھیما ہوگیا اور جُونہی وہ غار میں داخل ہُوئے ستارہ غائب ہوگیا۔ جن لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی اُن کو یقین ہوگیا کہ اِس ستارہ اور اجنبیوں سے اور اُس لڑکے سے جو غار میں پیدا ہُوا ہے ایک الٰہی تعلق ہے۔ جب غار کا دروازہ کُھلا تو لوگ ہجوم کر کے اندر گھس گئے۔ کمرے میں ایک چراغ روشن تھا۔ ماں اپنے لڑکے کو جو جاگتا تھا، گود میں لئے بیٹھی تھی۔

بلطشر نے مریم سے دریافت کیا "کیا یہ تیرا لڑکا ہے"؟

مریم نے جس نے ساری باتوں کو جو اُس کے بچّے سے متعلق تھیں اپنے ہی دل میں رکھا تھا، لڑکے کو ہاتھ پر اُونچا کر کے کہا "یہ میرا بیٹا ہے"۔ مجوسیوں نے گھٹنے ٹیک کر اُسے سجدہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر اپنے اُونٹوں کے پاس گئے اور

سونا لوبان اور مُر کا نذرانہ لا کر بچے کے رُوبرو رکھا، اور تعظیم و تکریم کی کلام کہی
جس کا پاک انجیل میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ ہم ہندو لوگ جانتے ہیں، کہ پاک دِلوں
کی پاک پرستش جیسی آج کل ہے ویسی ہی اُس زمانے میں بھی تھی۔

یہ وُہ نجات دہندہ تھا جس کی تلاش میں یہ مجُوسی دُور دراز مُلک سے آئے
تھے، اور جس کے بغیر کسی شک و شُبہ کے اُنہوں نے پرستش کی۔ مگر اُنہوں نے
کیوں ایسا کیا؟ اِس لئے کہ اُن کا ایمان اُن نشانوں کی وجہ سے مستقیم ہوگیا تھا، جو خُدا
باپ نے اُن کو دکھلائے تھے۔ اور اُن کو کامل یقین تھا کہ اُس کے وعدے
کامل و وافی ہیں اور ہم کو مناسب نہیں کہ اُس کے وسیلوں میں کسی نوع کا سوال
کریں۔ صرف مریم، یُوسف، چرواہوں اور اُن تین مجُوسیوں نے نشان دیکھے اور
خُداوند کے وعدے سُنے اور سب پُورا پُورا ایمان لائے۔ نجات کی تدبیر کے اُس
زمانے میں خُداوند سب کچھ تھا اور نو پیدا بچہ کچھ بھی نہ تھا مگر اے ناظرین آگے
کو نگاہ دوڑاؤ۔ ایک وقت آئے گا جب کہ کُل نشان بیٹے سے ملیں گے۔ مُبارک ہیں
وُہ جو اُس وقت ایمان لائیں گے۔ ہم کو صرف صبر سے انتظار کرنا چاہیئے۔

---

# دسواں باب

## یلیس سلاّ اور یہوُدا

اکیس[٢١] برس گذر گئے ہیں اور ہیرودیس گرٹیس یہُودیہ کے شاہی حاکم کی عملداری
کا شروع ہے۔ اِس عرصے میں یروشلیم کی سیاستِ ملکی میں بڑی بڑی تبدیلیاں



واقع ہوئیں۔ ہیرودیس اعظم بچے کی پیدائش سے ایک سال کے بعد مر گیا۔
خیال تو یُوں کیا جاتا ہے کہ الٰہی غضب نے اُسے آلیا۔ اُس کی بڑی تمنا
یہ تھی کہ سلطنت کو اپنے خاندان میں قائم رکھے۔ اسی مقصد سے اُس نے اپنی
اپنی وصیت میں اپنے مُلک کو اپنے تین بیٹوں انتیپاس، فیلپس اور ارکلاؤس کے
درمیان تقسیم کیا اور ارکلاؤس کے لئے وصیت کی کہ وہ بادشاہ کہلائے۔ لیکن
لازمی تھا کہ اُس وصیت نامے کی تصدیق قیصر اگستس سے کی جائے۔ اُس نے
تصدیق تو کی مگر یہ شرط لگائی کہ تاوقتیکہ ارکلاؤس اپنی قابلیت اور وفاداری
کے ثبوت نہ دے وہ بادشاہ نہ کہلائے۔ تاہم اُسے چوتھائی کے حاکم کا خطاب دیا۔
اُس نے نو برس حکومت کی پر چُونکہ بدا طوار تھا اور فساد اور بغاوتوں کو نہ روک سکا
وُہ مُلک گال کو بطور جلا وطن کے بھیج دیا گیا۔

قیصر نے صرف ارکلاؤس کو جلا وطن ہی کرنے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اُس
نے یہُودیہ کو ایک رُومی صوبہ بنا کر اُسے سوریہ کے ناظم مُلک کے قلمرو میں شامل کر دیا۔
سو بجائے اِس کے کہ اُس محل میں سے جو ہیرودیس کو وِرثوں پہ چھوڑ گیا تھا،
کوئی بادشاہ حکومت کرے، اب یروشلیم میں ایک درجہ دوم کا افسر جو صُوبہ کہلاتا
تھا حکومت کرتا تھا اور سُوریہ کے نائب سلطنت کی وساطت سے جو انطاکیہ میں
رہتا تھا قیصر رُوم سے مراسلت کرتا تھا۔ یہُودیوں کو ذلیل کرنے کی نیت سے
قیصر نے یہ بھی حکم دیا کہ صُوبہ شہر یروشلیم میں نہیں، بلکہ قیصریہ میں سکُونت اختیار کرے
بلکہ اُن کو زیادہ حقیر کرنے کے لئے اُس نے سامریہ کے مُلک کو جس کے باشندوں
سے یہُودی لوگ نفرت کرتے تھے مُلک یہُودیہ میں شامل کر دیا۔

اِن سب مصیبتوں اور ذلتوں میں یہُودی قوم کے لئے صرف یہ ایک تسلّی تھی
کہ ہیرودیس کا جو محل تھا اُس میں سردار کاہن بُود و باش کرتا تھا، جہاں اُس

نے ایک دربار کی سی صورت بنا رکھی تھی، مگر اُس کی حکومت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ کسی جرم کا فتویٰ دینا صرف صوبے کا اختیار تھا۔ رُومی قانون کے موافق عدالت تھی۔ محل کے ایک حصے میں رُومی تحصیلدار بھی اپنے عملے کے ہمراہ رہتا تھا۔ لیکن یہودی لوگ اپنے دل کو یوں تسلی دیتے تھے کہ محل میں حاکم اعلیٰ تو یہودی ہے۔ اُس کی موجودگی اُن لوگوں کو انبیاء کے عہدا اور وعدوں کو اور اُس زمانے کو جبکہ یہودا خود اُس قوم کی بزرگوں کے بیٹوں کے وسیلے حکومت کرتا تھا یاد دلاتی تھی۔ اُن کے واسطے گویا یہ ایک نشان تھا کہ خداوند نے اُن کو بالکل ترک نہیں کر دیا ہے اور وہ صبر سے اُس وقت کے منتظر تھے، جب کہ یہودا کا بیٹا کل اسرائیل پر حکومت کرے گا۔

ملک یہودیہ کو رُومی صوبہ ہوئے صرف آٹھ برس ہوئے تھے۔ اس عرصے میں رُومی حاکموں نے بخوبی معلوم کر لیا کہ گو قوم یہود بڑی متکبر ہے لیکن اگر ہم اُن کے مذہبی معاملوں میں دست اندازی نہ کریں گے، تو وہ کامل طور پر مطیع رہیں گے۔ یہ گر تمیس سے پہلے جو رُومی حاکم ہوئے تھے، اُنہوں نے بھی برتاؤ رکھا۔ لیکن گرٹمیس حاکم کا اوّل یہ کام تھا کہ اُس نے اناس کو سردار کہانت سے برطرف کر کے اُس کا عہدہ اسمٰعیل بن فیبس کو دیا۔ اُس کی تقرری کے ایک مہینے بعد خبر آئی کہ رُومی حاکم اسمٰعیل کی ملاقات کے واسطے یروشلیم کو آئے گا، اور اپنے ہمراہ ایک بڑی فوج لائے گا۔

ماہ جولائی میں دوپہر کو جب کہ دھوپ خوب تیزی پر تھی، کوہ زیتون کے مذکورہ بالا محل کے بڑے باغ میں ایک چشمے کے پاس گھنے سایہ میں بیٹھے ہوئے دو نوجوان بڑی سرگرمی سے گفتگو کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک قریب اُنیس اور دوسرا قریباً سترہ برس کا تھا۔ دونو خوبصورت تھے اور ظاہرا



یوں دکھائی دیتے تھے، گویا سگے بھائی ہیں۔ دونوں کی آنکھیں اور بال سیاہ تھے، مگر رنگ گندمی۔ لیکن بڑے کی پوشاک سے صاف ظاہر تھا کہ ایک اعلیٰ خاندانی رُومی تھا، کیونکہ تھوڑا ہی عرصہ پہلے اُس کے باپ کو قیصر اگسٹس نے یہودیہ میں خراج اور محصول وصول کرنے کے واسطے مقرر کیا تھا اور اُسی عہدے کی وجہ سے سردار کاہن کے محل کے ایک حصے میں رہتا تھا۔ جوان میس سلّا کو اپنی قومیت اور مرتبے کا بڑا فخر تھا۔ اُس کی پیشانی اونچی اور تنگ تھی۔ اُس کی ناک طوطے کی چونچ کی مانند خمدار، اُس کے ہونٹ پتلے اور اُس کی آنکھوں سے سرد مہری ٹپکتی تھی۔

میس سلّا کا ہمراہی اکہرے ململ کا سر سے پیر تک سفید جامہ پہنے تھا۔ اُس کی پوشش سے ہر ایک کہہ سکتا تھا کہ وہ قوم یہود سے ہے۔ اُس کی پیشانی اونچی اور کشادہ۔ اُس کی ناک لمبی اور نتھنے چوڑے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور رسیلی۔ اُس کی ٹھوڑی گول۔ ہونٹ پتلے پتلے اور رُخسارے سُرخ تھے۔ اُس نے نرم آواز سے میس سلّا رُومی سے یونانی زبان میں دریافت کیا۔

"کیا تم نے نہیں کہا کہ رُومی حاکم کل آ جائے گا؟"

میس سلّا نے جواب دیا "ہاں کل آ جائے گا۔"

"تم کو یہ خبر کس سے ملی"؟

"میں نے اسمٰعیل محل کے نئے حاکم کو جس کو تم سردار کاہن کہتے ہو کل رات اپنے والد سے یہ کہتے سنا تھا، اور آج صبح ایک صوبہ دار قلعے سے آیا اور اُس نے مجھے خبر دی، کہ اُس کی آمد کی بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ زرہ ساز خود اور سپروں پر صیقل اور عقابوں اور گرزوں پر ملمع کر رہے ہیں، بلکہ قلعے کے وہ کمرے جو مدت سے بند تھے، اب صاف اور درست کرائے جاتے ہیں۔ کے

یہودا اسی باغ میں ہماری اور تمہاری آخری ملاقات ہوئی تھی، جب تم نے مجھے دُعا دی تھی کہ خداوند کی سلامتی تمہارے ساتھ ہو اور میں نے کہا تھا کہ دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔ کیا تم کو یہ بات یاد ہے؟ بھلا کتنے برس گذرے ہوں گے؟"

یہودا نے حوض کے پانی پر نگاہ کرتے ہوئے کہا: "پانچ برس۔"

"تم کو بڑا شکر گذار ہونا چاہیئے، کیونکہ اِس عرصے میں تم جوان اور خوش رُو ہو گئے ہو۔ بلکہ یونانی تم کو خوبصورت کہیں گے۔ مگر اَے یہودا یہ تو بتاؤ کہ رُومی حاکم کی آمد کا تم کو کیوں اتنا خیال ہے؟"

یہودا نے سائل پر نگاہ گاڑ کر سنجیدگی سے یہ جواب دیا: "ہاں پانچ برس گذرے ہیں۔ وہ وقت جب تم اور ہم جدا ہوئے مجھے خوب یاد ہے۔ تم رُوم کو گئے، میں نے تم کو روانہ ہوتے دیکھا، اور میری آنکھوں سے آنسو بہے۔ کیونکہ میں تم سے محبت رکھتا تھا، اور پانچ برس گذر گئے اور تم خوش ادا، مہذب اور عظیم الشان بن کر واپس آئے ہو۔ منشی سے نہیں کہتا۔ مگر کاش کہ تم وہی میس سلّا واپس آتے جیسا کہ گئے تھے۔"

"اَے دوست یہ بتا کہ کس بات میں تبدیل ہو گیا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے شہر رُوم میں ایک نامی گرامی منطقی کو یہ کہتے سُنا تھا کہ اس سے پیشتر کہ تم اپنے حریف کو جواب دو، یہ تو سمجھ لو کہ اُس کا کیا مطلب ہے۔ پس میں پہلے تمہارا مطلب تو سمجھ لوں۔"

یہودا کے رُخساروں پہ گلابی چھا گئی، مگر اُس نے استقلال سے جواب دیا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ رُوم کے مشہور و معروف اُستادوں سے تم بحث سالم، شائستگی اور وضعداری حاصل کر لی ہے، تم بڑے عالموں کے موافق گفتگو کرتے ہو، مگر تمہارا کلام نیش زن ہے۔ رُوم کو جانے سے پیشتر میرے میس سلّا کی طبیعت میں بدگمانی اور سختی نہ



تھی۔ اُس وقت وہ کسی صورت سے اپنے دوست کو آزردہ نہ کرتا تھا۔

میس سلّا نے مسکرا کر کہا: "لیکن میں نے کس بات سے تم کو آزردہ کیا؟"

یہودا نے ایک لمبی سانس بھر کر کہا: "اِن پانچ برس کے عرصہ میں میں نے بھی کچھ تھوڑی سی تعلیم پائی ہے۔ ممکن ہے کہ ہلیل تمہارے مشہور و معروف منطقی کے برابر نہ ہو اور اس میں شک نہیں کہ شمعون اور شمی تمہارے نامی گرامی اُستادوں کے ہمسر نہیں۔ کیونکہ جو اُن کے قدموں کے پاس بیٹھ کر تعلیم پاتے ہیں اُن کو صرف خدا، شریعت اور اسرائیل کا علم سکھلایا جاتا ہے، جس کا اثر محبت اور تعظیم ہے۔ میری تعلیم نے مجھے یہ بتلایا ہے کہ ملک یہودیہ اب وہ نہیں ہے جو کسی زمانے میں تھا: ایک خود مختار بادشاہت اور ایک باجگذار صوبے میں بڑا فرق ہے۔ میں سامری سے بھی زیادہ کمینہ اور خوار ہوں جو میں اپنی قوم کی ذلّت دیکھ کر ملول نہ ہوؤں۔ شرع کے موافق اسمٰعیل سردار کاہن نہیں ہے اور جب تک شریف اناس جیتا ہے وہ ہو بھی نہیں سکتا۔"

میس سلّا نے تمسخر سے ہنس کر کہا: "اب میں سمجھا تم سمجھتے ہو کہ اسمٰعیل ایک دست دراز ہے۔ اِس لئے کہ تمہاری شریعت کے موافق مقرر نہیں ہوا۔ مشتری کی قسم کُل انسان اور کُل اشیا بلکہ آسمان و زمین تبدیل ہو جائے، مگر ایک یہودی ہرگز نہیں بدلتا۔ اُس کے واسطے نہ تو ترقی اور نہ تنزل ہے۔ جو ابتدا میں اُس کے باپ دادے تھے، اب بھی وہی ہے۔ دیکھو میں اِس ریت پر دائرہ کھینچتا ہوں۔ اب بھلا بتاؤ تو کہ اس سے بڑھ کر یہودی کی زندگی کیا ہے؟ صرف وہ ایک دائرے میں محدود ہے۔ ابراہام یہاں، اضحاق اور یعقوب اُس طرف اور خدا بیچ میں۔ اس کے باہر کوئی امر بھی قدر کے لائق نہیں ہے۔ صنائع، مصوری، نقاشی اور سنگ تراشی تمہارے درمیان گناہ ہے۔ شاعری تو صرف تمہاری قربان گاہوں سے

بندھی ہے۔ فصاحت تو صرف تمہاری عبادت گاہوں میں سُنی جاتی ہے۔ جنگ میں جو تُم
چھ دن میں فتح کرتے ہو، اُسے ساتویں دن کھو دیتے ہو۔ تُمہاری زندگی کا دَور تو
صرف یہی ہے۔ پس اگر میں تُم پر ہنسُوں تو کون مُجھے کُچھ کہے گا اور پھر تُمہارا خُدا ہمارے
رُومی مشتری کے مقابلے میں کیا ہے۔ ہمارا دیوتا ہمیں عقاب دیتا تاکہ ہم اپنے بازُو
سے تمام عالم کو گھیر لیں۔ اُن اُستادوں کے مقابلے میں جو تمام خُدائی کے علُوم اور
فنُون کی تعلیم دے سکتے ہیں بھلا تُمہارے ہلیل و شمعون اور شمعی وغیرہ کیا ہیں۔"
یہُودی کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور وہ چلے جانے کو اُٹھا، مگر میس سلا نے اپنا
ہاتھ بڑھا کر اُسے روکا اور کہا "اے یہُودا بیٹھو ابھی مت جاؤ۔"
"تُم مجھے ہنسی میں اُڑاتے ہو۔"
رُومی نے تمسخر سے ہنس کر کہا "ذرا اور صبر کرو۔ مُجھے خیال ہے کہ
تُم اپنے باپ دادوں کے قدیم مکان سے چل کر میری مُلاقات کو آئے ہو تاکہ اگر
ممکن ہو تو بچپن کی محبّت کو از سرِنو تازہ کرو۔ میرے اُستاد نے مُجھے آخری نصیحت
یہ کی تھی کہ جاؤ اور مشہُور ہونے کی کوشش کرو۔ یاد رکھنا کہ جلادِ فلک حکومت کرتا
ہے اور حضرتِ عشق کی آنکھیں کُھل گئی ہیں۔ اس کلام سے اُس کا مطلب یہ تھا
کہ محبت کُچھ نہیں، اور جنگ سب کُچھ ہے۔ رُوم میں یہی کیفیت ہے۔ نکاح
طلاق کی اوّل منزل ہے۔ عفّت تاجروں کا بیش بہا گوہر ہے۔ دُنیا ایک ہی طرز
پر چلی جاتی ہے۔ پس آئندہ کے واسطے میرے لئے محبت تو بالائے طاق اور
جلادِ فلک کا جوش و خروش ہوگا۔ میں تو سپاہی ہُوں گا اور تُم اے یہُودا! مجھے
تُم پر ترس آتا ہے۔ تُم کیا بن سکتے ہو۔ اے یہُودا مُجھے تُم پر ترس آتا ہے۔ تمہاری
زندگی کا مُدعا اور مقصد کیا ہے۔ صرف یہ کہ کالج سے کسی عبادت خانے میں مقرّر
ہو جاؤ۔ وہاں سے ہیکل کی خدمت حاصل کرو، اور کسی حجّت سے سنہدرم مجلس کے



ممبر ہو جاؤ۔ تُمہارے لئے یہ سب سے اعلیٰ اور عُمدہ فضیلت ہے۔ مگر دیکھو
میرے واسطے دُنیا کُھلی ہے۔ سمُندر میں ایسے جزیرے ہیں جو ابھی تک کسی نے دریافت
نہیں کئے۔ شمال میں قومیں ہیں جنہیں ابھی تک کسی نے نہیں دیکھا۔ سکندرِ عظیم
مشرق تک گیا، مگر کامل فتح یابی حاصل نہیں کی۔ یہ سب موقعے رُومی کے لئے ممکن
ہیں۔ میں بھی کئی مہمّوں کو فتح کرُوں گا اور آخر کو ناموری حاصل کر کے ممکن ہے
کہ یہُودیہ میں حاکم مقرّر ہو جاؤں۔ جب میں کورنیرِس حاکم کا جانشین ہو جاؤں گا،
تو اے یہُودا! میں تُم کو بھی مالا مال کر دُوں گا۔"
یہُودا نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ بہت تھوڑے ہیں جو اپنی آئندہ
زندگی کو ہنسی میں اُڑا سکتے ہیں، اور تُم نے اے میس سلا مجھے قائل کر دیا ہے
کہ میں اُن میں سے ایک نہیں ہُوں۔"
رُومی نے جس کی آنکھیں بڑی روشن تھیں کہا "اے یہُودا شاید میں نے
تُم سے بہت کُچھ وعدہ نہیں کیا جس وقت میں حاکم ہو جاؤنگا اور مُلک یہُودیہ سے
مالدار ہو جاؤنگا، تو تُم کو سردار کاہن مقرّر کرُوں گا۔"
یہُودا خفگی سے چلنے کو تیار ہُوا مگر میس سلا نے درخواست کی کہ ابھی نہ
جاؤ۔ دُھوپ بہت تیز ہے، اس لئے آؤ سائے میں ہو جائیں۔
یہُودا نے رُوکھے پن سے جواب دیا "بہتر ہوگا کہ میں رُخصت ہوؤں۔
کاش کہ میں نہ آیا ہوتا۔ میں ایک دوست کی تلاش میں آیا تھا، مگر میں نے"
میس سلا نے جلدی سے جواب دیا "ایک رُومی پایا۔"
یہُودا بڑا ضبط کر کے چلا گیا۔ میس سلا بھی اُٹھا اور لبادہ کو اپنے کاندھے
پر ڈال لیا اور اُس کے پیچھے گیا۔ جب برابر آگیا تو اپنا ہاتھ اُس کے کاندھے پر
رکھ کر اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

سب ہم زندہ تھے تو اسی طرح ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ آؤ اسی طرح پھاٹک تک جائیں۔ مگر اے یہودا یہ تو بتاؤ کہ جس وقت میں نے یہ کہا تھا کہ مجھے اُمید ہے کہ ایک روز میں ضعیف کونیوس کا جانشین ہوں گا تو تم کیوں اتنے غصّہ ہوئے۔ تم نے شاید خیال کیا ہوگا کہ میں تمہارے ملک یہودیہ کو لوٹ کر اپنے تئیں دولتمند بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ بالفرض یہی بات ہے تو جو کوئی اور رومی کریگا اگر میں کروں تو کیا ڈر ہے ؟"

یہودا نے کچھ رُک کر کہا "مگر رومیوں سے پیشتر اور رومیوں نے بھی تو یہودیہ میں سلطنت کی پر اب جس سے اب وہ کہاں ہیں ؟ لیکن یہودیہ تو اب بھی موجود ہے جیسا گذشتہ زمانے میں واقع ہوا آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا"

رومی نے کہا "اے یہودا۔ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ میں سپاہی بنوں گا۔ تم بھی سپاہی کیوں نہ بنو۔ موسیٰ اور اُس کی روایتوں کی حماقت ترک کر دو۔ دیکھو کہ اِس زمانے میں رُوم ہی دُنیا ہے۔ اگر یہودیہ کی نسبت کسی سے دریافت کرو گے۔ تو وہ یہی کہے گا جو رُوم اُسے بنانا چاہے وہی بنی رہے گی" یہ گفتگو کرتے وہ پھاٹک تک آ پہنچے۔ یہاں یہودا رُک گیا اور نہایت آہستہ سے جس ستا کا ہاتھ اپنے کاندھے سے اُتار کر اور آب دیدہ ہوکر اُسے کہا میں بخوبی سمجھ گیا کیونکہ تم رومی ہو۔ مگر تم مجھے نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ میں اسرائیلی ہوں۔ تم نے آج میرے دل کو بڑا دُکھایا اور مجھے اب یقین کامل ہوگیا کہ ہم آئندہ کو سابق کے موافق رفیق نہیں ہو سکتے۔ اب یہاں ہم جدا ہوں میرے باپ دادوں کے خُدا کی صلح تمہارے ساتھ ہو" یہ کہہ کے وہ بڑے بڑے قدم مار کر روانہ ہوگیا۔

---



# گیارھواں باب

## یہودا کی ماں

جو مسافر مُقدس شہر میں اُس پھاٹک سے جو آج کل مُقدس استیفان کا پھاٹک کہلاتا ہے داخل ہوتا ہے، تو مغرب کی سمت اُسے ایک شارع عام نظر آتی ہے جس کے جنوب کو ایک بڑا عالیشان دو منزلہ اور چوگوشہ محل تھا۔ اسی محل میں یہودا داخل ہوا، اور اپنے کمرے میں جاکر مُنہ لپیٹ کر لیٹ رہا۔ جب شام ہوگئی تو ایک عورت نے آکر دروازے پر آواز دی۔ اُس نے جواب دیا، اور وہ اندر آئی اور کہا:۔

"عشا ختم ہوگئی اور رات ہوگئی۔ کیا میرے بیٹے کو اب تک بھوک نہیں لگی؟"

اُس نے جواب دیا "مجھے بھوک نہیں ہے"

"کیا تم بیمار ہو"؟

"نہیں میں بیمار نہیں ہوں مگر میری آنکھیں نیند سے بھاری ہو رہی ہیں"

"تمہاری والدہ تمہیں پوچھ رہی تھیں"

"وہ کہاں ہیں"؟

"کوٹھے پر بارہ دری میں ہیں"؟

یہودا اُٹھ بیٹھا اور کہا "بہت خوب۔ میرے واسطے کھانے کو کچھ لے آؤ"

"کھانے کو تم کیا چاہتے ہو"؟

عمرہ! جو چاہو سو لے آؤ۔ میں بیمار نہیں ہوں۔ مگر زندگی اِس وقت ایسی دلچسپ نہیں معلوم ہوتی، جیسی کہ صبح کے وقت معلوم ہوتی تھی۔ اے عمرہ یہ ایک نیا مرض ہے۔ خیر جو تم سب سمجھو سو کھانے کو لے آؤ۔"

ملازمہ گئی اور تھوڑی دیر میں ایک طشت پر ایک پیالہ دودھ، تھوڑا روٹی کا چورا، ایک بھونا ہوا پرند اور شہد اور نمک لائی۔ طشت کے ایک سرے پر وائن کا بھرا ہوا ایک نقرئی پیالہ اور دوسرے سرے پر ایک چھوٹا روشن چراغ تھا۔ یہ ملازمہ مصری تھی۔ اُس نے یہودا کو بچپن سے پالا تھا، اور اُس سے بیٹے کی سی محبت رکھتی تھی۔

کھانا کھاتے ہوئے یہودا نے کہا "اے عمرہ تم میس سلا کو تو جانتی ہو جو کئی برس ہوئے میرے پاس اکثر ملنے کو آیا کرتا تھا۔"

"میں اُسے جانتی ہوں۔"

پانچ برس ہوئے کہ وہ روم کے شہر کو گیا تھا، اور اب واپس آیا ہے۔ آج میں اُس سے ملنے کو گیا تھا۔ بڑے شوق سے متوجہ ہو کر اُس نے کہا۔ "میں جان گئی تھی کہ کچھ ہوا ہے۔ میں میس سلا کو کبھی پسند نہیں کرتی تھی، مگر مجھے کل کیفیت بتاؤ۔"

یہودا غور کرنے لگا مگر اُس کے بار بار سوال کرنے پر کہا "وہ بہت تبدیل ہو گیا ہے۔ آئندہ کو اب میں اُس سے کچھ سروکار نہ رکھوں گا۔"

جب عمرہ نے طشت اُٹھایا تو یہودا بھی کمرے سے باہر نکلا اور زینے سے چڑھ کر اُس برج کی طرف گیا جو محل کے شمال مغربی گوشے پر تھا۔ برج کے کمرے کا پردہ اُٹھا ہوا تھا مگر کوئی چراغ روشن نہ تھا۔ صرف کھڑکیوں میں سے ستاروں



کی قدرے روشنی اندر آتی تھی۔ ایک خاتون ایک قیمتی نرم قالین پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھی تھی اور ہاتھ سے پنکھا کر رہی تھی۔ یہودا کے پاؤں کی آہٹ سن کر وہ بیٹھ گئی اور کہا "یہودا میرے بیٹے۔"

قدرے تیز قدمی سے یہ آگے بڑھا اور جواب دیا "اے ماں میں آ گیا ہوں۔" اور تب اُس کے قدموں کے پاس گھٹنے ٹیک دیئے۔ ماں نے اُسے گلے لگا لیا اور محبت سے اُسے بوسہ دیا۔ تھوڑی دیر اُسے چھاتی سے لگائے رہی اور تب بڑی شیریں آواز سے کہا "عمرہ نے مجھ سے کہا ہے کہ کوئی امر واقع ہوا ہے۔ جب میرا یہودا بچہ تھا تو میں نے کسی نوع کی فکر و تکلیف اُس کے پاس تک نہ آنے دی۔ مگر اب تم جوان ہو۔ تمہیں یہ یاد رکھنا لازمی ہے کہ ایک دن تم میرے سورما بنو گے۔"

یہودا نے اپنی والدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "آج اے ماں، مجھے بہت سی باتوں کا خیال پیدا ہوا ہے جو ہرگز پہلے میرے ذہن میں نہیں آتی تھیں، لیکن آپ یہ تو بتایئے کہ میں کیا بنوں گا۔"

"کیا میں نے تم کو نہیں بتایا۔ تم میرے سورما بنو گے۔"

"اے ماں آپ نہایت نیک اور بڑی مہربان ہیں۔ آپ کی مانند مجھے کبھی کوئی ایسا پیار نہ کرے گا۔" تب بار بار اپنی والدہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پھر کہا "میں سمجھتا ہوں کہ آپ کس واسطے پسند نہیں کرتیں کہ یہ سوال آپ سے کروں۔ اب تک تو میری زندگی آپ کی تھی، مگر خداوند کی مرضی یوں ہے کہ میں خود مختار ہو جاؤں اور جدائی کا دن آئے اور یہ دن آپ کو ہیبت ناک معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہم کو دلیر ہونا چاہیے۔ میں آپ کا سورما بنوں گا مگر آپ مجھ کو اُس کا طریقہ بتلا دیں۔ آپ تو شریعت سے واقف ہیں۔ ہر ایک اسرائیلی کو ضرور ہے کہ کوئی پیشہ اختیار

کرے۔ میں اس سے بری نہیں ہوں۔ یہیں بتلایئے کہ کیا میں چرواہا بنوں یا بڑھئی
کا کام کروں۔ یا کاتب یا وکیل کا پیشہ اختیار کروں۔ اے عزیز ماں اس سوال
کے جواب دینے میں میری مدد کیجئے۔"

"آج گملی ایل نے وعظ کہا تھا۔"

"اس نے کہا ہوگا مگر میں نے نہیں سنا۔"

"تو تم شمعون کے ساتھ سیر کو گئے ہو گے۔ میں سنتی ہوں کہ اس میں اپنے
خاندان کا فہم و ادراک ہے۔"

"نہیں میں نے اسے نہیں دیکھا۔ میں تو منڈی میں گیا تھا۔ میں جوان
میس سلا کی ملاقات کو گیا تھا۔"

اس نے کہا "میس سلا کے پاس۔ مگر اس نے کونسی ایسی بات کہی جس
نے تم کو مضطرب کیا"؟

"اس میں بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ خاصہ رومی بن آیا ہے۔"

"ہاں۔"

"رومی۔ تمام دنیا کے لئے تو اس لفظ کے معنی مالک کے ہیں۔ کتنے عرصے
تک وہ روم میں رہا؟"

"پانچ برس۔ مگر اے ماں جو کام میس سلا نے کیا سو تیز اور چرچرا تھا۔
لیکن جس وضع سے اس نے گفتگو کی سو برداشت سے باہر تھی۔"

"میں سمجھتی ہوں روم کا شہر اپنے شاعر، سخنور، مدبر، ملک۔ اراکین سلطنت
پر بڑا نازاں ہے۔"

"میری سمجھ میں سب عظیم الشان لوگ خودبین ہوتے ہیں۔ مگر رومیوں کی



خودبینی اور غرور اور لوگوں کی مانند نہیں ہے۔ فی زمانہ یہ تو اس درجہ پر چڑھ گئی
کہ الٰہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔"

"اللہ! اکثر رومیوں نے تو اس کا الوہی حق تسلیم کر لیا ہے۔"

خیر میس سلا میں بھی یہ ناگوار خصلت تھی جب وہ بچہ تھا تو میں نے کئی
مرتبہ دیکھا کہ وہ اُن اجنبیوں پر بھی ہنستا تھا جن کی ہیرودیس توقیر کرتا تھا۔ مگر
اس زمانے میں اس نے یہودیہ کے ملک کی نسبت کوئی کلمہ تحقیر کا نہیں کہا۔ آج
اوّل مرتبہ اس نے ہماری رسومات اور ہمارے خدا کو چٹکیوں میں اڑایا۔ میں نے
اب اس سے تعلق بالکل قطع کر دیا۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ بھی مجھ کو یہی صلاح
دیتیں۔ اب اے عزیز ماں میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا رومیوں کا یہ تحقیر کرنا
جائز ہے۔ کس بات میں میں اس سے کمتر ہوں۔ کیا ہماری قوم ہیچ ہے؟ کیا وجہ ہے
کہ میں ایک رومی یہاں رومی قیصر کے روبرو غلام کی طرح لرزاں ہوؤں؟ یہ مجھے
خاص طور پر بتایئے کہ اگر میری بھی روح ہے اور اگر میں پسند کروں تو کس
واسطے میں دنیا کی شہرت نہیں حاصل کر سکتا؟ میں تلوار لے کر جنگ میں کس وجہ
سے شامل نہیں ہو سکتا۔ میں شاعر بن کر کُل مضامین کے راگ کیوں
نہیں گا سکتا؟ جب میں سونار، لوہار، چرواہا اور سوداگر بن سکتا ہوں، تو
یونانیوں کے موافق میں اہل صنعت کیوں نہیں ہو سکتا؟ اے عزیز ماں۔ یہی میری
کل اضطرابی کا باعث ہے۔ مجھے یہ بتلایئے کہ جو کچھ رومی کر سکتا ہے۔ وہ
اسرائیل کا بیٹا کیوں نہیں کر سکتا ہے؟"

والدہ نے کہا "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میس سلا لڑکپن سے تمہاری صحبت
میں عنقریب یہودی تھا، اور اگر وہ یہاں رہتا تو ممکن ہے کہ نو مرید ہو جاتا۔
لیکن روم میں اس کا رہنا مضر ہوا۔ مجھے اس تبدیلی پر کچھ تعجب نہیں، تاہم

مناسب یہ ہوتا کہ وہ تمہارے ساتھ نرمی سے سلوک کرتا۔ وہ طبیعت کا سخت اور بیدرد ہے۔ ایسی طبیعت جوانی میں بچپن کی اُلفت کو فراموش کر دیتی ہے مگر اَے یہودا جو تم نے دریافت کیا، اُس کا حل کرنا ایک عورت کے لئے جائز نہیں۔ کل ہم اُس پر غور کریں گے، کیونکہ میں عاقل شمعون کو بُلاؤں گی۔"

"اَے عزیز ماں مجھے شمعون کے پاس نہ بھیجو۔"

"نہیں۔ میں اُسے یہاں اپنے مکان پر بُلواؤں گی۔"

"اَے ماں۔ نہیں اُسے نہ بُلاؤ۔ اِس میں تو کلام نہیں کہ میں اُن سے کچھ علم حاصل کروں گا، مگر جس کی مجھے ضرورت ہے، وہ صرف آپ ہی دے سکتی ہیں۔ مجھے استقلال کی ضرورت ہے، کیونکہ یہی انسان کی رُوح کی جان ہے۔"

"اَے بیٹے ہمت کی کمر باندھ۔ بیس سلا ایک شریف خاندان سے ہے۔ کئی پُشتوں سے اُس کے خاندان کی شہرت چلی آتی ہے۔ لیکن اگر آج تمہارا دوست اپنے حسب و نسب کی شیخی مارتا تھا تو تم اُس کو اپنے خاندان کی مفصل کیفیت بیان کر کے شرمندہ کر سکتے تھے۔ اگر اُس نے اپنے خاندان کی فوقیت کے ثبوت میں اُن پُشتوں کی طرف اشارہ کیا جن میں اُس کے خاندان کا پتہ لگ سکتا ہے (حالانکہ ایسے امر کا ذکر کرنا کمینی طبیعت کا نشان ہے) تو بے دھڑک تم بھی اپنے خاندان کا نسب نامہ دعویٰ کے ساتھ پیش کر سکتے تھے۔ جب کبھی ایک رُومی اِس امر کے سبب ایک اسرائیلی سے مقابلہ کرنے میں فخر کرے تو جس وقت ثبوت پیش کئے جائیں گے تو اُسے ضرور سر نیچا کرنا پڑیگا۔ شہر رُوم کی بُنیاد اُس کی ابتدا ہے۔ اُن کا اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان اُس کے آگے سُراغ نہیں لگا سکتا اور جو ایسا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ناکام رہتے ہیں، کیونکہ سوا روایتوں کے اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں لاریب بیس سلا کے پاس اِس کی نسبت کوئی شہادت نہیں۔ مگر تم اَے یہودا



بے شک و شبہ یہ کر سکتے ہو۔ تمہارا باپ اپنے باپ دادوں میں جا سویا۔ مگر وہ دن مجھے اِس طرح یاد ہے گویا کہ کل کی بات ہے جبکہ وہ اور میں بہت سے شادمان رفیقوں کے ہمراہ تم کو ہیکل میں لے گئے تھے تاکہ تم کو خُداوند کی نذر کریں۔ ہم نے قُربانیاں قُربانی چڑھائیں اور میں نے تمہارا نام کاہن کو بتا دیا اور اُس نے ہمارے رُوبرُو تمہارا نام یہودا ابن اتھر بن حُور لکھ لیا اور نسب ناموں کے صحیفوں میں درج کیا گیا۔ یہ تو تحقیق سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ طریقہ رجسٹری کا کس زمانے میں شروع ہوا مگر اتنا معلوم ہے کہ بنی اسرائیل کے مصر سے نکل آنے کے قبل یہ دستور جاری تھا بلکہ بزرگ ہلیل کو میں نے یہ بیان کرتے سُنا کہ بزرگ ابرہام نے یہ طریقہ رجسٹری شروع کیا، کیونکہ جب خُداوند نے اُس سے عہد کیا جس سے وہ اور اُس کی نسل اور قوموں سے علیٰحدہ کی گئی اور دُنیا میں ایک اعلیٰ اور عمدہ چنی قوم بن گئی تو اُس نے اپنا اور اپنے بیٹوں کا نام اوّل مرتبہ درج رجسٹر کرایا، تاکہ آئندہ کو سند ہو۔ بزرگ یعقوب سے بھی ایسا ہی عہد ہُوا۔ مقام بیوولہ جیری میں فرشتہ نے ابرہام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی اور یہ زمین جس میں تو مُسافر کی طرح رہتا ہے، تجھے اور تیرے بعد تیری نسل کو دُوں گا۔ یہی عہد یعقوب سے مقام بیت ایل میں جس وقت وہ حاران کے مُلک کو جاتا تھا کیا گیا۔ پس بزرگوں نے خُداوند کے عہد اور وعدوں کو مدِ نظر رکھ کے اور دُور اندیشی سے معلوم کر کے کہ اس مُلک کی تقسیم کے وقت کام آئے گی نسب ناموں کا دفتر شروع کیا، اور نہ صرف اسی غرض سے بلکہ اِس مقصد سے بھی کہ قوموں کی برکت کا وعدہ ایک شخص کے ذریعے ہُوا ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ دھرم آتما پسندیدہ قوم کے کسی غریب خاندان میں پیدا ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ خُداوند ہمارا خُدا ظاہری رُتبہ اور دولت پر نظر نہیں کرتا۔ پس لازمی ہُوا کہ نسب ناموں کا دفتر بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے تیار کیا جائے ایسا

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نسب ناموں کا دفتر فی الواقع صحیح ہے۔ اِس کا کافی اور وافی جواب یہ ہے کہ بزرگ ہیلؔ جو اِن اُمور میں خوب ماہر ہے، اُس کی تصدیق کرتا ہے۔ ہماری قوم اکثر خداوند سے برگشتہ ہوئی۔ اور اُس کی شریعت کی کچھ پروا نہ کی۔ لیکن نسب ناموں کے دفتر کی ہمیشہ ہر زمانہ میں بڑی کوشش سے حفاظت کی۔ نیک ہیلؔ نے ہماری قوم کے تینوں زمانوں کے نسب ناموں کی بڑی احتیاط سے جانچ کی ہے۔ یہ تین زمانے یہ ہیں۔ پہلا زمانہ خداوند کے عہد سے ہیکل کے کھلنے تک دوسرا زمانہ ہیکل کے کھلنے سے اسیری تک اور تیسرا اسیری سے حال کے زمانے تک۔ یہ سچ ہے کہ دوسرے زمانے کے آخر میں اِن نسب ناموں کے دفاتر میں کچھ ابتری واقع ہوئی لیکن جس وقت بڑی اسیری سے ہماری قوم اپنے وطن کو واپس آئی تو خداوند کے لئے اوّل خدمت زرُبابل نے یہ کی کہ نسب ناموں کے دفاتر کو بخوبی ترتیب دیا۔ ایسا کہ دو ہزار برس تک یہودی قوم کا سلسلہ سالم چلا جاتا ہے۔ پس رومیوں کا فخر کہاں گیا۔ اِس جانچ کے موافق اسرائیلی جو مقابل کے دنایم پر اپنے گلوں کی پاسبانی کرتے ہیں، وہ بھی عالی سے عالی رومی خاندان سے شریف تر ہیں۔"

"مگر اے ماں کتابوں کے موافق مَیں کون ہوں؟"

"اے بیٹے جو کچھ مَیں نے اب تک بیان کیا وہ تمہارے اِسی سوال کے متعلق ہے۔ یہ ممکن ہے کہ میں تجھ کو بھی اوروں کے موافق کہے کہ جس وقت شاہ اشور نے یروشلیم کو فتح کرکے ہیکل کو مسمار کیا تو ہماری نسل کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لیکن اِس اعتراض کے جواب میں تو تم زرُبابل کی نیک کارروائی کو پیش کر سکتے ہو اور اس کے جواب میں دریافت کر سکتے ہو کہ رومی کرسی ناموں کی کیا کیفیت ہوئی جب وحشی قوموں نے مغرب میں آکر شہر روم کو فتح کیا، اور اُس کی ویران حالت پر چھ ماہ تک قائم



رہے۔ کیا رومی حکمران خاندانی کُرسی ناموں کے دفتر رکھتے تھے؟ اگر رکھتے تھے تو وحشیوں کے ہیبت ناک زمانے میں اُن کا کیا ہوا۔ اے یہودا ہماری قوم کے نسب ناموں کے دفتر بالکل صحیح ہیں۔ اور جب اُن کے سلسلے کو اسیری سے پہلی ہیکل کی بنیاد تک اور پہلی ہیکل کی بنیاد سے مصر سے روانہ ہونے تک جانچتے ہیں تو ہم کو کامل اطمینان سے تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ تم حُور کے خاندان سے ہو جو یشوع کا رفیق تھا۔ پس نسل کے لحاظ سے جس کو زمانہ متبرک بناتا ہے، یہ شرف کم نہیں ہے؟ لیکن کیا تم اپنے نسب نامے کے سلسلے کو اور زیادہ لے جانا چاہتے ہو تو توریت کو دیکھو اور گنتی کی کتاب میں تلاش کرو۔ اور آدم سے بہتر پُشت کے بعد تم اپنے خاندان کے مورثِ اعلیٰ کا نام پاؤ گے۔"

یہودا نے اپنی والدہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "اے عزیز ماں مَیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں تہِ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں نے اچھا کیا کہ آپ کو بزرگ شمعون کو بلانے نہیں دیا۔ آپ سے زیادہ وہ مجھے ہرگز اطمینان نہیں دلا سکتے تھے۔ مگر ایک خاندان کو حقیقی طور پر شریف بنانے کے واسطے کیا صرف زمانے کا سلسلہ کافی ہے؟"

"تم غلطی کرتے ہو۔ تم بھولتے ہو کہ ہمارے دعوے کی بنا صرف زمانے کا سلسلہ نہیں ہے ہمارا خاص فخر اس میں ہے کہ ہم خداوند کی پسندیدہ قوم ہیں۔"

"اے ماں، آپ تو ہماری قوم کا ذکر کرتی ہیں اور میں اپنے خاندان کی نسبت دریافت کرتا ہوں۔ یہ تو بتائیے کہ بزرگ ابرہام کے زمانے سے ہمارے خاندان نے کیا کارہائے نمایاں کئے۔ میرے آباؤ اجداد نے کون سے ایسے کام کئے کہ وہ اپنی قوم میں سبقت لے گئے؟"

اُس کی والدہ نے اُسے پچکار کر کہا "اے میرے یہودا مجھے ایسا معلوم

ہوتا ہے، کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے، سو کسی وہمی تفہیم سے نہیں، بلکہ ایک حقیقی حریف سے بجا ولا کیا ہے۔ اگر میس سلا یہ حریف ہے، تو جو کچھ اُس نے تم سے کہا ہے وہ مفصل طور پر مجھ سے بیان کرو۔

---

# بارھواں باب

## ایک اسرائیلی عورت

نوجوان اسرائیل نے اپنی والدہ کی درخواست کے موافق میس سلا کی گفتگو لفظ بلفظ بیان کر دی، کہ کیونکر اُس نے قوم یہود اور اُن کی رسومات کی تحقیر کی۔ اُس کی والدہ نے دیر تک غور و تامل کر کے سنجیدگی سے کہا: "دُنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں ہوئی ہے جس نے اپنے آپ کو اَور قوموں سے اگر بہتر نہیں تو اُن کے برابر خیال کیا ہو، اور آسے بیٹے کوئی مشہور قوم ایسی نہیں ہوئی ہے جس نے اپنے تئیں سب قوموں سے بالا یا بہتر تصور نہ کیا ہو، جب ایک رُومی قوم اسرائیل کو حقیر سمجھتا ہے، اور اُس پر ہنستا ہے، تو اِس حماقت کو جو مصری، اسوری اور اہل مقدونیہ نے کی تھی صرف دُہراتا ہے، اور چونکہ یہ خُداوند کی تحقیر کرتا ہے، نتیجہ ایک ہی ہے کوئی خاص قانون نہیں ہے جس سے قوموں کی فوقیت قائم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسا دعویٰ لغو اور ایسی حجتیں فضول ہیں۔ ایک قوم پیدا ہوتی، اپنا دَور پُورا کرتی اور تب خود آپ یا کسی دُوسری قوم سے برباد ہو جاتی ہے اور یہ قوم اُس کی جانشین



ہو کر قوت پکڑتی اُس کی جگہ پر قائم ہوتی اور اُس کی یادگاروں پر اپنا نام رکھتی ہے۔ اِسے تواریخ کہتے ہیں۔ اگر میں خُدا اور انسان کی تصویر کھینچوں تو ایک خطِ مستقیم اور ایک دائرہ بناؤں، اور خطِ مستقیم کی نسبت کہوں کہ یہ خُدا ہے کیونکہ وہی ہمیشہ سیدھا آگے جاتا ہے اور دائرے کی نسبت کہوں کہ یہ انسان ہے کیونکہ وہ ایسے ہی بڑھتا ہے۔ اِس کلام سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ مختلف قوموں کے دَوروں میں فرق نہیں اِس واسطے کہ دو قومیں بھی یکساں نہیں ہوئیں۔ لیکن یہ فرق جیسا بعض خیال کرتے ہیں، اُن کے دائرے کے پھیلاؤ میں نہیں جو وہ بناتیں اور نہ ممالک کی وُسعت میں ہے جو وہ فتح کرتیں بلکہ اُن کی روِش اور حلقۂ اقتدار میں ہے، اور جو سب سے اعلےٰ ہے وہی خُدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ چند نشان ہیں جن سے اِن دائروں کی بلندی کا پیمانہ ہو سکتا ہے، جو ہر قوم اپنے دَور میں بناتی ہے۔ اُن ہی نشانوں سے ہم اِس وقت عبرانی اور رُومی قوموں کا مقابلہ کریں۔ سب نشانوں میں سادہ نشان ہر قوم کی روزمرہ کی روِش ہے۔ اِس کی نسبت میں صرف اتنا کہوں گی کہ بنی اسرائیل گاہ بہ گاہ خُدا کو بھول گئے۔ مگر رُومیوں نے کبھی اُس کو جانا ہی نہیں۔ پس اِس صورت میں اُن کا مقابلہ ممکن ہی نہیں۔ لیکن اگر مجھے صحیح یاد آتا تو تمہارے رفیق یعنی تمہارے سابقہ رفیق نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہماری قوم میں کوئی شاعر، اہلِ صنعت یا غازی مرد نہیں ہوئے جس دعوے سے میری سمجھ میں اُس کا یہ مطلب تھا کہ ہماری قوم میں کوئی مشہور و معروف لوگ نہیں ہوئے۔ یہ تحقیق نشانات میں دُوسرا نشان ہے۔ اِس دعوےٰ پر غور کرنے سے قبل لابُدی ہے کہ ابتدا ہی میں اِس نشان کی تعریف صاف طور پر بیان کی جائے۔ اَے بیٹے نامور آدمی وہ ہے کہ جس کی زندگی کے چال چلن سے ثابت ہو کہ خُدا کا چُنا ہُوا ہو یا کم از کم خُدا نے اُسے قبول کر لیا ہو۔ فارس کے ایک بادشاہ کو خُدا

نے مقرر کیا کہ ہماری برگشتہ قوم کو سزا دے، اور انہیں اسیری میں لے جائے۔ مگر فارس ہی کا دُوسرا بادشاہ چُنا گیا کہ اُن کی اولاد کو مُقدّس زمین میں پھر بحال کرے تاہم اِن دونوں سے بڑھ کر مقدُونیہ کا بادشاہ تھا جس کے ذریعہ مُلک یہُودیہ اور پاک ہیکل کی بربادی کا انتظام ہوا گیا۔ ان بادشاہوں کی خاص شناخت یہ تھی کہ خداوند نے اپنے کسی الٰہی مقصد کے واسطے اُن کو انتخاب کیا تھا حالانکہ وُہ غیر قوم تھے مگر اس سے اُن کی شان میں کوئی بٹا نہیں لگتا۔ اِس تعریف کو اے یہُودا خُوب یاد رکھنا۔

عام خیال یہ ہے کہ انسان کا سب سے برتر پیشہ جنگ کا ہے، اور کہ میدانِ جنگ میں سب سے اعلیٰ عظمت حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے رُومی مُشتری کی پرستش کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک بڑا مردِ غازی ہُوا ہے لیکن قوم یُونان نے عقل و علم کو زیادہ مرتبہ دیا، کیونکہ وُہ غازی مَردوں سے زیادہ سُخنور اور حکیموں کی قدر کرتی ہے تاہم اُن میں بھی بُت پرستی قائم رہی۔ اے بیٹے یہ فخر صرف ہماری ہی قوم کو ہے، کہ اُس نے خُدا کو پہچانا اور غیر قوموں کے خوف کے نوحے اور واویلا کے عوض اپنی عبادت میں مُوسیقی اور مزامیر کی خوش آہنگی قائم کی۔ یہ ممکن تھا کہ قوم عبرانی اور قوم یُونانی آدم زاد کو آگے بڑھاتے جاتیں، اور اُن کی طبیعتوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتیں لیکن افسوس دُنیا کے انتظام نے تو جنگ کو ایک ابدی شرط مان لیا ہے۔ اسی لئے رُومیوں نے عقل بلکہ خُدا سے بھی بالا قیصر کو تخت نشین کیا ہے۔ مگر یہ یاد رہے، کہ رُومی بھی اپنے کُل علوم و فنُون میں یُونان ہی کو اپنا نمونہ بناتے ہیں۔ سوا فنِ جنگ کے اہلِ رُوم نے کوئی نیا فن نہیں کیا۔ اُس کے کھیل و تماشے بھی تو یُونان کی نقل ہیں۔ پس اے بیٹے ثابت ہے کہ تمام دُنیا میں سوا ہماری قوم کے کوئی بھی یُونان سے سبقت نہیں لے گیا۔ اِس میں کلام نہیں کہ رُومیوں نے اپنے زورِ بازُو سے دُنیا کو فتح کیا اور ممکن ہے کہ وُہ یہُودیہ کو برباد کر دیں، اور یروشلیم کو جو



یہُودیہ کا تیل اور شیرینی ہے ہضم کر لیں۔ تاہم بنی اسرائیل کا جلال اُوپر آسمان میں جہاں کسی کی پہنچ نہیں نُور کی طرح قائم رہے گا۔ کیونکہ اُس کی تواریخ خُدا کی تواریخ ہے جس نے اُن کے ہاتھوں سے لکھا ہے اور جو اُن کے منہ سے بولا اور اُن کی کُل نیکیوں میں خُود موجُود تھا اور جس طرح آدمی آدمی سے بات کرتا ہے اُن کو شادمانی کی یہی راہ بتائی اور اُن کو سکھایا کہ کس طرح اُن کو اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے اور اُن سے ابدی عہد کئے۔ اب اے میرے بیٹے کیا ممکن ہے کہ جس قوم کے ساتھ یہوواہ نے ایسی یگانگت پیدا کی، اُس نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ کیا ممکن ہے کہ انسانی حقیقتوں میں الٰہی صفات کا رنگ نہیں آیا ہو۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اُن کے ادراک میں ایک عرصہ دراز کے بعد بھی الٰہی فہم نے اثر نہ کیا ہو۔ اِس میں تو شک نہیں کہ بہ لحاظ بُت سازی اور مصوّری اسرائیل میں کوئی اہلِ صنعت نہیں ہُوا (یہ اقرار ہُلدہ نے بڑے رنج سے کیا، کیونکہ وُہ سدُوقی تھی) مگر اہلِ انصاف اِس امر کو فروگذاشت نہ کریں گے، کہ دستکاری میں ہمارے لئے یہ ممانعت تھی کہ تم اپنے لئے کوئی کھودی ہُوئی مُورت یا کسی چیز کی صُورت نہ بنانا۔ تاہم اُس سے صدیوں پہلے جب کہ یُونان نے بُت سازی اور مصوّری میں شُہرت حاصل کی تو اسرائیل میں دو شخص بضلی ایل اور اہلیاب ہُوئے جنہوں نے خُداوند کا پہلا خیمہ تیار کیا اور جن کی نسبت لکھا ہے، کہ وُہ ہر طرح کی ہُنرمندی میں مہارت رکھتے تھے۔ انہی کاریگروں نے کفارے کے کروبین تیار کئے جو عہد کے صندُوق کے اُوپر تھے۔ یہ کروبی پر پھیلائے ہُوئے تھے اور اُن کے منہ آمنے سامنے کفارہ گاہ کی طرف تھے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خُوبصورت نہ تھے یا یہ کہ یہ اوّل طلائی مُورتیں نہ تھیں۔"

یہُودا نے بڑے شوق سے کہا "اب میں بخُوبی سمجھا کہ کس وجہ سے یُونانی ہم سے سبقت لے گئے، اور خُدا اہلِ بابل کو ملعُون کرے کہ اُنہوں نے عہد کے

صندوق کو برباد کر دیا۔"

"اے یہودا اعتقاد رکھ، کیونکہ عہد کا صندوق برباد نہیں ہُوا، بلکہ گم ہو گیا ہے، اور ممکن ہے کہ پہاڑوں کی کسی غار میں بڑی احتیاط سے پوشیدہ ہو۔ ہلّیل اور شمعی دونوں کا قول ہے کہ خُداوند اپنے وقت پر اُسے پھر نکالے گا، اور قدیم کے موافق اسرائیل اُس کے آگے ناچے گا اور راگ گائے گا۔"

یہودا نے شکر گزاری سے کہا "اے ماں، تُم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، جس کا مَیں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ شمعی اور ہلّیل مجھے یہ تعلیم نہیں دے سکتے تھے۔ اب مَیں پھر اسرائیل کا حقیقی فرزند ہُوں۔"

والدہ نے کہا "اے تعریف گو کیا تُم کو معلُوم نہیں کہ جو کُچھ مَیں نے بیان کیا ہے سو ایک روز مَیں نے ہلّیل کو اپنے رُوبرُو ایک رُومی منطقی سے بحث کرتے سُنا تھا۔"

"مگر دِل سوز کلام آپ کا ہی تھا۔"

"مَیں نے حتّی المقدُور اپنی قوم کے نامور بزرگوں کو تُمہارے رُوبرُو پیش کیا۔ اب ذرا رُوم کے ناموروں کی طرف متوجہ ہو دیں۔ اگر ممکن ہے تو سرف یہ کر سکتے ہیں کہ مُوسیٰ کے مقابلے میں قیصر کو، داؤد کے مقابلے میں تارکیون کو، مکبیوں کے مقابلے میں سلا کو اور قاضیوں کے مقابلے میں مشہور رُومی حاکموں کو۔ سلیمان کے مقابلے میں اگستس کو پیش کریں۔ مگر آگے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا رُومی ہمارے انبیاء کے مقابلے میں کس کو پیش کر سکتے ہیں؟"

"کیا اُن کا مشہور سے مشہور فال گو ہمارے ایلیاہ نبی کے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ پس اے یہودا ہم اپنے یہوواہ کا اور رُومی مشتری کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ سوا اس کے کہ اُن کی پیروی کرنے والوں کے اعمال پر غور



کریں؟ لیکن یہ بحث فضول ہے، اب صرف سوال یہ ہے کہ تُم کو کیا کرنا چاہیے یہ کہ تُم رُوم کی نہیں بلکہ خُداوند اسرائیل کے خُدا کی خدمت کرو۔ ابرہام کے فرزند کے واسطے اِس سے بڑھ کر کوئی فخر نہیں، کہ اپنے خُداوند کی راہ پر چلے، کیونکہ اسی میں بڑا جلال ہے۔"

یہودا نے سوال کیا "تو مَیں سپاہی بن سکتا ہُوں؟"

"کیوں نہیں؟ کیا مُوسیٰ نہیں کہتا کہ خُداوند جنگ کا خُدا ہے۔ پس اے بیٹے تُم کو میری طرف سے اجازت ہے۔ صرف یہ ضرور ہے، کہ تُم قیصر کی نہیں بلکہ خُداوند کی خدمت کرو۔"

اپنی والدہ کا کلام سُنتے سُنتے یہودا کو نیند آگئی۔ اُس کی والدہ نے آہستہ سے ایک تکیہ اُس کے سر کے نیچے رکھ کے ایک شال اُسے اُڑھا دیا اور تب اُس کے رُخسارے پر آہستہ سے بوسہ دے کر کمرے سے چلی گئی۔

---

# تیرھواں باب

## قیدی

جب یہودا سو چکا تو سُورج بہت چڑھ گیا تھا۔ ایک خُوبصُورت لڑکی جس کا سن پندرہ برس کا تھا، اُس کے پاس ہی بیٹھی بربط بجاتی اور خوش آوازی سے گا رہی تھی۔ یہ لڑکی یہودا کی بہن تھی، اور اُس کا نام ترضہ تھا۔ بہتر ہوگا کہ

اس موقع پر اس خاندان کی مفصل کیفیت بیان کی جائے۔ اِس زمانے میں اکثر ایسے لوگ تھے جو ہیرودیس کی عنایات سے تونگر ہو گئے تھے۔ اور اگر کوئی یہودا کے فرقے کا تھا تو یروشلیم کا شہزادہ کہلاتا تھا۔ اِس خطاب کے باعث اُس کے ہم قوم بلکہ غیر قوم بھی اُس کو معزز سمجھتے اور اُس کی تعظیم کرتے تھے۔ اِسی درجے کے اشخاص میں سے اثمر یہودا کا باپ تھا۔ وہ ہیرودیس کا معتبر اور وفادار ملازم تھا اور اپنی عمدہ خدمات کے باعث اعلیٰ عہدے پر پہنچ گیا تھا بلکہ وہ ایک مرتبہ ہیرودیس نے اُسے قیصر کے پاس روم کو بھیجا اور قیصر اگستس نے اُس کی تجربہ کاری اور عقل کے سبب خوش ہو کر اُسے خلعت دئے۔ پس اثمر بڑا دولتمند ہو گیا۔ مگر یہ دولت صرف شاہی عنایات ہی سے نہ تھی، بلکہ اُس کے چرواہے اور گلّے کثرت سے تھے اور وہ خشکی اور تری کی تجارت بھی کرتا تھا۔ اُس کے جہاز ملک ہسپانیہ کی کانوں سے چاندی اور اُس کے قافلے سال میں دو مرتبہ مشرق سے ریشم اور مصالحہ لاتے تھے۔ وہ قوم سے یہودی اور اعتقاد سے صدوقی تھے اور ایسا مسافر دوست اور مہمان نواز تھا کہ کسی قوم یا کسی ملک کا مسافر کیوں نہ ہو وہ ضرور اُس کی مہمانداری کرتا تھا۔ حتیٰ کہ سامری مسافر بھی اُس کے دروازے سے ناامید نہ جاتا تھا۔ افسوس کہ دس برس پہلے جب وہ ایک جہاز پر تجارت کے واسطے گیا تو وہ سمندر میں ڈوب گیا۔ اب اُس کی بیوہ اور اُس کا بیٹا یہودا اور بیٹی ترضہ اُس کے محل میں رہتے اور اُس کی کل جائیداد کے مالک تھے۔ بھائی اور بہن کی صورت ایک سی تھی۔ ترضہ نہایت حسین اور خوبصورت تھی۔ اپنی قوم کی پوشاکِ فاخرہ سے آراستہ اور سونے کی انگوٹھیاں، بالیاں چوڑیاں اور کنگن پہنے تھی۔ اُس کی آنکھیں سرمہ آلود اور اُس کے ناخن حنا سے رنگے اور اُس کے بال گوندھے ہوئے دو چوٹیوں میں اُس کی پیٹھ پرادر دو



زلفیں اُس کے دونوں رخساروں پر لٹک رہی تھیں۔

یہودا نے ایک جوش سے کہا "آج تو ترضہ نہایت عمدہ اور بڑا دلچسپ ہے"

ترضہ نے دریافت کیا "کیا میرا راگ؟"

"ہاں۔ راگ اور اُس کے گانے والی"

"خیر راگ کو جانے دو۔ عمرہ نے مجھے بھیجا ہے، کہ تم سے کہوں کہ پیچھے اُٹھنے کی تم کو کچھ ضرورت نہیں۔ تمہارا کھانا وہ یہیں لے آئے گی۔ وہ سمجھتی ہے کہ تم بیمار ہو، اور کہ تم پر کل کوئی حادثہ گذرا ہے۔ کیا واقعہ ہوا تھا؟ مجھے بتاؤ اور تمہارا علاج کرنے میں میں عمرہ کی مدد کروں گی۔ وہ مصریوں کا جو بڑے احمق تھے طریق علاج جانتی ہے۔ مگر مجھے اہل عرب کے کئی نسخے یاد ہیں"

یہودا نے سر ہلا کر کہا "وہ مصریوں سے بھی زیادہ بے وقوف ہیں"

"کیا تمہارا یہ خیال ہے؟ تو خیر انہیں جانے دو" تب ترضہ نے اپنا ہاتھ بائیں کان پر رکھ کر کہا۔ "بڑا عرصہ گذرا کہ یہ بالا بطور تعویذ کے ہمارے خاندان کے کسی بزرگ کو ایک فارسی افسوں گر نے دیا تھا۔ دیکھو اس کا نقش عنقریب مٹ گیا ہے۔" یہ کہہ کر اپنا بالا یہودا کو دیا۔ اُس نے لے کر اُسے دیکھا اور تب واپس دے کر کہا "اے ترضہ اگر میں مرتا بھی ہوں تو بھی اس تعویذ کو ہرگز کام میں نہ لاؤں۔ یہ بھی بت پرستی کا بقیہ ہے اور ابرہام کے ہر ایک ایماندار بیٹے اور بیٹی کے واسطے ممنوع ہے۔ اِسے ہرگز نہ پہنو"

"ممنوع ہے؟ نہیں نہیں۔ ہماری دادی نے مجھے یاد نہیں کہ کتنے سبت اس کو پہنا تھا۔ اُس نے تو بہت سے آدمیوں کو چنگا کیا ہے۔ کم از کم تین کو تو مجھے یاد ہے۔ یہ تو منظور ہو چکا ہے، کیونکہ دیکھو اس پر ربیوں کی مہر ہے"

"مجھے تعویذوں پر اعتقاد نہیں ہے۔"

متعجب ہو کر ترضہ نے اپنی آنکھیں اوپر اُٹھا کر کہا "عُمرہ کیا کہے گی لیکن اس پر کُمل آبل کی بھی مُہر ہے۔"

"مگر اُس کا قول ہے کہ "یہ بے ایمانوں اور سامریوں کی شریر ایجادیں"

ترضہ نے شبہ کی حالت میں بالے کو دیکھ کر دریافت کیا۔ "تو پھر اس کا کیا کروں؟"

"اے چھوٹی بہن تو اُسے پہنا کر۔ یہ تمہارا مال ہے اور اس کے پہننے سے تم زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔ حالانکہ اس کے بغیر بھی تم بہت حسین ہو۔"

ترضہ نے بالے کو پھر پہن لیا۔ اتنے میں عُمرہ ایک طشت لے کر آئی، جس پر ہاتھ دھونے کے لئے پانی کا پیالہ اور ایک رومال تھا۔ چونکہ یہودا فریسی نہ تھا اُس نے بہت جلد ہاتھ دھو لئے۔ تب ملازمہ چلی گئی اور ترضہ نے اُس کے بال سنوارنے شروع کئے۔ جب وہ بال بنا چکی تو یہودا نے کہا "ترضہ تم کیا خیال کرتی ہو۔ میں اور ملک کو جاؤں گا۔"

حیرت زدہ ہو کر اُس نے دریافت کیا "جاتے ہو۔ کب اور کس واسطے"؟

یہودا نے ہنس کر کہا "ایک ساتھ تین سوال۔ تم تو بڑی سوال کرنے والی ہو۔" مگر پھر سنجیدہ طور پر کہا۔ "تم جانتی ہو کہ شریعت کے مطابق مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ہمارے والد ہمارے واسطے عُمدہ نمونہ چھوڑ گئے اور اگر میں اُن کی محنت اور علم کے نتیجے کو کاہل وجودی میں صرف کروں تو تم بھی مجھ کو حقیر سمجھو گی میں رُوم کو جاتا ہُوں۔"

"تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"تم کو والدہ کے ساتھ رہنا لازمی ہے۔ اگر ہم دونوں چلے جائیں تو وہ مر



جائے گی۔"

"ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ مگر کیا تمہارا جانا لازمی ہے۔ اگر تم سوداگر بننا چاہتے ہو، تو یہاں یروشلیم میں تم سب کچھ جو سیکھنا چاہئے تحصیل کر سکتے ہو۔"

"مگر مجھے سوداگر بننے کا خیال نہیں ہے۔ یہ فرض نہیں ہے کہ اگر باپ سوداگر ہو تو بیٹا بھی سوداگر بنے۔"

"پھر تم کیا بنو گے؟"

یہودا نے فخریہ کہا "سپاہی۔"

ترضہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے کہا "تم مارے جاؤ گے۔"

"اگر خدا کی مرضی یہی ہے تو کوئی چارہ نہیں۔ لیکن عرضہ کُل سپاہی تو نہیں مارے جاتے ہیں۔"

بہن نے اُس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا "ہم بڑے خوش رہتے ہیں اے بھائی گھر ہی پہ رہو۔"

"مگر گھر بھی تو ہمیشہ ایسا ہی نہ رہے گا۔ تم بھی تو کچھ عرصے میں چلی جاؤ گی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"یہودا کا کوئی شاہزادہ یا کوئی اور معزز جوان جلد آئے گا اور میری ترضہ کو سوار کرا کے لے جائے گا۔ تا کہ دوسرے گھر کی روشنی ہو —— تب پھر میرا کیا ہوگا؟"

ترضہ سرد سانسیں بھرنے لگیں۔ لیکن یہودا نے کہا "جنگ بھی تو ایک پیشہ ہے اور اس کے سیکھنے کے واسطے بھی ضرور ہے کہ آدمی مدرسے میں جائے اور رُومی لشکر سے بڑھ کر جنگ کا فن سیکھنے کے لئے کوئی اور مدرسہ نہیں ہے۔"

"مگر تم رُوم کی طرف سے تو نہ لڑو گے۔"

"تم بھی رُوم سے نفرت کرتی ہو۔ تمام دُنیا اُس سے دُشمنی کرتی ہے، مگر اے ترضہ میں اُس کی طرف سے لڑوں گا۔ بشرطیکہ وُہ مجھے تعلیم دے، کہ ایک دن میں اُس کے خلاف لڑ سکوں۔"

"تم کب جاؤ گے؟"

اِتنے میں عُمرہ کے قدموں کی آہٹ آئی اور ہیوُدا نے ترضہ سے کہا، کہ اُسے خبر نہ دینا کہ میرا کیا ارادہ ہے۔ ملازمہ کھانا لے کر اندر آئی اور ایک تپائی پر رکھ دیا۔ جس وقت دونوں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے پانی میں دھو رہے تھے تو بازار میں غُل وشور کی آواز سُنائی دی۔ وُہ غور سے سُننے لگا تو معلوم ہُوا کہ محل کے شمال میں پلٹن کا باجا بج رہا ہے۔ ہیوُدا نے کہا کہ یہ تو قلعے کی پلٹن ہے۔ میں ضرور اِس کو دیکھوں گا اور دوڑ کر باہر صحن میں چلا گیا۔ چند لمحوں میں وُہ مکان کی چھت پر سے جو شمال مشرقی گوشے میں تھا کھڑے ہو کر اُس کی منڈیر پر سے بازار میں جھانکنے لگا۔ اُس منڈیر پر کھپرے لگے تھے تاکہ بارش کا پانی دیوار میں سرایت نہ کرے۔ بازار کے جنگی جلوس کے دیکھنے میں ہیوُدا ایسا محو تھا کہ اُس نے معلوم نہیں کیا کہ ترضہ بھی برابر آ کھڑی ہُوئی ہے اور اپنا داہنا ہاتھ اُس کے کاندھے پر رکھے ہے۔ بازار صرف دس فٹ چوڑا تھا اور لوگ دو طرفہ تماشہ دیکھنے کو کھڑے تھے۔ پہلے جلوس کا ہراول گذرا جس میں گوپھئے اور تیر انداز تھے۔ بعد میں پیدل پلٹن آئی جس کے سپاہی سپر اور نیزے لئے تھے۔ اُن کے پیچھے باجے والے۔ تب ایک افسر گھوڑے پر سوار تنہا آیا، مگر چند قدم پیچھے سواروں کا ایک گارد تھا۔ گارد کے پیچھے پھر ایک پیدل پلٹن قدم باندھ کر چلتی تھی۔ اِس جلوس میں دو باتوں کا ہیوُدا کے دل پر بڑا اثر ہُوا۔ ایک تو عقاب کا نشان جو ایک افسر ایک بڑی چھڑی پر لے کر چلتا تھا اور دُوسرا وُہ افسر جو تنہا سوار



تھا۔ وُہ زرہ بکتر پہنے تھا مگر سر ننگا تھا۔ صرف تاک کی ایک ننھی شاخ جو اُس کے اعلےٰ عہدے کا نشان تھا، اُس کے سر پر لگی ہُوئی تھی۔ ایک چھوٹی تلوار اُس کی کمر سے بائیں طرف لٹک رہی تھی اور اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی لاٹھی تھی، اُس کے گھوڑے پر زین کی جگہ ایک قرمزی نمدہ تھا، اور باگ زرد ریشم کی تھی، جس میں ننھی ننھی جھالر لگ رہی تھی۔ نشان سے ہیوُدا نے معلوم کیا کہ یہ افسر ویلیریس گریٹس یہوُدیہ کا نیا رُومی حاکم ہے۔ جس وقت یہ حاکم اُس موقعہ کے قریب آیا جہاں ہیوُدا کھڑا تھا تو وُہ ذرا اور آگے جُھک کر دیکھنے لگا۔ جُھکتے وقت اُس نے ایک ہاتھ ایک کھپرے پر رکھا۔ اتفاق سے یہ کھپرا اُکھڑا ہُوا تھا اور اُس کے ہاتھ رکھتے ہی وُہ بالکل اُکھڑ گیا اور چونکہ رُومی حاکم اُس وقت اُس جگہ آ گیا تھا، وُہ کھپرا اُس کے سر پر جا کر لگا اور وُہ مُردہ سا گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ فوراً جلوس میں ابتری پڑ گئی۔ گارد نے گھوڑوں سے کُود کر سردار کو اپنے سپروں سے چُھپا لیا۔ مگر تماشبین کامل یقین کر کے کہ یہوُدی جوان نے رُومی حاکم کو دُشمنی سے مارا ہے، آفرین کے نعرے مارنے لگے، کیونکہ یہوُدی رُومیوں سے سخت دُشمنی رکھتے تھے۔ نعروں کی آواز سُن کر لوگ جو کوٹھوں سے تماشا دیکھ رہے تھے اینٹ، پتھر اور کھپرے رُومیوں پر پھینکنے لگے اور رُومی اور یہوُدیوں میں عام لڑائی ہونے لگی۔ مگر سپاہی جو قواعد دان تھے غالب آئے۔ ہیوُدا نے گھبرا کر کہا "اے ترضہ۔ اے ترضہ اب ہمارا کیا حال ہوگا" ترضہ نے بازار کی کیفیت نہ دیکھی تھی۔ صرف غُل غپاڑہ سُنا تھا۔ پس اُس نے دریافت کیا۔ "کیا ہُوا۔ اِس غُل وشور کا کیا مطلب ہے؟"

"رُومی حاکم میرے ہاتھ سے مارا گیا۔ کھپرا اُس کے سر پر گرا ہے۔"

ترضہ یہ سُن کر زرد پڑ گئی مگر بھائی کو گلے سے لگا لیا۔ ہیوُدا نے کہا۔

"اَے ترضہ یہ کام میں نے قصداً نہیں کیا، یہ صرف اتفاقیہ امر تھا۔"

ترضہ نے سوال کیا "وہ کیا کریں گے؟" جواب سے بچنے کے واسطے وہ منڈیر پر سے پھر بازار میں جھانکنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ گارد کے سوار رُوئی حاکم کو مدد دے کر گھوڑے پر سوار کر رہے ہیں۔ پس وہ چلّا اُٹھا "وہ جیتا ہے۔ ہمارے باپ دادوں کا خداوند خدا مبارک ہووے۔ اب مت ڈر۔ میں حادثے کی کل کیفیت بیان کر دوں گا اور ہمارے والد اور اُن کی خدمات کو یاد کر کے ہمیں ضرر نہ پہنچائیں گے۔" یہ کہہ کر وہ اُسے گھر کی طرف لے چلا مگر پیچھے کے صحن میں اُن کو ہنگامے کی آواز سُنائی دی، کیونکہ سپاہی شمالی پھاٹک توڑ کر محل کے اندر گھس آئے تھے، اور ملازموں کو قتل کر رہے تھے۔ عورتوں کی چیخوں میں اُس کی والدہ کی آواز سُنائی دی۔ وہ فوراً دَوڑ کر نیچے گئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی عزیز والدہ کپڑے پھٹے بال بکھرے ایک سپاہی کے ہاتھوں سے چھُٹنے کے واسطے چیختی اور زور کرتی ہے۔ یہوداہ اُس کو دیکھتے ہی "ماں۔ اَے عزیز ماں" کہہ کر اُس کی طرف کو لپکا۔ مگر کسی نے زور سے اُسے پیچھے سے روک لیا اور کہا "یہی ہے"۔ یہوداہ نے سر اُٹھا کر دیکھا تو میسلا کھڑا ہے۔ کسی سپاہی نے اُس سے دریافت کیا "کیا یہ قاتل ہے؟ یہ تو صرف لڑکا ہے۔" میسلا نے جواب دیا "یہ نئی منطق ہے۔ حکیم سینیکا اس کلام کی نسبت کیا کہے گا کہ لازمی ہے کہ ایک قاتل پکی عُمر کا ہو۔ قاتل تمہارے سامنے ہے اور یہ اُس کی ماں ہے اور وہ اُس کی بہن ہے۔ کُل خاندان تمہارے قابو میں ہے۔"

اپنے عزیزوں کی محبت میں یہوداہ نے اپنا جھگڑا فراموش کر کے التجا کی۔ "اَے میسلا ان کی مدد کر۔ ہماری بچپن کی محبت کو یاد کر کے ان کی مدد کر۔ میں یہوداہ یہ منت کرتا ہوں۔"



میسلا نے اِس درخواست پر کچھ توجہ نہ دی اور افسر سے مخاطب ہو کر کہا "میری اَب زیادہ تر ضرورت نہیں ہے، کیونکہ بازار اور زیادہ عُمدہ تماشا ہے۔ حضرت عشق زیر ہوں، اور جلاد فلک حکمران ہو۔" یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور یہوداہ نے اپنی جان کی تلخی میں آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دُعا کی "اَے خداوند اپنے انتقام کے دن مجھے اُس کے سزا دینے کا وسیلہ بنا۔" اور تب بڑی کوشش کر کے افسر کے نزدیک گیا اور کہا "اَے صاحب یہ عورت جس کی تم آواز سُنتے ہو میری ماں ہے۔ اُسے چھوڑ دو اور میری بہن کو چھوڑ دو۔ خداوند عادل ہے وہ تمہارے رحم کے عوض تم پر رحم کرے گا۔" افسر کے دل پر اس کلام سے کچھ اثر ہوا اور اُن کو بلند آواز سے حکم دیا "ان عورتوں کو قلعے میں لے جاؤ۔ مگر ان کو کسی نوع کا ضرر نہ پہنچاؤ۔ میں تم سے اِن کو طلب کروں گا۔" تب یہوداہ کے گرفتار کرنے والوں کو حکم دیا۔ "رسی لے کر اُس کی مشکیں باندھو اور بازار میں لے چلو۔ اِس کی سزا ابھی ملتوی رہے گی۔" چند لمحوں میں سپاہی والدہ اور ترضہ کو لے گئے۔ یہوداہ نے ایک نگاہ، جو محبت سے پُر تھی اُن پر ڈالی اور تب اپنے مُنہ کو ہاتھوں سے چھپا لیا۔ ممکن ہے کہ اُس نے اشکباری کی ہو لیکن کسی نے اُسے آنسو بہاتے نہیں دیکھا۔ مگر یہ تحقیق ہے کہ اُس واقعہ نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اُس وقت بن حُور کی ایسی کیفیت تھی جیسی اُس دیوتا کی ہوتی ہو جو اپنی پرستش سے واقف ہو، اور پھر اپنے مذبح سے یکایک اپنے پجاریوں کے قدموں کے نزدیک زمین پر گرا دیا جائے۔ غرضیکہ اِس ذرا سے عرصہ میں یہوداہ لڑکپن سے نکل جوان ہو گیا۔ چند لمحے بعد بگل کی آواز صحن میں ہوئی اور چونکہ سپاہی غنیمت کا مال لے کر جمع نہیں ہو سکتے تھے، ساری چیزیں جو اُنہوں نے محل میں سے لی تھیں، اِدھر اُدھر پھینک دیں۔ تب والدہ، ہمشیرہ اور ملازم جو قتل ہونے سے بچ گئے

تھے شمالی پھاٹک سے باہر لائے گئے۔

ان کے بعد ہی گھوڑے اور جانور۔ اُس وقت یہوداؔ سمجھ گیا کہ رومی حاکم کے انتقام کی کیا وسعت ہوگی۔ اُسے معلوم ہوگیا کہ میرے محل میں کوئی ذی حیات جاندار نہ چھوڑا جائے گا، تاکہ اَوروں کے واسطے ایک عبرت ہو۔ افسر باہر آکر کھڑا ہوگیا، تاکہ پھاٹک کو جو توڑا گیا تھا مرمّت کرا کے بند کردے۔ جب لوگ پھاٹک بند کررہے تھے تو ایک عورت جھپٹ کر یہوداؔ کی طرف آئی۔ سپاہیوں نے اُسے روکنا چاہا مگر اُس نے لپک کر گھٹنے پکڑ لئے۔ یہوداؔ نے کہا، "اَے تِرزہ۔ اَے نیک تِرزہ خدا تیری مدد کرے میں تو نہیں کرسکتا ہوں۔"

وہ کچھ جواب نہ دے سکی۔ لیکن یہوداؔ نے جُھک کر آہستہ آواز سے کہا۔ "اَے تِرزہ تُو نے میری والدہ کی خاطر جیتی رہ۔" وہ واپس آ دیکھی اور وہ فقرہ ختم نہ کرنے پایا کہ ایک سپاہی نے اُسے ہٹا دیا۔ وہ دوڑ کر پھاٹک سے جو ابھی بالکل بند نہ ہو چکا تھا محل کے صحن میں گُھس گئی۔ افسر نے چلّا کر حکم دیا کہ اُسے جانے دو۔ ہم پھاٹک پر مُہر لگا دیں گے اور وہ فاقوں سے مر جائے گی۔ جب یہ پھاٹک بند ہوگیا تو چکّر دے کر مغرب کی جانب گئے اور وہاں کے پھاٹک کو بھی بند کر دیا۔ یوں حُور کا محل بالکل بند ہوگیا تاکہ کسی کی بود و باش کے کام نہ آئے۔ آخر کار فوج کا پرہ قلعے کی طرف روانہ ہُوا۔ یہاں پر رومی حاکم تھوڑی دیر تک ٹھہرا تاکہ کچھ آرام کرے اور قیدیوں کی نسبت حکم دے۔

اِس واقعہ سے دس روز کے بعد رومی حاکم منڈی کو آیا، اور اُس کے حکم سے اگلے روز سپاہیوں کے ایک دستے نے آکر حُور کے ویران محل کے پھاٹکوں پر مُہر لگا دی اور ایک اشتہار لاطینی زبان میں اِس مضمون کا دیوار پر لگا دیا۔

"یہ شاہنشاہ کی ملکیت ہے۔"



کیونکہ خود پسند رومی کے خیال میں جائداد غیر منقولہ کے انتقال کے واسطے تباہی نوٹس کافی ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے تیسرے دن بعد ایک جنگی نائک دس سواروں کے ہمراہ یروشلیم کی جانب سے ناصرۃ بستی کے قریب پہنچا۔ یہ بستی ایک پہاڑی کے کنارے پر آباد تھی جس میں صرف ایک بازار ہے، جہاں کثرت سے آمد و رفت ہوتی تھی۔ کیونکہ یہ دن کی اطراف اور سرحدوں سے جو لوگ بحرِ رُوم کو جاتے وہ اسی بازار سے گذرتے تھے۔ اِس بستی کے نیچے ایک ہی وادی ہے جس میں باغات یا نخلستان۔ میوہ جات کے باغات اور چراگاہیں ہیں جس وقت سواروں کا یہ پرہ بستی کے قریب آیا تو ایک بگل بجایا گیا، جس کو سُن کر بستی کے لوگ اپنے مکانوں اور دُکانوں سے باہر تماشا دیکھنے کو آئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ سواروں کے درمیان میں ایک قیدی پیدل چل رہا ہے جس کا سر ننگا ہے اور اُس کی مشکیں بندھی ہُوئی ہیں۔ چمڑے کا ایک تسمہ جو اُس کی کلائیوں میں بندھا تھا ایک سوار کے گھوڑے کی گردن میں بندھا تھا تاکہ قیدی بھاگ نہ جائے۔ بستی کے کُوئیں پر پہنچ کر نائک اور اُس کے سوار گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ قیدی بے ہوش سا زمین پر مٹی ہی میں بیٹھ گیا، کیونکہ اُس کے پاؤں دُکھتے اور وہ ماندہ ہوگیا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ قیدی صرف ایک لڑکا ہے اور دیہاتی اُس کی خاطرداری کے خواہاں تھے مگر جُرأت نہ کرسکے۔

جس وقت سوار کُنوئیں سے پانی نکال کر پیتے تھے تو لوگوں نے ایک آدمی کو آتے دیکھا اور عورتیں چلّا کر کہنے لگیں کہ دیکھو وہ بڑھئی آتا ہے۔ اب کچھ خبر ہم کو ملے گی۔ یہ شخص شکل و صورت میں معزّز تھا۔ اُس کے سفید بال پگڑی سے نیچے لٹکتے تھے اور اُس کی داڑھی چٹی سفید اور لمبی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آتا تھا کیونکہ ضعیفی کے سوا اُس کی پیٹھ پر اُس کے پیشے کے اوزار۔ بسولا، اور آری

وغیرہ ایک کپڑے میں کاندھے سے لٹک رہے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کہیں دُور سے سفر کرکے آیا تھا۔ اِس بِھیڑ کو دیکھ کر وُہ رُک گیا اور ایک عورت نے دَوڑ کر اُس سے کہا۔ "اے نیک ربّی یُوسف۔ ایک قیدی ہے۔ اُس کی نسبت سپاہیوں سے دریافت کرو کہ وُہ کون ہے۔ اُس نے کیا کیا ہے۔ اور وُہ اِس سے کیا سلُوک کریں گے۔"

ربّی کچھ بے غرض سا نظر آیا مگر قیدی کو دیکھ کر ناٹک کے پاس گیا، اور سنجیدگی سے اُس سے کہا "خُدا کی سلامتی تُم پر ہو۔"

ناٹک نے جواب دیا "دیوتاؤں کی سلامتی تُم پر ہو۔"

"کیا تُم یروشلیم سے آئے ہو"؟ "ہاں۔"

"تُمہارا قیدی تو ابھی لڑکا ہی ہے۔"

"ہاں۔ عُمر میں تو لڑکا ہی ہے۔" "اس نے کیا کیا ہے"؟

"وُہ قاتل ہے۔"

لوگ بڑے متعجب ہُوئے، مگر ربّی یُوسف نے سوال کیا "کیا وُہ اسرائیل کے فرزندوں میں سے ہے"؟

رُومی نے روکھے پن سے جواب دیا "وُہ یہُودی ہے۔ مَیں تُمہارے فرقوں سے تو واقف نہیں ہُوں، مگر اس کے خاندان کو جانتا ہُوں۔ تُم نے بن حُور نامی یروشلیم کے ایک شہزادے کی نسبت سُنا ہوگا۔ وُہ ہیرودیس کے زمانے میں جیتا تھا۔"

یُوسف نے کہا "مَیں نے اُسے دیکھا تھا۔"

"یہ اُس کا بیٹا ہے۔ کئی دن گذرے کہ یروشلیم کے کوچوں میں اس نے اپنے باپ کے محل کی چھت پر سے ایک کھپرا اشرلیف گرٹس رُومی حاکم کے سر پر



پھینک کر ایسا مارا کہ وُہ مر گیا ہوتا۔" گفتگو یہاں رُک گئی اور لوگ قیدی کو اِس طرح دیکھنے لگے گویا کہ کسی جنگلی درندے کو دیکھتے ہوں۔

ربّی نے پھر سوال کیا "کیا اُس نے اُسے ہلاک کیا"؟ "نہیں۔"

"اِس پر کیا فتوے تھا۔"

"کہ زندگی بھر جہاز پر کھینے کا کام کرے۔"

یُوسف نے ہمدردی سے کہا "خُداوند اِس کا مددگار ہو۔" اِس پر ایک لڑکا جو قیدی کا ہم عُمر تھا اور یُوسف کے ہمراہ آیا تھا مگر اب تک پیچھے آڑ میں کھڑا تھا اُس کلہاڑی کو جو اُس کے ہاتھ میں تھی زمین پر رکھ کر آگے بڑھا۔ اور کنوئیں کے منہ پر چڑھ کر ایک گھڑا پانی کا بھرا اور قبل اِس کے کہ کوئی اُسے روکے قیدی کے پاس لے آیا، اور بڑی شفقت سے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ بدبخت یہُودا گویا خواب سے جاگا اور اُوپر نظر اُٹھا کر ایک چہرہ دیکھا جو زندگی بھر کبھی نہ بھُولا۔ جیسا ابھی ذکر کیا یہ لڑکا اُس کا ہم عُمر تھا۔ اُس کے بال سُنہلے تھے اور اُس کی سیاہ نیلی آنکھیں ایسی شفقت اور محبت سے پُر تھیں کہ گو یہُودا کا دِل رات دن کی تکلیف اور صدمے سے سخت اور بے انصافی اُس کے حق میں ہُوئی اُس سے تلخ ہو گیا تھا تاہم اُس اجنبی کی نگاہ کے نیچے موم ہو کر بچے کے دِل کی مانند ہو گیا۔ اُس نے گھڑے کو مُنہ سے لگا کر پیٹ بھر کر پانی پیا۔ اجنبی لڑکے نے تب اُس کے کاندھے سے ہاتھ ہٹایا اور اُس کے سر پر رکھ کر اُسے برکت دی۔ بعد میں گھڑا لے جا کر کنوئیں کے منہ پر رکھ دیا اور تب اپنی کلہاڑی اُٹھا کر یُوسف کے پیچھے جا کھڑا ہُوا۔ جس وقت سپاہی اور گھوڑے پانی پی چکے تو پھر روانہ ہُوئے۔ مگر ناٹک کے دِل میں کچھ تبدیلی واقع ہُوئی، کیونکہ اُس نے خُود قیدی کو اُٹھا کر ایک سپاہی کے پیچھے گھوڑے پر سوار کر دیا۔ ناصری اپنے اپنے گھر کو گئے۔ یہ اوّل مرتبہ تھا

کہ یہودا اور مریم کے بیٹے کی پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی اور پھر وداع ہوئے۔

# چودھواں باب

## غلام

۲۴ سنہ عیسوی میں روم کے دو مشہور بندرگاہ روینا اور میسینم تھے جہاں بڑے بڑے جہاز کے ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ اس سال میں بحر ایجیئن میں بحری قزاقوں نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا جو تجارتی جہاز قابو میں آتے اُن کو لوٹتے اور اہل جہاز کو تہ تیغ کر دیتے تھے۔ پس ان کی بیخ کنی کرنے کے واسطے رومی گورنمنٹ نے کیونٹس اریئس کو ایک جہازی بیڑے کا سردار مقرر کر کے بحر ایجیئن کو روانہ کیا۔ اس کو قیدی کھیتے تھے اور بجائے نام کے اُس نمبر سے جو اُن کی مقرری جگہ پر لکھا ہوتا تھا پکارے جاتے تھے۔ بڑے جہازوں میں کم از کم ایک سو بیس قیدی کھیوے ہوتے تھے جس وقت اریئس نے اپنے جہاز کا ملاحظہ کیا تو اُس نے ایک قیدی کی جو نمبر ساٹھ کہلاتا تھا (یہ ہمارا یہودا تھا) چستی و چالاکی ہمت حوصلے کی تعریف کی اور اُسے علیحدہ بلا کر اُس سے دریافت کیا۔ "تو کب سے اس خدمت پر ہے؟"

"قریب تین برس سے۔"

"صرف کھینے کا کام کرتا ہے۔"



"مجھے اس عرصے میں ایک دن آرام نہیں ملا۔"

"یہ تو سخت محنت ہے۔ بمشکل سے بعض لوگ ایک سال سے زیادہ یہ خدمت کر سکتے ہیں۔ تو تو ابھی لڑکا ہی ہے۔"

"شریف اریئس سمجھتا ہے کہ برداشت کرنے میں طبیعت کو بڑا دخل ہے۔ اس کی مدد سے بعض اوقات کمزور ترقی کرتے جبکہ مضبوط اور توانا ہلاک ہو جاتے ہیں۔"

"تیری گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ تو یہودی ہے۔"

"رومیوں کی ابتداء سے پہلے میرے بزرگ عبرانی تھے۔"

کھیوے کے چہرے پر سرخی دیکھ کر اریئس نے کہا "تیری قوم کا گردن کش تکبر تجھ میں سے نہیں گیا۔"

"تکبر کبھی ایسے زور پر نہیں ہوتا جیسا کہ زنجیروں میں۔"

"تیرے فخر کرنے کی کیا وجہ ہے؟"

"کہ میں یہودی ہوں۔"

اریئس مسکرایا اور کہا "میں یروشلیم تو نہیں گیا، مگر میں نے اُس کے شہزادوں کا بیان سنا ہے۔ ایک سے تو میں واقف تھا۔ وہ سردار تھا اور بحری تجارت کرتا تھا۔ وہ تو بادشاہ ہونے کے لائق تھا۔ کس درجے کا تو ہے؟"

"مجھے ضرور ہے کہ قیدیوں کی جگہ سے تم کو جواب دوں۔ میں غلاموں کے درجے کا ہوں۔ مگر میرا باپ یروشلیم کا ایک شہزادہ تھا اور سمندر کی تجارت کرتا تھا۔ آگسٹس عظیم اُس سے بخوبی واقف تھا، اور عزت کی نظر سے اُس کو دیکھتا تھا۔"

"اُس کا نام؟"

"اتھر حور کے خاندان کا۔"

رُومی سردار نے حیرت سے اپنے ہاتھ اُٹھائے۔ اَور کہا ”حُور کا بیٹا تُو؟“
اَور تب کچھ خاموش رہ کر دریافت کیا ”تُم یہاں کیونکر آیا؟“

یہوُدا نے سر جُھکا لیا اَور دِل میں سانسیں بھرنے لگا جب ذرا اطمینان
ہُوا تو رُومی سردار کے چہرے پر نظر کر کے جواب دیا ”مُجھ پر یہ جُرم لگایا گیا تھا
کہ مَیں نے ویلیرئیس گریٹس رُومی حاکم کے قتل کرنے کی کوشش کی“

سردار اَور زیادہ متحیّر ہُوا اَور ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا ”تو تُو وُہ قاتل
ہے۔ تمام رُوم میں اِس واقعہ کا چرچا تھا۔ مَیں اُس وقت سمندر پر تھا، اَور وہاں
مجھے خبر پہنچی تھی“ تب دونوں ایک دُوسرے کو خاموش تاکتے رہے۔ ذرا توقّف
کے بعد سردار نے کہا ”مجھے تو خیال تھا کہ حُور کا خاندان صفحۂ روزگار سے نابُود
ہو گیا ہے“

اِس کلام پر یہوُدا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اَور ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔
”ہاں۔ اَے ماں، اَور میری ترضہ۔ ہائے وُہ کہاں ہیں؟ اَے سردار اَے نجیب سردار
اگر تجھے اُن کی ذرا بھی خبر ہے تو مجھے بتا دے مجھے بتلا کہ وُہ جیتی ہیں؟ اگر جیتی ہیں
تو کہاں ہیں؟ اَور کس حالت میں ہیں؟ مَیں تیری منّت کرتا ہُوں مجھے بتا دے“
یہ کہتے ہُوئے وُہ سردار کے پاس آ گیا۔ ایسا کہ اُس کے لبادے کو پکڑ لیا اَور
پھر کہا ”اُس ہیبت ناک دِن کو تین برس ہُوئے۔ اَے سردار تین برس کا ایک ایک
گھنٹہ مُصیبت کی زندگی کٹا ہے۔ سوا محنت میں مجھے چین نہیں ملتا، اَور اِس
عرصہ دراز میں مجھے اُن کی کچھ خبر نہیں ملی۔ کاش کہ فراموش کئے جانے میں ہم
بھی سب کچھ بھول جائیں۔ کاش کہ مَیں اُس دِن کے منظر کو اپنی آنکھوں سے
چھپا سکوں، جبکہ میری بہن مجھ سے چھین لی گئی اَور میری ماں نے دردانگیز نگاہ
سے مجھے آخری مرتبہ دیکھا۔ وبائی ہوا میں مَیں رہا جنگ میں جہاز کے صدمے میں



نے سہے۔ سمندر کی موجوں کے جوش و خروش مَیں نے دیکھے۔ اَور مَیں ہنسی اُڑاتا
تھا، حالانکہ اَور دُعا مانگتے اَور منّت کرتے تھے۔ میرے واسطے تو موت رہائی ہوتی
دانتہ چلاتے ہیں۔ ہاں زندہ کو کام لانے سے میں برابر کوشش کرتا ہُوں کہ اُس
روز کے واقعہ کو فراموش کروں۔ مجھے صرف یہی کہہ دو کہ وُہ مر گئیں، کیونکہ میرے
بغیر تو وُہ دلشاد نہیں ہو سکتیں۔ رات کو اکثر مَیں اُن کو بُلاتے سُنتا ہُوں۔ مَیں نے
اُن کو پانی پر چلتے ہُوئے دیکھا ہے۔ ہائے ماں کی محبّت سے بڑھ کر کیا شے ہو سکتی
ہے اَور ترضہ۔ وُہ تو سپید سوسن کی مانند تھی۔ وُہ تو تاڑ کے درخت کی ننھی شاخ تھی
اَور ایسی تازہ، ایسی ملائم، ایسی باوضع، ایسی خوبصورت۔ اُس کی وجہ سے میرا ہر
ایک دِن صرف صبح صادق معلوم ہوتا ہے۔ اُس کا آنا اَور جانا ایک سرود تھا۔
ہائے میرے ہی ہاتھ نے اُن کو تباہ کر دیا ہے“

یہوُدا ختم نہ کرنے پایا تھا کہ سردار نے درشتی سے دریافت کیا ”کیا تُو
اپنے جُرم کا اقرار کرتا ہے؟“

بن حُور پر ایک عجیب تبدیلی واقع ہُوئی۔ اُس کی آواز تیز ہو گئی۔ مُٹھی
باندھ کر اُس نے اپنا ہاتھ لمبا کیا۔ اُس کی ایک ایک رگ سنسنانے لگی، اَور اُس
کی آنکھیں آگ کا شعلہ ہو گئیں۔ بڑا ضبط کر کے اُس نے کہا ”تُو نے میرے باپ
دادوں کے خُدا کا ذکر سُنا ہے۔ تُو نے بے پایاں یہوواہ کا نام سُنا ہے۔ مَیں اُس
کی صداقت اَور قُدرت کی ہاں اُس محبّت کی جس سے اُس نے اسرائیل کی ابتدا
سے رہنمائی کی قسم کھاتا ہُوں کہ مَیں بے گُناہ ہُوں“

اِس کلام سے رُومی سردار پر بڑا اثر ہُوا، اَور بن حُور نے التجا یُوں قائم رکھی۔
”اَے شریف رُومی۔ کچھ تھوڑا ایمان تو مجھے بخش اَور میری تاریکی میں جو ہر روز
فزوں ہے روشنی کو داخل کر“

ابرِیَس اضطراب میں جہاز کے تختے پر جلدی جلدی چلنے لگا۔ پھر رُک کر پوچھا
"کیا تیرا مقدمہ ہُوا تھا؟" "نہیں!"

سردار نے متعجب ہو کر کچھ دبی آواز سے کہا: "مقدمہ نہیں ہُوا۔ شہادت
نہیں پیش ہُوئی۔ کس نے تجھ پر فتوے دیا تھا؟"

"اُنھوں نے میری مشکیں باندھ لیں، اور قلعے کے ایک تہ خانے میں
مجھے بند کر دیا۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ کسی نے مجھ سے بات نہیں کی۔ دُوسرے
دِن سپاہی مجھے سمندر کے کنارے لے آئے اور اُس وقت سے میں جہاز پر قیدی
ہُوں۔"

"اگر تیرا مقدمہ ہوتا تو تُو کیا شہادت پیش کرتا؟"

"یہ کہ میں لڑکا تھا اور سازش کر سکتا تھا۔ گریٹس کی شکل سے بھی میں واقف
نہ تھا اور بالفرض میں اُسے قتل کرنا چاہتا تھا تو وہ وقت اور موقعہ نہ تھا۔ وُہ ایک
فوج کے درمیان جا رہا تھا، اور روزِ روشن تھا۔ میں کسی صورت سے بچ نہیں سکتا
تھا۔ میں اُس فریق سے تھا جو رُوم کا بڑا خیر خواہ تھا۔ میرے باپ نے رُومی شہنشاہ
کی خدمت میں بڑے بڑے کارِ نمایاں کئے۔ اتنی مجھے سمجھ تھی کہ میری بڑی جائداد
ضبط ہو جائے گی۔ میں، میری والدہ اور میری ہمشیرہ تباہ ہو جائیں گے۔ میرے لئے
عداوت کا کوئی سبب نہ تھا۔ بلکہ برعکس اِس کے جائداد، خاندان، زندگی، تمیز،
ہاں شریعت جو ہر ایک اسرائیل کے واسطے زندگی کا دم ہے ایسی وجوہات تھیں،
کہ ایسا ارادہ کیسا ہی زور کا میرے دِل میں کیوں نہ ہوتا تو بھی وُہ میرے ہاتھ
کو روکتے۔ میں پاگل نہ تھا۔ ندامت سے میرے واسطے موت بہتر تھی، اور
میں تیری منّت کرتا ہُوں کہ یقین کر کہ اب بھی میری یہی کیفیت ہے۔"

"جس وقت یہ وارد ہُوا کون تیرے ساتھ تھا؟"



"میں اپنے باپ کے محل کے کوٹھے پر تھا۔ تِرضہ جو مِلم کی جان تھی، میرے
برابر کھڑی تھی۔ ہم دونوں منڈیر پر سے جھانک کر فوج کے جلوس کو دیکھنے لگے۔
ایک کھپرا اتفاقاً میرے ہاتھ کے نیچے سے اُکھڑ کر گریٹس کے سر پر گرا۔ میں نے
سمجھا کہ میں نے اُسے مار دیا۔ آہ اُس وقت کیسی ہیبت میرے اُوپر غالب ہُوئی!"

"تیری ماں کہاں تھی؟"

"وُہ نیچے اپنے کمرے میں تھی۔"

یہوداسانس بھرنے لگا، اور دونوں ہاتھ زور سے باندھ کر کہا: "مجھے
نہیں معلوم۔ میں نے یہ دیکھا کہ سپاہی اُسے گھسیٹ کر لے گئے۔ زیادہ میں کچھ
نہیں جانتا۔ محل سے اُنھوں نے ہر ایک کو ہاں جانوروں کو بھی نکال دیا اور
پھاٹک پر مہر لگا دی۔ اِس سے اُن کا یہ مقصد تھا کہ وُہ کہیں پھر محل میں اپ
نہ آ جائے۔ میں بھی اُسی کو دریافت کرتا ہُوں۔ کاش کہ ایک بات بھی اُس کی
نسبت مجھ کو معلوم ہو۔ کم از کم وُہ تو بے گناہ تھی۔ میں مُعاف کر سکتا ہُوں۔ مگر اے
نجیب سردار میں آپ سے مُعافی مانگتا ہُوں، کیونکہ مجھ سے غلام کو مُعافی یا
اِنتقام کا لفظ بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ مجھ پر تو زندگی بھر کے لئے کھینے کا
حکم ہُوا ہے۔"

رُومی سردار بڑے غور سے سُنتا رہا۔ غلاموں کا جو اُس کو تجربہ ہُوا تھا
اُس کو کام میں لایا۔ اُس نے سوچا کہ جو جوش یہودا نے دکھایا اگر بناوٹی ہے تو
اُس نے خُوب رُوپ دکھایا ہے۔ لیکن اگر حقیقی ہے تو اِس یہودی کے بے گناہ
ہونے میں ذرا شبہ نہیں، اور اگر وُہ بے گناہ ہے تو کیسے بے تمیز غضب کے
اختیار میں لایا گیا۔ ایک حادثے کے واسطے کُل خاندان مِٹا دیا گیا۔ اِس خیال
سے اُس کا دِل دہل گیا۔

ایک مرتبہ تو اریٹیس سردار دو مبہوت ہی ہُوا، اور پس و پیش کرنے لگا۔ اُس کو اختیار بڑا تھا۔ وُہ تو اپنے جہاز کا مختارِ مطلق تھا۔ اُس کے دل میں یہوداہ کی محبت تو پیدا ہوگئی، مگر یُوں سوچا کہ ابھی جلدی کیا ہے۔ اِس کمینے کو ابھی میں جُدا نہیں کر سکتا۔ اور وُہ ٹھہر سکتا ہے۔ ابھی میں اُس کے اندر حالات معلوم کروں گا۔ یہ تحقیق ہونا ضرور ہے کہ یہ بِن حُور اور نیک خصلت ہے۔ عموماً غلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ پس بلند آواز سے کہا: "یہ گفتگو کافی ہے اپنی جگہ پر جاؤ۔"

بِن حُور نے سر جھکایا، اور بے دلی سے واپس ہُوا مگر پیچھے پھر کر کہا: "اے سردار اگر تجھے میرا پھر خیال آئے تو صرف یاد رکھنا کہ میری التماس یہ تھی، کہ مجھے میری والدہ اور ہمشیرہ کی کچھ خبر مل جائے"۔ اریٹیس سردار اُسے تعجب سے اُوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا، اور اپنے دل میں کہا: "اگر سکھایا جائے تو دنگل میں کیا نام پیدا کرے کیسا دوڑنے والا ہو۔ واہ تلوار کے کیسے ہاتھ دکھا دے۔" تب زور سے پکارا: "ذرا ٹھہر جا"۔

بِن حُور رُک گیا، اور سردار نے اُس کے پاس جا کر سوال کیا: "اگر تُو آزاد کر دیا جائے تو تُو کیا کرے گا؟"

بِن حُور نے تھرتھراتے ہُوئے ہونٹوں سے کہا: "سردار تُو میری ہنسی اُڑاتا ہے"۔

"نہیں۔ واللہ میں ہنسی نہیں کرتا ہُوں"۔

"تو میں خوشی سے جواب دُوں گا۔ میں اپنی زندگی کے اوّل فرض میں مشغول ہُوں گا۔ کسی اور بات کا میں ذرا بھی خیال نہ کروں گا، تاوقتیکہ میری والدہ اور ترضہ اپنے گھر میں نہ آ جائیں میں آرام نہ کروں گا۔ میں ہر گھنٹہ اور ہر دن اُن کی خوشی کا خواہاں رہُوں گا۔ میں اُن کی ایسی خدمت کروں گا کہ کسی غلام نے کبھی نہ کی ہو گی۔ اُن کی



بڑی جائداد جاتی رہی ہے۔ مگر میں اپنے باپ دادوں کے خُدا کی قسم کھاتا ہُوں کہ اِس سے بڑھ کر جائداد میں اُن کے لئے حاصل کروں گا۔"

ایسے جواب کی سردار کو اُمید نہ تھی پس بڑا متعجب ہُوا۔ مگر سنبھل کر کہا:۔

"میں نے تیری بلند ہمتی کی نسبت سوال کیا تھا۔ بالفرض تیری والدہ اور ہمشیرہ مرگئی ہوں یا نہ ملیں تو تُو کیا کرے گا؟"

بِن حُور کے چہرے پر زردی چھا گئی اور وُہ سمندر کے پانی کو دیکھنے لگا۔ مگر ضبط کر کے سردار کی طرف متوجہ ہُوا اور دریافت کیا کہ "کونسا پیشہ میں اختیار کروں گا؟"

"ہاں"۔

"اے سردار میں تجھ سے سچ سچ کہوں گا۔ اُس ہولناک دن سے جس کا میں نے ذکر کیا ہے، صرف ایک رات پیشتر میں نے سپاہی ہونے کی اجازت حاصل کی تھی۔ اب بھی میرا یہی ارادہ ہے، اور چونکہ کُل دُنیا میں صرف ایک جنگی مدرسہ ہے میں وہاں جاؤں گا۔"

اریٹیس نے بآوازِ بلند کہا: "کیا یُونان کے جنگی مدرسے میں؟"

"نہیں بلکہ رُومی لشکر میں"۔

"مگر تجھے پہلے ہتھیار چلانے کی تعلیم پانی ضرور ہے"۔ سردار یہ کہنے کو تو کہہ گیا مگر پھر اُسے خیال آیا کہ مجھے مناسب نہیں کہ ایک غلام کو یہ صلاح دُوں۔ پس یکایک کہا: "اب جا۔ مگر جو گفتگو میں نے کی ہے اُس پر کسی نوع کی اُمید کی بنا نہ ڈالنا۔ ممکن ہے کہ میں تجھے صرف ہنسی میں اُڑاتا ہوں اور اگر کوئی اُمید بھی پیدا ہو تو تجھے ایک شمشیر باز کی شہرت اور سپاہی کی خدمت میں سے ایک پسند کرنی پڑے گی۔ شمشیر باز تو شہنشاہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، مگر سپاہی ہونے میں تیرے واسطے کوئی اجر نہیں، کیونکہ تُو رُومی نہیں ہے اب جا۔"

تھوڑی دیر بعد بن حُور اپنی جگہ پر ڈانڈے کر بیٹھ گیا۔ اگر آدمی کا دل خوش

ہے تو ہمیشہ اُس کا کام ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ اب یہودا کو پھینے میں بڑی تکلیف معلوم نہ ہوتی تھی، کیونکہ ایک خوش آوازہ پرندہ کی مانند اُس کے دل میں ایک اُمید پیدا ہوئی۔ اب تو یہ امر کہ سردار اعظم نے مجھے بلا کر میری کیفیت دریافت کی اُس کی مجھوکی رُوح کے لئے ایک روٹی ہو گئی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ کچھ نہ اِس کا نتیجہ پیدا ہو گا۔ پس اُس نے اپنے دل ہی دل میں دُعا کی کہ "اے خداوند میں اُس اسرائیل کا جس کو تُو نے پیار کیا، ایک حقیقی فرزند ہوں۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری مدد کر۔"

---

# پندرھواں باب

## آزاد اور مُتبنے

جب ایریئس سردار اپنے بیڑے کو لے کر بحر رُوم میں جا رہا تھا تو اُسے خبر ملی کہ بحری قزاقوں کے ایک زبردست بیڑے نے بحر یونان میں تباہی مچا رکھی ہے۔ اُس نے سینکڑوں تجارتی بیڑوں کو لُوٹا اور ہزاروں کو قتل کیا۔ پس سردار نے اُس پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ ایک لائق تجربہ کار امیر البحر کے مُوافق اُس نے اپنے بیڑے کے دو حصے کئے۔ بن حُور اِس امر کا بڑے شوق سے انتظار کرتا تھا کہ دیکھو آیا ایریئس سردار میری طرف بھی کچھ توجہ کرتا ہے۔ اُس کی خوش قسمتی سے سردار نے غلاموں کے افسر کو ایک روز حکم دیا کہ اِس جوان کے پیروں میں زنجیر نہ ڈال، کیونکہ رُومی انتظام کے موافق جنگ کے پیشتر سب غلاموں کو جس وقت ڈانڈ



چلاتے بیڑیاں پہنا دی جاتی تھیں تاکہ لڑائی کے ہنگامے میں بچ نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ بن حُور کو اِس عنایت کے اظہار پر بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ اُس کو یہ اُمید پیدا ہوئی کہ جو اتنا اچھا سلوک میرے ساتھ کیا ہے تو زیادہ بھی کرے گا۔ اِسی خوشی میں جو غصہ اُس کے دل میں سیلاً، گریٹس اور رُوم کی طرف سے تھا، وُہ سب بھول گیا۔ چند روز کے بعد سردار نے خبر دی کہ قزاق قریب آ گئے ہیں سب تیار ہو جاؤ۔ اِس حکم کے سنتے ہی تیاری کی گھبراہٹ شروع ہو گئی اور جہازوں پر ایک کھلبلی مچ گئی۔ لوگ ایک دُوسرے کو پکارتے تھے۔ بگل کی صدا ہر جہاز پر سُنائی دیتی تھی۔ آخر کار قزاقوں کے قوی جہازوں سے مقابلہ ہُوا۔ سرگشت دشمن ہُوا جس جگہ بن حُور کھڑا تھا، ایک "قزاق کی لاش اُوپر کے تختے سے اُس کے پاس ہی آ گری جس سے اُسے معلوم ہُوا کہ قزاقوں کا گروہ سردار ایریئس کے جہاز پر چڑھ آیا ہے اور رُومی اپنے جہاز کے تختے پر لڑ رہے ہیں۔ اِس کے دل میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ ممکن ہے کہ سردار خطرے میں ہو، اور اپنی جان بچاتا ہو۔ خدا نہ کرے کہ وُہ مارا جائے، ورنہ میری کُل اُمیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ کیا میں اپنی والدہ اپنی ہمشیرہ اپنے وطن اپنے گھر بار مُقدس سرزمین کو پھر نہ دیکھوں گا۔ اگر میرا یہ مربی قتل ہُوا تو میرا کیا حال ہو گا۔ پھر کون میری مدد کریگا۔ زندگی کے دعوے پُورے کرنے کو مُردے واپس نہیں آتے۔ اِس خیال میں بن حُور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اُوپر کے تختے پر اب بھی لڑائی ہو رہی تھی۔ جہاز کے دو طرفہ قزاقوں کے جہاز ٹکراتے اور دھکا دیتے تھے۔ غلام کوشش کرتے تھے کہ اپنی بیڑیاں توڑ ڈالیں۔ مگر جب کامیاب نہ ہوتے تو دیوانوں کی طرح چیختے تھے۔ پہرے والے اُوپر کے تختے پر چلے گئے۔ بن حُور دوڑ کر سردار کے کمرے کی طرف گیا۔ دیکھا تو جو لڑ رہے ہیں اُن میں قزاقوں کی تعداد رُومیوں سے بہت زیادہ ہے۔ یکایک جہاز کو ایسا دھکا لگا کہ بن حُور پیچھے کو گر گیا۔ چند لمحوں میں جہاز

پاش پاش ہوگیا اور وہ اُڑتی موجوں میں غائب ہوگیا۔ جب اُوپر آیا تو اُس نے
ایک تختہ کو جو جہاز سے علیحدہ ہوگیا تھا، پکڑ لیا اور بڑی کوشش کرکے اُس پر سوار
ہوگیا۔ اپنے ہوش و حواس درست ہونے پر اُس نے چاروں طرف نگاہ کی تو
دیکھا کہ بہت سے جہاز جل رہے ہیں۔ سینکڑوں لاشیں پانی پر تیر رہی ہیں، اور
سردار ایریمیس کے جہاز کا کہیں پتہ نہیں۔ شام ہوگئی تھی۔ یکایک ڈانڈوں کے چلنے
کی آواز اُسے سنائی دی اور اُسے معلوم ہوا، کہ ایک بڑی کشتی اُس کی طرف آرہی ہے
شاید قزاقوں کی ہو۔ اُس نے اپنے تئیں بچانے کے واسطے کوشش کرنی شروع کی
کہ تختہ ہٹا کر ایک طرف کو لے جائے اور آپ خاموش اُس پر چپت لیٹ گیا۔
ذرا دیر میں کشتی تھوڑی دور برابر سے گزر گئی اور کشتی والوں نے اُسے نہ دیکھا۔
اس تباہی میں بھی بن حُور نے اُس بچاؤ کے واسطے خداوند اپنے باپ دادوں کے
خدا کا دلی شکریہ ادا کیا۔ موجیں اُس کے تختے کو کچھ دور بہا کر لے گئیں کہ یکایک
موجوں میں سے ایک خود اُسے نظر آیا۔ بعد میں دو پیے ہاتھ اُسے دکھائی دیئے۔
پہلے تو یہ دیکھ کر ڈر گیا، مگر جب غور سے چہرے کو پہچانا تو خوشی کی آواز سے چلا دیا
اور جس وقت وہ چہرہ پھر ڈوبنے کو تھا اُس نے بڑی کوشش کرکے خود کی زنجیر
سے جو ٹھوڑی کے نیچے اٹکی تھی، اُسے پکڑ کر تختے پر گھسیٹ لیا۔ یہ شخص ایریمیس سردار
تھا۔ کچھ دیر پانی چھپاں لاتا اور بن حُور کے گرد چکر کھاتا تھا، ایسا کہ تختہ کو تھامنے
اور سردار کے سر کو جو اب تک بے ہوش تھا، پانی سے اُوپر رکھنے میں اُسے بڑی
جدوجہد کرنی پڑی۔ تھوڑے عرصے میں اُس جانب سے جدھر کو بڑی کشتی گئی تھی
بڑا شور و شر سنائی دیا، اور قزاقوں کا بڑا جہاز جلتا نظر آیا۔ یہ سمجھ گیا کہ بڑی کشتی
کے لوگوں نے اِس جہاز میں آگ لگائی ہے، اور یوں سردار ایریمیس کے جہاز
کا بدلہ لیا ہے۔ اب تو قزاقوں نے سراسیمہ اور مایوس ہو کر بھاگنے کی کوشش



کی، اور ذرا شبہ باقی نہ رہا کہ رومی فیروزمند ہوئے۔ سردار ہنوز بے ہوش تھا بلکہ مردہ
سا معلوم ہوتا تھا۔ یہودا نے سر سے اُس کا خود اُتارا اور بڑی دقت سے اُس کے
جوشن کو بھی اُتار لیا، اور یہ دیکھ کر کہ اُس کے دل کی حرکت ابھی قائم ہے، اُسے بڑی
تسلی ہوئی اور دل ہی دل میں اُس کی سلامتی کے لئے دُعا کرنے لگا، اور جسم میں حرارت
لانے کے واسطے خوب زور سے مالش کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں سردار نے آنکھیں
کھول دیں اور آہستہ دھیمی آواز سے کہا: "مجھے بخوبی معلوم ہے کہ تُو نے اپنی جان
کو خطرے میں ڈال کر میری جان بچائی ہے اور انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو میں تیرا شکر گزار
ہوں، اور اگر اس مصیبت سے ہم جیتے بچے تو جیسا رومی کو جو با اختیار ہو لائق ہے
میں اپنے شکریے کا ثبوت دوں گا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ سے قول کرے کہ
جو میں تجھ سے کہوں تو ویسا ہی کرے گا۔

بن حُور نے جواب دیا "اگر درخواست ناجائز نہ ہوگی تو ضرور بجا لاؤں گا۔"

سردار نے دریافت کیا "کیا تو فی الحقیقت حُور یہودی کا بیٹا ہے؟"

"جیسا میں نے کہا میں ہوں۔"

"میں تیرے باپ سے واقف تھا۔" یہ سُن کر یہودا نزدیک ہو گیا،
کیونکہ سردار کی آواز کمزور تھی اور اُسے اُمید ہوئی کہ اب میں اپنے عزیزوں اور
اپنے وطن کی خبر سنوں گا۔ ایریمیس نے پھر کہا "میں اُسے جانتا تھا، اور اُس سے
محبت رکھتا تھا۔ چونکہ تو اُس کا بیٹا ہے، تو نے ضرور کیٹو اور بروٹس کا حال سنا
ہوگا۔ وہ بڑے نامور تھے مگر اپنی موت کے بعد زیادہ مشہور ہوئے۔ مرتے وقت وہ
یہ آئین چھوڑ گئے۔ کیا تو سنتا ہے؟"

"میں کان لگا کر سن رہا ہوں۔"

"روم کے شرفاء کا دستور ہے کہ ہاتھ کی انگلی پر ایک انگشتری پہنیں ایک

میری اُنگلی میں ہے، اُسے لے۔" یہ کہہ کر اپنا ہاتھ آہستہ سے اُٹھا کر اُس کی طرف کر دیا، اور یہودا نے انگشتری اُتار لی۔

"اب اِسے اپنی اُنگلی میں پہن لے۔"

بن حور نے ایسا ہی کیا اور اریئیس نے کہا "اِس انگشتری کے خاص فائدے ہیں۔ میں ایک بڑی جائداد اور کثیر نقدی کا مالک ہوں۔ رُوم میں لوگ مجھے تونگر سمجھتے ہیں، مگر میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ اِس انگشتری کو میرے مختار کو دکھانا۔ وہ شہر مسینم کے نزدیک میرے ایک دیہاتی محل میں رہتا اور میری جائداد کا منتظم ہے۔ اُسے بتانا کہ یہ انگشتری تجھے کیونکر ملی، اور جو کچھ تو اُس سے طلب کرے گا، وہ ضرور تجھے دے گا۔ اگر میں زندہ رہا تو میں تیرے ساتھ بہتر سلوک کروں گا۔ میں تجھے آزاد کروں گا، اور تیرے عزیزوں اور تیرے وطن میں تجھے پہنچا دوں گا، یا جو پیشہ تو اختیار کرنا چاہے، تو خوشی سے کر سکے گا۔ کیا تو سُنتا ہے؟"

"میں بخوبی سُن رہا ہوں۔"

"تو مجھ سے قول کر۔ دیوتاؤں کی قسم کھا۔"

"اے سردار میں یہ نہیں کر سکتا کیونکہ میں یہودی ہوں۔"

"تو اپنے خدا کی قسم کھا کر مجھ سے قول کر کہ جو میں تجھ سے کہوں گا یا جس طرح بتلاؤں گا تو ویسا ہی بجا لائے گا۔ میں تیرے وعدے کا منتظر ہوں۔"

"اے شریف اریئیس جس طریقے سے تو کہہ رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھاری معاملہ ہے۔ پس پہلے اپنی خواہش بتلا۔"

"تب تو وعدہ کرے گا؟"

"یہ تو قول دیتا ہے۔ میرے باپ دادوں کا خدا مبارک ہو۔ ایک جہاز آ رہا ہے۔"



"کس سمت سے آتا ہے؟"

"شمال کی طرف سے۔"

"کیا کسی نشان سے تو بتلا سکتا ہے کہ کس ملک کا جہاز ہے؟"

"نہیں میں نے تو صرف کھینے کا کام کیا ہے۔"

"کیا اُس پر کوئی جھنڈا ہے؟"

"مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔"

تھوڑی دیر سردار خاموش ہو رہا، گویا کہ کچھ سوچتا تھا۔ تب پھر پوچھا۔

"کیا جہاز اسی طرف کو آ رہا ہے؟"

"ہاں اُس کا رُخ اسی طرف ہے۔"

"پھر غور سے دیکھ کہ کوئی جھنڈا بھی ہے؟"

"کوئی نہیں۔"

"کیا اور کوئی نشان نہیں؟"

"وہ پال لگائے ہے اور تین منزل کا ہے اور بڑی تیزی سے آ رہا ہے۔"

"رُومی جہاز جب فیروزمند ہوتا ہے، تو بہت سے جھنڈے لگاتا ہے۔ پس یہ ضرور غنیم کا جہاز ہے، اس لئے جب تک میں بات کر سکتا ہوں سُن۔ اگر یہ جہاز قزاقوں کا ہے تو بھی تو سلامت ہے۔ کیونکہ اگر وہ تجھ کو آزاد نہ کریں گے تو ڈانڈ پر تو ضرور لگا دیں گے، مگر قتل نہ کریں گے۔ برعکس اس کے میں....."

سردار کی آواز رُک گئی، لیکن تامل کر کے کہا "اِس عمر میں میں بے عزتی کی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بہتر ہے کہ رُوم کے لوگ سُنیں، کہ کیونٹس اریئیس جیسا رُومی سردار کو شایاں ہے، غنیم کے درمیان اپنے جہاز کے ساتھ سمندر میں غرق ہو گیا۔ اب میری یہ درخواست ہے کہ اگر یہ جہاز قزاقوں کا ہو تو مجھے تختے پر سے دھکیل

دیتا تا کہ میں ڈوب جاؤں۔ کیا تُو سُنتا ہے؟ اب قسم کھا کہ میں ایسا کروں گا۔"

بن حُور نے استقلال سے کہا "میں نہ قسم کھاؤں گا اور نہ یہ کام کروں گا۔ کیونکہ اے سردار شریعت جس کا میں سخت پابند ہوں، تیری جان کا مجھ سے جواب لے گی اور تب مُہر کو اُنگلی سے اُتار کر کہا، اپنی انگشتری کو واپس لے اور اس خطرے سے رہائی پانے کی صُورت میں مجھ پر مہربانی کرنے کے جو وعدے تُو نے کئے تھے وُہ بھی واپس لے۔ رُومی حکم سے میں غلام بنا، تاہم میں غلام نہیں ہوں، اور نہ تیرا آزاد کیا ہوا ہوں۔ میں اسرائیل کا بیٹا ہوں اور کم از کم اس وقت اپنا مالک ہوں! اپنی انگشتری واپس لے۔"

ایریئس خاموش رہا تو پھر بن حُور نے کہا "کیا تُو نہ لے گا؟ تو نہ غُصّے سے اور نہ کینے سے بلکہ ایک کریہہ فرض سے آزاد ہونے کی نیّت سے میں تیری اس بخشش کو سمندر کی نذر کرتا ہوں۔ دیکھ اے سردار" یہ کہہ کر اُس نے انگشتری کو سمندر میں پھینک دیا۔ گو ایریئس نے نہ دیکھا مگر پانی میں اُس کے گرنے کی آواز سُنی، اور بولا "تُو نے بڑی حماقت کا کام کیا۔ ایسے جوان کے واسطے جو تیری حالت میں ہو یہ بڑی بیوقُوفی کا عمل تھا۔ میں مَوت کے لئے تیرا محتاج نہیں ہوں۔ جان صرف ایک دھاگا ہے جس کو بغیر تیری مدد کے میں خُود توڑ سکتا ہوں۔ لیکن اگر میں ایسا کروں تو تیرا کیا انجام ہوگا۔ جو لوگ مرنے پر آمادہ ہوتے ہیں، وُہ دُوسرے کے ہاتھ سے مرنا چاہتے ہیں، کیونکہ رُوح جو پلُوٹو نے ہم کو بخشی ہے خودکُشی کے خیال سے نفرت کرتی ہے۔ میرا یہی خیال تھا لیکن اگر یہ جہاز قزاقوں کا ہوگا تو ضرور میں اپنے تئیں ہلاک کروں گا۔ میرا ارادہ مصمّم ہے۔ میں رُومی ہوں اور کامیابی اور عزّت ہمارے لئے سب کچھ ہے، تاہم میں تیری مدد کرنا چاہتا تھا لیکن تُو نے پسند نہ کیا۔ ایسے موقع پر صرف وُہ انگشتری میری خواہش کی شاہد



تھی۔ ہم دونوں برباد ہو گئے۔ میں تو مرتے مرتے اُس فتح اور جلال کے لئے جو مجھ سے اینٹھ لئے گئے پچھتاؤں گا، لیکن تُو کچھ عرصہ اور جئے گا اور اس وقت کی بیوقوفی کے واسطے پچھتائے گا۔ مجھے تجھ پر ترس آتا ہے۔"

بن حُور کو اپنی جلد بازی کا نتیجہ اب زیادہ تر سمجھ میں آیا مگر مستقل مزاج رہا۔ ذرا تامّل کر کے اُس نے کہا "اے سردار تین برس کی غلامی میں تُو پہلا شخص تھا جس نے مجھ پر رحم سے نظر کی۔ نہیں نہیں، میں نے غلطی کی۔ ایک اور نے مجھ پر ترس کھایا۔" یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، کیونکہ اُسے وُہ لڑکا یاد آ گیا جس نے ناصرت کے کنوئیں پر اُسے پینے کو پانی دیا تھا۔ پھر اُس نے کہا "ہاں تُو پہلا تھا جس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کون ہوں اور جس وقت میں نے تجھے سمندر میں سے کھینچ کر اس تختے پر گھسیٹ لیا تو میرے دل میں ضرور یہ خیال آیا تھا کہ میری مصیبت میں تُو بہت اچھی طرح سے میری مدد کر سکے گا۔ لیکن یقین جان کہ میں نے خود غرضی سے تجھے نہیں بچایا۔ اپنی تمیز کے موافق میں یہ بہتر جانتا ہوں کہ تجھے قتل کرنے کی بجائے تیرے ساتھ مر جاؤں۔ اے سردار اگر تیرے مقدور میں ہو کہ رُوم کی کُل سلطنت مجھے عطا کرے تو بھی میرا ارادہ مصمّم ہے کہ تجھے ہرگز قتل نہ کروں گا۔ اُس عبرانی کے مقابلے میں شریعت کو ماننا ایک یہودی کا فرض ہے۔ تیرے کیٹو اور بروٹس ننھے بچوں کی مانند ہیں۔"

"لیکن میری درخواست کا کیا ہُوا؟"

"اگر تُو حکم بھی کرے تو بھی میں نہ مانوں گا۔ میں نے کہہ دیا ہے۔"

دونوں خاموش ہو گئے۔ بن حُور اُس جہاز کی طرف جو آ رہا تھا، بار بار دیکھتا تھا۔ ایریئس لا پرواہ پڑا ہُوا تھا۔ پھر بن حُور نے دریافت کیا "کیا تجھے یقین ہے کہ یہ غنیم کا جہاز ہے؟"

"میری تو یہی رائے ہے۔"

"جہاز رُک گیا اور ایک کشتی سمندر میں چھوڑ رہا ہے۔"

"کیا تُو اُس کا جھنڈا دیکھتا ہے؟"

"کیا اور کوئی نشان نہیں جس سے میں معلوم کرسکوں کہ یہ رُومی جہاز ہے۔"

"اگر رُومی جہاز ہو تو اس کے مستول پہ ایک خَود ہوگا۔"

"تو خاطر جمع ہو کیونکہ میں خود دیکھتا ہُوں۔"

چنانچہ ایرنیس کو یقین نہ ہُوا، لیکن ہیوُدا نے کہا کہ "چھوٹی کشتی کے لوگ ان آدمیوں کو جو سمندر میں تیر رہے ہیں کشتی میں چڑھا رہے ہیں۔ قزاق تو رحمدل نہیں ہوتے۔"

"ممکن ہے کہ انہیں کھینے والوں کی ضرورت ہو۔" مگر ہیوُدا اُن کو برابر غور سے دیکھتا رہا، اور کہا "جہاز اب آگے بڑھا۔" "کس طرف"؟

"داہنے کو ایک بڑی کشتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ یہ نئی کشتی اُس کی طرف جا رہی ہے۔ اب اُس کے برابر پہنچ گئی۔ اب اُس پہ لوگ پہنچ رہے ہیں۔"

ایرنیس نے آنکھیں کھول دیں اور ہاتھ پاؤں ہلائے۔ تب کشتی کی طرف خُوب غور سے دیکھ کر ہیوُدا کو کہا "اپنے خُدا کا شُکر کر۔ اپنے خُدا کا شکر ادا کر، جیسا کہ میں اپنے بہت سے دیوتاؤں کا کرتا ہُوں۔ قزاق اِس جہاز کو بچاتے نہیں بلکہ ڈُبا دیتے۔ اُن کی اس کارروائی سے اور مستول پہ خَود کے بلند کرنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ رُومی ہیں۔ پس میری فتح ہُوئی۔ خوش قسمتی نے مجھے ترک نہیں کیا۔ ہم بچ گئے۔ اپنا ہاتھ ہلا اور آواز دے، تاکہ جلد اِدھر آئیں۔ میں اب بھی سردارِ اعظم ہُونگا۔ میں تیرے باپ سے واقف تھا اور اُس سے محبت رکھتا تھا۔ وہ فی الواقع ایک



شہزادہ تھا۔ اُسی نے مجھے سکھلایا کہ یہُودی وحشی نہیں ہے۔ میں تجھے اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اپنا بیٹا بناؤں گا۔ اپنے خُدا کا شکریہ ادا کر اور ملّاحوں کو آواز دے۔ شتابی کر۔ ہمیں تعاقب کرنا ضرور ہے۔ ایک بھی ڈاکو بچنا نہ چاہیئے۔ اُنہیں جلدی بُلا۔"

ہیوُدا نے ہاتھ ہلائے اور خُوب چیخنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں ملّاحوں نے اُس کو دیکھا، اور جلد آ کر دونوں کو کشتی پہ چڑھا لیا۔ جہاز پر ایرنیس بڑی تعظیم سے قبول کیا گیا۔ ایک پلنگ پر لیٹے ہُوئے اُس نے جنگ کے خاتمہ کی کل کیفیت سُنی۔ جب کُل پسماندوں کو جمع کر کے جہاز پہ چڑھا لیا، اور قزاقوں کے جہازوں کو ہمراہ لے جانے کا انتظام کر لیا، تو اُس نے اپنا جھنڈا اَز سرِ نو بلند کیا اور اپنے بیڑے کے دُوسرے حصّے سے شامل ہو جانے کو روانہ ہُوا۔ تھوڑے عرصے میں قزاقوں کے باقی جہاز رُومی بیڑے کے دونوں حِصّوں کے درمیان آ گئے، اور بالکل تباہ کر دیئے گئے۔ ایسا کہ ایک بھی ڈاکو جیتا نہ بچا، مگر اُن کی بیس بڑی کشتیاں ہاتھ آئیں۔

جب ایرنیس وطن کو واپس آیا تو مسینم کے بندر پہ بڑی دُھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا گیا۔ چُونکہ ہیوُدا کو برابر اپنے ہمراہ رکھتا تھا، ہر ایک سوچتا تھا کہ یہ کون ہے۔ ایک روز جبکہ اُس کے رفیق اور بُہت سے رئیس جمع تھے، اُس نے ہیوُدا کے کاندھے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا، "نیک دوستو، یہ میرا بیٹا اور وارث ہے اور چُونکہ میری جائداد کا وارث ہے، وہ میرے نام سے کہلائے گا۔ میں آپ سے درخواست ہے کہ جیسی مجھ سے محبت رکھتے ہو، اُس سے بھی محبت رکھو۔"

بہت جلد ایک جشن ہُوا، جب ایرنیس نے ہیوُدا کو متبنّیٰ بنانے کی ضروری رسُومات ادا کیں اور یُوں اُس سے سردار نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ اگلے مہینے ہی تماشاگاہ میں بڑی دُھوم دھام سے اُس فتح کی یادگار میں تماشا ہُوا۔ اُس وقت قریباً اسّی ہزار کے تماشبین جمع ہُوئے۔ دیواروں پر قزاقوں کے جہازوں کے مُہرے کاٹ کر

لٹکا ئے گئے اور سب کے اوپر یہ کتبہ تھا۔

خلیج پورٹیس میں قزاقوں سے
کیوٹیس اریٹمیس افسرِ اعلیٰ نے فتح کئے

---

# سولھواں باب

## تلاش

مہینہ جولائی اور سال ہمارے خداوند کا ۲۳ اور مقام انطاکیہ ہے۔ یہ شہر مشرق کی ملکہ کہلاتا ہے، اور دنیا میں شہر روم سے کچھ کم مضبوط اور آباد مانا جاتا تھا۔ بعض قدیم مصنفوں کی رائے ہے کہ شہر روم کی بدکاری کا بڑا نمونہ تمام رومی سلطنت میں پھیل گیا تھا۔ لیکن جنہوں نے قدیم تواریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے اُن کو بخوبی معلوم ہے کہ فتوحات کا اثنا صدمہ رومیوں کے اخلاق پر ہوا تھا۔ اُنہوں نے بدافعالی کا چشمہ یونان اور مصر میں پایا اور یوں بداطواری کا دریا مشرق سے مغرب کو بہا اور انطاکیہ کا شہر جو سوری زور اور شان کا سب سے قدیمی صدر مقام تھا وہی اس زہر ہلاہل کے دریا کا منبع تھا۔

سواری کا ایک جہاز بحرِ روم سے دریا اورانٹس کے دہانے میں داخل ہوا۔ قبل دوپہر کا وقت تھا اور گرمی اتنی تھی، کہ عنقریب کُل مسافر تختۂ جہاز پہ جمع تھے۔ بن حور بھی اُن میں تھا۔ پانچ برس کے عرصے میں وہ جوان ہو گیا تھا، اور



سفید کتان کا عبا پہنے ہوئے ایک پال کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اُس کی قوم کے کئی مسافروں نے کوشش کی کہ اُس سے گفتگو شروع کریں، مگر کامیاب نہ ہوئے۔ ہر ایک اُس کی وجاہت کو دیکھ کر یہ معلوم کر لیتا تھا کہ یہ کوئی غیر معمولی شخص ہے۔

جس وقت یہ جہاز جس پر بن حور سوار تھا، جزیرہ کپرس کو آیا، تو وہاں سے ایک یہودی نہایت بزرگ اور معزز صورت سوار ہوا۔ بن حور نے اُس سے بہت سے حالات دریافت کئے اور دیر تک گفتگو کی۔ جس وقت اُس کا جہاز خلیج اورانٹس میں داخل ہوا تو دو اور جہاز بھی اُسی وقت آئے اور اُنہوں نے زرد رنگ کے جھنڈے اپنے مستولوں پہ بلند کئے۔ یہ دیکھ کر ایک مسافر نے بزرگ یہودی سے دریافت کیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

اُس نے جواب دیا "ان جھنڈوں کے مطلب سے میں واقف ہوں۔ یہ قومیت نہیں بلکہ مالکیت ظاہر کرتے ہیں۔"

"کیا اُس مالک کے بہت جہاز ہیں؟"

"ہاں بہت ہیں۔"

"کیا تم اُس سے واقف ہو؟"

"میں نے اُس سے بیوپار کیا ہے۔ وہ انطاکیہ میں رہتا ہے۔ چونکہ بڑا تونگر ہے، اِس لئے سب لوگ اُسے جانتے ہیں۔ اکثر آدمی اُسے بُرا بھی کہتے ہیں کسی زمانے میں شہر یروشلیم میں ایک شہزادہ حور کے خاندان کا ہوتا تھا۔" حور کا نام سن کر یہودا کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ غور سے سننے لگا۔

بزرگ یہودی نے یہ بھی کہا "یہ حور شہزادہ سوداگر تھا اور کاروبار میں بڑا فہمیدہ تھا۔ اُس کے کارخانے مشرق و مغرب میں دور دور تک پھیلے ہیں۔ اُس نے ہر ایک بڑے شہر میں کوٹھیاں قائم کیں۔ انطاکیہ کی کوٹھی کا کارندہ سمونائڈس یونانی نام کا

ایک اسرائیل تھا جس کی بابت یہ مشہور ہے، کہ وہ شہزادے کا خاندانی غلام تھا۔ مالک تو سمندر میں ڈوب گیا مگر اُس کا کاروبار بخوبی عمدہ طور پہ چلتا رہا۔ کچھ عرصے بعد حور کے خاندان پہ مصیبت آئی۔ شہزادے کے اکلوتے بیٹے نے جو عنقریب جوان تھا گریٹس رُومی حاکم کو شہر یروشلیم کے ایک بازار میں قتل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہُوا۔ آدمیوں نے اُسے گرفتار کیا اور تب سے اُس کا کچھ پتہ نہیں لگا۔ غرضیکہ رُومی غضب نے کل خاندان کو تباہ کر دیا ایسا کہ اُس خاندان کا کوئی نہ بچا کہ اُس نام کو قائم رکھے۔ اُن کے محل پر مُہر لگ گئی اور اب جنگلی کبوتر اُس میں بسیرا کرتے ہیں۔ جائداد ضبط ہو گئی۔ بلکہ ہر شے جس کی نسبت یہ معلوم ہُوا کہ حُور کی تھی قُرق کر لی گئی۔ گویا رُومی حاکم نے اپنے زخم پر طلائی مرہم لگایا۔ اس کلام پر وہ مُسافر ہنس پڑے اور ایک نے دریافت کیا "کیا تُمہارا مطلب یہ ہے کہ خُود حاکم جائداد کا مالک بن بیٹھا؟"

"لوگ کہتے تو یُوں ہی ہیں۔ میں نے تو جیسا سُنا ہے ویسا ہی کہتا ہُوں۔ رہا سمونائڈس جو شاہزادے کا انطاکیہ میں کارندہ تھا، اُس نے اپنے نام سے تجارت شروع کی اور نہایت ہی قلیل عرصے میں اُس شہر کا سوداگرِ اعلیٰ ہو گیا۔ اپنے مالک کے موافق اُس نے بھی کاروان ہند کو روانہ کئے، اور آج کل سمندر پر اُس کے اتنے جہاز ہیں کہ ایک شاہی بیڑا بن سکتا ہے۔ لوگ تو یُوں کہتے ہیں کہ جس کام میں وہ ہاتھ لگاتے اُس میں ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ اُس کے اونٹ صرف ضعیفی سے مرتے ہیں۔ اُس کے جہاز کبھی نہیں ڈوبتے۔ اگر وہ ایک چپٹی دریا میں پھینک دے تو سونا بن کر واپس آتی ہے۔"

"کتنے عرصے میں وہ ایسا خوشحال ہُوا ہے؟"

"دس برس نہیں ہُوئے۔"

"اُس نے اچھے سرمائے سے تجارت شروع کی ہو گی؟"



"ہاں۔ لوگ کہتے ہیں کہ رُومی حاکم نے شہزادے کے گھوڑے۔ مویشی مکانات۔ زمین۔ جہاز اور اسباب ضبط کر لئے، مگر نقدی اُسے نہیں ملی۔ حالانکہ بے تعداد نقدی بھی ہو گی۔ یہ ایک راز ہے جو اب تک حل نہیں ہُوا کہ اُس نقدی کا کیا بنا؟"

ایک مُسافر نے ناک چڑھا کر کہا "میں اس راز کو جانتا ہُوں۔"

عبرانی نے جواب دیا "میں تمہارا مطلب سمجھتا ہُوں، اوروں کا بھی یہی خیال ہے، کہ سمونائڈس نے اُسی نقدی سے اپنی تجارت شروع کی۔ رُومی حاکم کا بھی یہی خیال تھا، کیونکہ پانچ سال کے عرصے میں اُس نے اس سوداگر کو دو مرتبہ گرفتار کر کے سخت اذیت دی۔" یہودا یہ سُن کر لرز گیا اور جو رسّی وہ تھامے تھا اُسے بڑے زور سے مروڑا۔

راوی نے اپنا بیان یُوں قائم رکھا "لوگ کہتے ہیں کہ سمونائڈس کے جسم میں ایک ہڈی بھی سالم نہیں ہے۔ آخری مرتبہ جب میں نے اُسے دیکھا تھا تو ایک بے ڈول اپاہج تکیوں کے سہارے ایک کُرسی پر بیٹھا۔"

چند سُننے والوں نے ایک ساتھ بلند آواز سے کہا "اُسے ایسی اذیت دی گئی؟"

"بیماری سے بھی وہ ایسا بدشکل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس تعذیب نے اُس پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ جب اُسے اذیت پہنچاتے تھے تو اُس کا جواب صرف یہ تھا، کہ جو کچھ میرے پاس ہے سو شرعاً میرا ہے اور شرع کے مطابق میں اُسے استعمال کرتا ہُوں۔ مگر اب تو اُسے کوئی ستا نہیں سکتا۔ اُس کے پاس اب تجارت کے لئے خاص طبریاس قیصر کی دستخطی سند ہے۔"

ایک بولا "مگر شرط باندھ لو کہ اُسے بہت روپیہ دینا پڑا ہو گا۔"

عبرانی نے کہا "یہ دونوں جہاز اُس کے ہیں۔ اُس کے ملاحوں کا قاعدہ

ہے کہ جب ایک جہاز دُوسرے کے قریب سے گذرتا ہے، تو وُہ زرد رنگ کے جھنڈے بُلند کرتے ہیں جن سے اُن کا یہ مطلب ہوتا ہے، کہ ہم اپنے سفر میں کامیاب ہُوئے ہیں۔"

داستان یہاں ختم ہُوئی۔ جب جہاز دریا کے بیچوں بیچ جا رہا تھا تو یہودا نے عبرانی سے دریافت کیا "کہ سوداگر کے مالک کا کیا نام تھا؟"

"بن حُور یروشلیم کا شہزادہ۔"

"شہزادے کے خاندان کی کیا کیفیت ہُوئی؟"

"لڑکا تو عُمر بھر کے واسطے جہاز پر کھینے کے کام کو بھیجا گیا۔ ممکن ہے کہ وُہ مرگیا ہو کیونکہ ایسی سزا میں کوئی آدمی ایک سال سے زیادہ نہیں جیتا۔ بیوہ اور بیٹی کا پتہ نہیں لگا۔ جو اِن کی کیفیت سے واقف ہیں، وُہ اپنا مُنہ نہیں کھولتے۔ یہودیہ میں جو اکثر قلعے ہیں، غالباً وُہ اُن میں سے ایک کے کسی تہہ خانے میں مرگئی ہوں گی۔"

یہودا جہاں ناخدا تھا وہاں چلا گیا، اور اپنے خیال میں ایسا محو ہو گیا کہ دریا کے کنارے جو خوبصورت اور خوش نما باغات و تاکستان اور عالیشان مکانات تھے، اُن پر ذرا غور نہ کیا۔ نہ اُس نے جہازوں کو جو برابر سے لگاتار گذر رہے تھے دیکھا، اور نہ ہی اُس نے ملاحوں کا جو اپنے وطن کو صحیح وسالم پہنچنے کی خوشی میں پھول رہے تھے، گانا یا چلانا سُنا۔ صرف جس وقت دریا کے خم کے باعث کسی نے اشارے سے دُفنی کا کُنج بتایا تو وُہ جاگ سا پڑا۔

جس وقت شہر نظر آیا تو جہاز کے کُل مسافر تختۂ جہاز پر آ گئے تاکہ نظارے کو بخوبی دیکھ سکیں۔ معزز یہودی نے سمجھانے کے طور پر کہا۔

"یہاں سے دریا مغرب کی سمت بہتا ہے۔ آہا! مجھے وُہ زمانہ یاد ہے



جب کہ شہر کے نیچے ہی دریا بہتا تھا، مگر جب سے رُومیوں کی حکومت کے باعث رعایا امن وامان میں رہنے لگی، تو تجارت کو بڑا فروغ ہُوا۔ اب تو دریا پر بندرگاہ اور گھاٹ ہی گھاٹ بن گئے ہیں۔" اور تب جنُوب کی طرف اشارہ کرکے کہا "وُہ سامنے کوہ کاسیس یا جیسا عوام اُس کو کہتے کوہ اُورانٹس ہے اور اس کے شمال میں کوہ ایمنس ہے۔ اِن دونوں کے درمیان انطاکیہ کا میدان ہے۔ اُس کے آگے سیاہ پہاڑوں کا سلسلہ ہے، جہاں سے شاہی نالے اور نالیاں صاف شفاف پانی لوگوں اور شہر کے استعمال کے واسطے لاتی ہیں۔ قریب ہی گنجان جنگل ہیں جو پرندوں اور درندوں سے آباد ہیں۔"

ایک نے دریافت کیا "مگر جھیل کہاں ہے؟"

"اس طرف شمال کی جانب۔ اگر تم اُسے دیکھنا چاہتے ہو، تو گھوڑے پر سوار ہو کر یا کشتی سے جا سکتے ہو، کیونکہ ایک شاخ نے اُسے دریا سے ملا دیا ہے۔"

ایک اور نے گنجِ دُفنی کی نسبت سوال کیا جس کا اُس نے یہ جواب دیا۔

"گنجِ دُفنی۔ اُس کا تو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ مگر خبردار یاد رکھنا کہ دیوتا اپالو نے اُسے تعمیر کیا ہے اور بجائے یُونانی اولمپس کے وُہ یہاں رہنا پسند کرتا ہے۔ دُوسرے لوگ تو صرف اُسے ایک نظر دیکھنے جاتے ہیں، مگر بہت تھوڑے ہیں جو اُسے دیکھ کر پھر واپس آتے ہیں۔ کسی کا مقولہ ہے، کہ شاہ کا مہمان ہونے کے عوض بہتر ہے کہ کیڑا ہو کر دُفنی کے شہتوت کھائے۔"

"تمہاری یہ صلاح ہے کہ میں اُسے دیکھنے نہ جاؤں؟"

"نہیں میں کچھ صلاح نہیں دیتا، کیونکہ میں جانتا ہوں، کہ تم ضرور جاؤ گے۔ ہر ایک وہاں جاتا ہے۔ کیا تُرش رُو فیلسوف۔ لڑکے۔ عورتیں اور پجاری سب ہی جاتے ہیں، اور چونکہ مجھے اطمینان ہے کہ تم ضرور جاؤ گے اس لئے میں صلاح دیتا ہوں

کہ شہر میں نہ ٹھہرنا کیونکہ اس میں وقت بڑا ضائع ہوگا مگر فوراً اُس بستی کو چلے جانا
جیب بر نخج ہے۔ اُس کا راستہ ایک باغ سے جس میں چہار طرف فوارے ہی فوارے
چلتے ہیں ہو کر جاتا ہے۔ اُس دیوتا نے پوچا ریوں کی اِس بستی کو آباد کیا ہے اور
اُس کے حبوخانے روشنوں اور ہزاروں خلوت خانوں اور گوشوں میں تم کو ہر
طبیعت ہر عادت ہر قسم اور ہر مزاج کے آدمی ملیں گے۔ اُس کی فصیل جو دُور نظر
آتی ہے، فنِ عمارت میں ایک اُستادی کا کام ہے۔ تین سَو برس ہُوئے کہ یہ چٹان
پر تعمیر ہُوئی تھی، اور اُس وقت وُہ خُود چٹان کا ایک حِصّہ معلُوم ہوتی ہے۔
اِس کے اُوپر چار سَو بُرج ہیں، اور ہر بُرج پانی کا ایک بڑا حوض ہے۔ فصیل کے
باہر وار دو اُونچی پہاڑیاں ہیں۔ اُن میں سے ایک پر ایک گڑھی ہے جس میں ایک
رُومی فوج برابر رہتی ہے۔ اِس کے مقابل میں دُوسری پہاڑی پر مشتری کا عظیم
مندر ہے۔ اِس کے سامنے رُومی حاکم کے نائب کا قلعہ ہے۔ اُسی میں دفتر
وغیرہ ہیں۔"

اِس موقعہ پر ملّاح پال اُتارنے لگے اور عبرانی نے بآوازِ بلند کہا: "دیکھو
دیکھو۔ جن کو سمندر سے نفرت آتی ہے اور جنہوں نے منّت مانی ہیں سو لعنت کرنے
اور دُعا مانگنے کے لئے تیّار ہو جاؤ۔ جو پُل آ گئے ہے اور جس پر شہر سلوشیا کہ سڑک
جاتی ہے، وہیں تک جہاز جاتے ہیں۔ یہاں جو مال مُلک کے اندرونی حِصّے کے
واسطے اُترتا ہے سو اُونٹوں پر لاد کر روانہ ہوتا ہے۔ پُل سے آگے آگے ایک
جزیرہ ہے جس پر کلکیس نے اپنا نیا شہر تعمیر کیا اور پانچ پُل ایسے تیار کئے کہ
آج کے دن تک طُوفان اور زلزلے اُن پر ذرا بھی صدمہ نہ پہنچا سکے۔ اِس شہر
کی نسبت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر ایک مرتبہ اُسے دیکھو گے تو زندگی بھر
نہ بھُولو گے۔" جب ضعیف عبرانی نے اپنا کلام ختم کیا تو جہاز کنارے پر رسّوں سے



باندھا گیا اور مسافر اُترنے شروع ہُوئے مگر یہُودا نے عبرانی کو ایک طرف بیجا
کر اُس سے کہا: "تم نے سوداگر کی جو داستان بیان کی اُس سے میرے دِل میں
شوق پیدا ہُوا ہے کہ اُس سے مُلاقات کروں۔ اُس کا نام تم نے سمونائڈیس بتلایا
ہے۔"

"ہاں وُہ یہُودی ہے، مگر اُس کا نام یُونانی ہے۔"

"وُہ کہاں رہتا ہے"؟

عبرانی نے تیز نگاہ دیکھ کر کہا "میں تُم کو شرمندگی سے بچانا چاہتا ہُوں۔
وُہ ساہوکار نہیں ہے۔"

"اور نہ میں قرض لینے والا ہُوں۔"

معزز شخص نے سر اُٹھا کر اور ذرا تامّل کر کے جواب دیا "لوگ یُوں خیال
کریں گے، کہ انطاکیہ کے سب سے متموّل سوداگر کا بڑا عالی شان مکان ہوگا۔ لیکن اگر
تُم دن میں اُس سے مُلاقات کرنی چاہتے ہو تو اُس پُل تک چلے جاؤ۔ اُس کے پاس
ہی ایک چھوٹا مکان ہے جو دیوار کا پُشتہ سا معلُوم ہوتا ہے، وہاں وُہ ملے گا۔ اُس
مکان کے دروازے ہی پر تجارتی مال کے بڑے بڑے تودے لگ رہے ہیں۔ جو
جہاز ابھی آئے ہیں سو اُسی کے ہیں۔ تُم اُسے آسانی سے پا لوگے۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہُوں۔"

"ہمارے باپ داودوں کی صُلح تُمہارے ساتھ ہو۔"

"اور تُمہارے ساتھ بھی۔" یہ کہہ کر وُہ جُدا ہُوئے۔ دو قلیوں نے یہُودا کا
اسباب اُٹھا لیا، اور گھاٹ پر پہنچ کر اُس نے حُکم دیا کہ اسباب کو قلعہ میں لے چلو۔
شہر کے عین وسط میں ایک چورستہ تھا جس نے شہر کو چار برابر کے حِصّوں میں تقسیم
کر رکھا تھا۔ یہُودا جدھر نظر کرتا محلات اور عالی شان عمارات ہی دکھائی دیتی

تھیں اور حالانکہ رُوم سے ابھی آیا تھا، مگر اُس کی روشنوں کی شان نے متحیّر کر رکھا تھا۔ محلّات کے درمیان سنگِ مرمر کے ستونوں کی دوہری قطار تھی جن سے تین راستے پیدل، سواروں اور رتھوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تھے اور سب راستے پختے ہُوئے اور ہوائی فوّارے اُن میں چل رہے تھے لیکن سمونانڈس کی داستان اُسے بار بار یاد آتی تھی، اِس لئے اُس نظارے سے کچھ حظّ نہ اُٹھا سکا۔ تھوڑی دُور جاکر اُس نے یکایک اپنی رائے بدل لی اور پیچھے پھر کر قُلیوں کو کہا کہ "آج رات مَیں قلعے کو نہ جاؤں گا۔ پس ایسی سرائے میں لے چلو جو سلوشیا شہر کے راستے پر پُل کے قریب ہی ہو۔" اِس حکم پر قُلی اُسے قدیمی سرائے میں لے آئے جو اُس پُل سے صرف ایک تیر کے ٹپّے پر تھی، جہاں سمونانڈس کا مکان تھا۔ کوٹھے کے اُوپر اُس نے بستر لگایا، مگر دل میں بار بار یہی خیال آتا تھا، کہ اب مَیں اپنے وطن، اپنی والدہ اور عزیز چھوٹی ترضہ کی خبر سنُوں گا، اور اگر وہ زندہ ہیں تو مَیں اُن کو ضرور پاؤں گا۔

---

# سترھواں باب

## مایُوسی

دُوسرے دِن علی الصّبح بن حُور سمونانڈس کے مکان کی تلاش میں نِکلا۔ ایک مورچہ بند پھاٹک میں سے ہوکر سلسلہ بندگھاٹوں پر پہنچ گیا۔ تب دریا کے



کنارے کنارے جہاں لوگ کثرت سے کام کر رہے تھے پُل تک آگیا اور یہاں رُک گیا: تاکہ یہاں سے دریا اور اُس کے کنارے کا منظر دیکھے۔ پُل کے نیچے ہی سوداگر کا سیدھا سادہ ایک معمُولی مکان تھا۔ اُس کے دو بڑے دروازے گھاٹ سے لگے ہُوئے تھے۔ چھت کے قریب چند سوراخ تھے جن میں سلاخیں لگی ہُوئی تھیں، اور دریچوں کا کام دیتے تھے۔ دروازے کھُلے تھے۔ ایک میں سے تو تجارتی مال جو جہازوں پر آیا تھا اندر جاتا تھا، اور دُوسرے سے مال جہاز پر چڑھانے کے واسطے باہر نکلتا تھا۔ سب لوگ پھُرتی سے کام کر رہے تھے۔ گھاٹ پر ہر قسم کے مال کے گٹھوں کے انبار لگے ہُوئے اور غلاموں کا ایک گروہ کپڑے اُتارے بڑی جانفشانی سے کام کر رہا تھا۔ پُل کے پاس ہی بڑی کشتیوں کا ایک بیڑا تھا، جن میں سے بعض سے مال اُترتا اور باقیوں پر چڑھایا جاتا تھا۔ مگر سب کشتیوں پر زرد جھنڈے لہرا رہے تھے، لیکن بن حُور نے کسی امر کی پروا نہ کی۔ اُس کے دل میں تو یہ وسوسہ تھا کہ اگر سمونانڈس فی الواقع اُس معزز عبرانی کے قول کے بموجب میرے باپ کا غلام تھا، تو کیا وُہ اِس کا اقبال کرے گا۔ کیونکہ اِس اقبال کرنے سے تو اُسے کُل دولت اور تجارت دے دینی پڑے گی، اور اپنی رضامندی سے پھر میرا غلام بننا پڑے گا۔ ایسا دعوٰے کرنا کہ میری کُل جائداد مجھ کو دے ڈو، بن حُور کو ایک انوکھی گستاخی معلُوم ہُوئی۔ مگر دولت حاصل کرنے کا بن حُور کو ذرا بھی خیال نہ ہُوا جس وقت وُہ مکان کے دروازے میں داخل ہونے کو آمادہ ہُوا، تو اُس نے اپنے دل میں یہ وعدہ کیا کہ اگر سمونانڈس میری والدہ اور میری بہن کی خبر ٹھیک ٹھیک مجھے بتلائے گا، تو بغیر کسی نوع کا حساب لئے میں اُسے آزاد کر دُوں گا جس وقت جُرأت کرکے دروازے کے اندر داخل ہُوا، تو دو طرفہ غلام جہاز پر چڑھانے کے واسطے گٹھے باندھ اور صندوق جڑ رہے تھے۔ اُسے

یہ حیرت و اشتیاق تھی کہ کیا ممکن ہے، کہ یہ شخص جس کے قبضے میں یہ کُل ساز و سامان اور کاروبار شاہد ہیں میرے باپ کا غلام تھا؟ اور اگر تھا تو کیسا ملازم تھا؟ اگر وہ یہودی ہے تو کیا کسی نوکر کا بیٹا تھا، یا کوئی قرضدار یا قرضدار کا بیٹا ہے؟ یا کسی چوری کے جرم میں وہ فروخت کیا گیا تھا؟ یہ مختلف خیال تو اُس کے دل میں پیدا ہوئے مگر سوداگر کی نسبت ایک نفرت بھی ساتھ ہی پیدا ہو گئی۔ آخرکار ایک ملازم نے اُس کے پاس آ کر اُس سے دریافت کیا کہ "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں سمونائڈس سوداگر سے ملنا چاہتا ہوں؟"

"اس راستے سے میرے ہمراہ آؤ۔" یہ کہہ کر ملازم۔ آگے آگے ہو لیا۔ تھوڑی دور انباروں کی صفوں میں سے ہو کر یہ ایک زینہ پر آئے۔ اُس سے چڑھ کر انبار خانے کی چھت پر گئے۔ سامنے ہی ایک معمولی مکان تھا جہاں چار اطراف پھولوں کے بوٹے لگے ہوئے تھے۔ ایک صاف راستے سے جس کے دو طرفہ ایرانی گلاب کی جھاڑیاں تھیں اور جن سے دل پسند خوشبو آ رہی تھی، یہ ایک دروازے پر پہنچے جس پر ایک پردہ آدھا اُٹھا ہوا لٹکتا تھا۔ ملازم نے بلند آواز سے کہا "ایک مسافر آقا سے ملاقات کرنے کو آیا ہے۔" کمرے سے ایک صاف آواز آئی: "خدا کے نام سے اندر آنے دو۔" بن حور اندر آ گیا جس کمرے میں داخل ہوا اُسے رومی تو صرف پیش گاہ یا دولہ بیز کہتے۔ کیونکہ اُس کی دیواریں وسبیدار تھیں۔ ہر ایک ولا دفتر کی میز کے خانوں کا کام دیتا تھا۔ ہر ایک خانے پر چٹ لگی تھی۔ فرش پر ایسے خوبصورت قالین بچھے تھے کہ چلنے والے کے پیروں کی آہٹ بالکل نہ ہوتی تھی۔ بیچ کمرے کے دو شخص تھے ایک مرد ایک کرسی پر جس کی پیٹھ اونچی اور ہاتھ لمبے اور جس میں کمانی دار تکیے لگے تھے بیٹھا تھا۔ اُس کے بائیں ہاتھ کرسی سے سہارا لیے ایک خوبصورت اور خوش وضع جوان لڑکی کھڑی تھی۔ بن حور کے دیکھتے ہی مرد کچھ مضطرب ہوا، اور اُس کا چہرہ سُرخ



ہو گیا۔ مگر یہ اضطراب صرف چند لمحوں کا تھا کیونکہ پھر بڑے غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ ذرا تامل کے بعد بن حور نے کہا "اگر تم سمونائڈس سوداگر اور یہودی ہو تو ہمارے باپ ابراہام کے خدا کی سلامتی تم پر اور تمہارے عزیزوں پر ہو۔"

اُس شخص نے ایک عجیب صاف آواز سے جواب دیا "میں ہی سمونائڈس ہوں، جس کا تم ذکر کرتے ہو اور پیدائش سے یہودی ہوں۔ اور تم پر بھی سلامتی ہو۔ مگر فرمائیے کہ آپ کون ہیں؟" اس سوال پر بن حور نے غور سے دیکھا تو ایک بیڈول جسم زردی دار ریشمی چوغہ پہنے تکیوں کے درمیان چھپا تھا۔ مگر اُس کا سر شاہانہ شکل کا اور چہرہ بالکل سفید تھا۔ اُس کے بال سفید اور لمبے تھے۔ اُس کے سر اور چہرے سے صاف روشن تھا، کہ وہ دنیا پر بڑا اثر کر سکتا تھا، مگر دنیا اُس پر ذرا بھی اثر نہ کر سکتی تھی۔ وہ بڑے استقلال اور تحمل سے اذیت کی برداشت کرنے کے قابل تھا۔ وہ جان دے سکتا تھا مگر اپنا ارادہ ترک نہ کرتا۔ کسی نوع کی تعذیب اُس کی مرضی کے خلاف اُس سے کسی بات کا اقرار نہ کرا سکتی تھی۔ اس شخص کی طرف بن حور نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میں یہودا اتر کا بیٹا حور کے خاندان کا سردار اور یروشلیم کا شہزادہ ہوں۔"

سوداگر نے اپنے داہنے ہاتھ کی جو کرسی سے باہر تھا مٹھی بھینچ کر باندھ لی مگر اور کسی طرح کا نشان اُس کے چہرے سے نمایاں نہ ہوا۔ کچھ تامل کر کے اُس نے کہا "یروشلیم کے خاندانی شہزادوں کے واسطے میرا مکان ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔ پس تم کو بھی خیر مقدم کہتا ہوں۔ آستر! اس جوان کو بیٹھنے کو کچھ دو۔"

آستر نے بے پیٹھ کا ایک بڑا مونڈھا لا کر بن حور کے پاس رکھ دیا اور کہا "ہمارے خدا کی سلامتی تم پر ہو، آرام سے بیٹھیے۔" مگر بن حور نہ بیٹھا اور مودبانہ یہ کہا "میری نیک مالک سمونائڈس سے درخواست ہے، کہ مجھے بیجا مداخلت کرنے

والانہ سمجھے۔ کل جہاز پر آتے ہوئے مَیں نے خبر پائی کہ آپ میرے باپ سے واقف تھے۔"

"مَیں شہزادہ حور سے واقف تھا۔ ہم اکثر کاروبارِ عظیم میں جو اُن سوداگروں کو جاتا ہے جو سمندر اور دشت کے پار نفع ڈھونڈتے ہیں شریک تھے۔ مگر آپ تشریف رکھیے۔ آستر اِس جوان کے لئے وائن لا۔ صحیفہ ایک حور کا ذکر کرتا ہے جو کسی زمانے میں نصف یروشلیم پر حکومت کرتا تھا۔ یہ قدیم خاندان ہے۔ تسمیہ یہ بڑا قدیم خاندان ہے۔ موسیٰ اور یشوع کے زمانے میں بھی کئی ایک اِس خاندان کے منظورِ نظر تھے اور اسرائیلی فرقوں کے سرداروں کے ساتھ عزّت اور بزرگی میں حصّہ دار ہوئے۔ پس ممکن نہیں ہے کہ اِس خاص نسل کا کوئی شہزادہ اُس آگ کے شیرے کا پیالہ پینے کا انکار کرے گا جو حبرون کی پہاڑیوں میں پیدا ہوتا ہے۔"

اِس کلام کے ختم ہونے کے قبل آستر چاندی کے ایک پیالے میں وائن لا کر بن حور کے روبرو آ حاضر ہوئی۔ اُس نے آنکھیں نیچے کئے ہوئے پیالہ پیش کیا۔ بن حور نے آستر کا ہاتھ چھو کر اشارہ کیا کہ پیالے لے جائے۔ اِس اشارے پر اُن کی نگاہیں مل گئیں اور اُس نے دیکھا کہ آستر قد میں اُس کے کاندھے تک آتی ہے۔ وہ خوبصورت اور خوش وضع ہے۔ اُس کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی ہیں اور اُس نے خیال کیا کہ میری بہن ترصہ کی ہم شکل ہے۔ تب اُس نے کہا "نہیں تیرا باپ۔ اگر وہ تیرا باپ ہے۔"

اُس نے ایک شان سے جواب دیا "مَیں آستر سمونائدس کی بیٹی ہوں۔"

"تو محترم آستر جب تیرے باپ نے میری کُل داستان سُن لی ہے، تو میری نسبت بُرا خیال نہ کرے گا۔ مگر مَیں ابھی اُس کی مشہور وائن پینے میں تامل کرتا ہوں، اور مجھے اُمید ہے کہ تُو مجھ سے بیزار نہ ہو گی، ذرا دیر تُو میرے پاس کھڑی رہ۔"



وہ فوراً گویا ایک دِل ہو کر سوداگر کی طرف متوجہ ہوئے اور بن حور نے استقلال سے کہا "سمونائدس میرے والد کی وفات کے وقت تیرے نام کا اُس کا ایک دیانتدار ملازم تھا اور مَیں نے خبر پائی ہے کہ وہ شخص تُو ہی ہے۔"

سوداگر کے چہرے پر وحشت چھا گئی۔ چوغے کے اندر اُس کے بیڈول اعضا تھرتھرانے لگے اور اُس نے پہلے بائیں ہاتھ کی مُٹھی باندھی اور تب سختی سے چلّا کر کہا "آستر۔ آستر۔ تُو اِدھر کھڑی ہو اُدھر نہیں، کیونکہ تُو ہی ماں کی بیٹی ہے اور میری بھی، مَیں کہتا ہوں اِدھر کھڑی ہو اُدھر نہیں۔"

لڑکی نے باپ پر نظر کی اور پھر بن حور پر، اور تب اُس نے پیالے کو میز پر جو نزدیک تھی رکھ دیا اور وفاداری سے کُرسی کے قریب چلی گئی مگر اُس کے چہرے پر تحیّر اور خوف نمایاں تھے۔ سمونائدس نے اپنا بایاں ہاتھ اُٹھا کر اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا اور تب حِلم اور سنجیدگی سے بن حور سے یُوں کہا۔

"مَیں لوگوں سے معاملے کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہاں وقت سے پہلے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اگر وہ شخص جس نے تجھ سے یہ بیان کیا، ایسا دوست تھا جو میری تواریخ سے بخوبی واقف ہے تو اُس نے تجھے یہ بھی بتایا ہو گا کہ مَیں ایسا آدمی بن گیا ہوں جو اپنے ہم جنس کا بہت کم یقین کرتا ہے۔ اسرائیل کا خدا میری مدد کرے، کیونکہ اپنی عمر کے آخر میں مجھ کو یہ اقرار کرنا پڑا۔ مَیں اپنی اِس بچّی سے جو آج کے دن تک بے خود غرضانہ میری رہی ہے وہ محبت رکھتا ہوں کہ اگر وہ مجھ سے جُدا کر لی جائے تو مَیں مر جاؤں گا، اور دُوسرے مَیں نے ایک پُورے خاندان سے محبت کی، اور کاش کہ مجھے پتہ ہوتا کہ وہ آج کے دن کہاں ہیں۔"

بن حور کا چہرہ دمک آیا اور اُس نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"تم میری والدہ اور بہن کا ذکر کرتے ہو۔"

آسترنے اپنا سر اُٹھایا گویا کہ اُس سے کلام کیا گیا ہو لیکن سمونائڈس نے اپنا کلام یُوں قائم رکھا "آخر تک میری سُن لو۔ میں جو کچھ ہُوں سو ہُوں مگر اس سے پہلے کہ تیرے دعوے کو تسلیم کروں، یہ ثبوت تو دے کہ تو کون ہے کیا تیری شہادت تحریری ہے یا کوئی گواہ تیرے ہمراہ ہے؟"

یہ سوال جائز اور حق تھا۔ بن حُور شرما سا گیا اور ہاتھ بھینچ کر کچھ بڑبڑا کر بولا۔ مگر سمونائڈس نے تاکید سے کہا۔ "ثبوت میں کہتا ہُوں ثبوت دے۔ اُنہیں میرے ہاتھوں میں دے یا رُو برُو پیش کر۔" لیکن بن حُور کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اِس کی اُس نے کوئی ضرورت تصوّر نہ کی تھی۔ پر چونکہ اب یہ سوال کیا گیا، تو اُسے خیال آیا کہ تین برس میں جہاز پر غلام رہا۔ اس عرصے میں سب جو مجھے جانتے تھے، ہاں میری بہن اور ماں بھی دُنیا کی سطح پر سے جاتے رہے۔ اب تو شاید ہی کوئی انسان مجھے جانتا ہو۔ اگر سردار اریئس بھی زندہ ہوتا تو وہ بھی صرف یہی شہادت دے سکتا تھا کہ اُس نے مجھے جہاز پر ایک غلام پایا اور کہ میں نے دعوٰے کیا کہ میں حُور کا بیٹا ہُوں۔" اِس خیال نے اُس کے دِل پر بڑا اثر کیا۔ وہ ہاتھ بھینچے اور مُنہ پھیرے بے خُودی میں کھڑا رہ گیا۔ سمونائڈس خاموش جواب کا منتظر رہا۔ آخر کار اُس نے کہا "اے سمونائڈس میں صرف اپنی داستان بیان کر سکتا ہُوں، مگر جب تک تم یہ وعدہ نہ کرو کہ کُل داستان کو نیک نیتی سے سُن لوگے تب تک میں نہ کہوں گا۔"

اب تو سمونائڈس نے حوصلے سے کہا "بیان کر اور میں زیادہ تر خُوشی سے سنُوں گا کیونکہ ابھی تو میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ تیرا دعوٰی غلط ہے۔"

بن حُور نے تب اپنی داستان مختصر طور پر ایک دِل سوزی سے بیان



کی۔ پر چونکہ ہم اُس کے شہر رُوم میں سردار اریئس کے ہمراہ پہنچنے تک کے حالات سے واقف ہیں، اُن کو یہاں نہ دُہرائیں گے، مگر آگے کا بیان کریں گے۔ "میرا مربّی قیصر کا عزیز اور اُس کا اعتباری تھا؛ اِس لئے اُس نے اُس کو بہت بڑھایا اور بڑے بڑے انعام واکرام عطا کئے۔ مشرق کے سوداگر بڑے بڑے عُمدہ تحفہ جات لائے، اور وہ رُوم کے مالداروں میں دو چند توانگر ہوگیا۔ خُدا کرے کہ یہودی اپنا مذہب فراموش کرے، اور اپنی زاد بوم بشرطیکہ وہ ہمارے باپ دادوں کی مُقدّس زمین بھُول جائے اگر میں جھُوٹ بولتا ہُوں۔ اُس نیک شخص نے قانُوناً مجھے اپنا متبنّٰے بیٹا بنایا، اور میں نے اُس کا نیک عوض دینے کی حتی المقدور کوشش کی۔ کوئی بیٹا اپنے باپ کا ایسا وفادار نہ ہوگا، جیسا کہ میں اُس کا تھا۔ اُس کی مرضی تھی کہ میں علم حکمت۔ علم بلاغت، علم فصاحت تحصیل کروں مگر میں نے اِنکار کیا کیونکہ میں یہودی تھا اور اپنے خُداوند خُدا یا انبیاء کی شان یا اُس شہر کو جسے داؤد اور سُلیمان نے پہاڑ پر قائم کیا فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن شاید تم یہ سوال کروگے، کہ میں نے ایک رُومی سے انعام واکرام کیوں قبول کئے۔ اس کا صرف یہ جواب دے سکتا ہُوں کہ میں اُس سے محبّت رکھتا تھا۔ پھر مجھے یہ بھی خیال تھا کہ اُس کے نام اور رسُوخ سے اپنی ماں اور بہن کی بابت جو عقدہ ہے ایک دن اُسے حل کر سکوں گا۔ علاوہ ان وجوہات کے ایک اور بڑا سبب تھا جس کا ابھی ذکر نہ کرونگا۔ غرضیکہ میں نے فن سپہ گری سیکھنا اختیار کیا اور جنگی علم جو تھا سو حاصل کیا۔ میں نے اکھاڑوں اور چوگانوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ بڑے بڑے انعام پائے۔ دُور دُور تک میرے نام کی شُہرت پھیل گئی۔ مگر میرے اصلی نام کی نہیں، کیونکہ جو نام میں نے پیدا کیا سو اریئس سردار کے بیٹے کے نام سے پیدا کیا۔ رُومیوں

کے درمیان میرا یہی نام مشہور ہے۔ پھر اپنے پوشیدہ مقصد کی پیروی میں میں رُوم سے انطاکیہ کی طرف روانہ ہُوا اور میرا منشاء یہ تھا کہ اُس مہم میں جو کونسل کمسین شیلیس پارتھی قوم کے خلاف تیار کر رہا تھا، شامل ہو کر میدان میں فوجیں لڑانے کا فن بھی حاصل کر لوں۔ کونسل نے مجھے اپنا جنگی مصاحب بنا لیا ہے، لیکن کل جب میرا جہاز دریا میں یہاں آیا تو میں نے دو جہاز دیکھے جن پر زرد جھنڈے اُڑتے تھے۔ ایک ہم قوم مسافر نے مجھے بتلایا کہ یہ جہاز سمونائڈس انطاکیہ کے بڑے سوداگر کے ہیں۔ اُس نے یہ بھی بتلایا کہ یہ سوداگر کون ہے اور کیسی نادر کامیابی اُس نے تجارت میں حاصل کی۔ اُس کے جہازی بیڑوں اور قافلوں کا اور اُن کی آمد و رفت کا بھی ذکر کیا۔ اُسی نے یہ بتلایا کہ سمونائڈس ایک یہودی ہے جو کسی زمانے میں شہزادہ حُور کا ملازم تھا۔ بلکہ اُس نے گریٹس کی بے رحمیاں جو اُس نے اُس یہودی پر کیں اور اُن کی وجہ بھی پوشیدہ نہ رکھی۔"

اِس اشارے پر سمونائڈس نے سر جھکایا اور آستر نے گویا اپنے باپ کے جوش کو اور اپنی پیاری ہمدردی کو پوشیدہ کرنے کی نیت سے اُس کی گردن پر اپنا منہ چھپا لیا۔ ذرا دیر میں سمونائڈس نے اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور صاف آواز سے کہا "میں سُنتا ہُوں۔"

بن حُور نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "اے نیک سمونائڈس میں دیکھتا ہوں کہ تُو قائل نہیں ہُوا، اور کہ تُو اب تک میرا اعتبار نہیں کرتا۔ ہاں میں خود اپنی حالت کی دُشواریوں کو مانتا ہُوں۔ میں اپنی زندگی کے اُس حصّے کو جو رُوم سے متعلق ہے بخوبی ثابت کر سکتا ہُوں۔ مجھے صرف کونسل کی جو آج اِس شہر کے حاکم کا مہمان ہے، خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا ہے، اور وہ میری رُومی زندگی کی کامل طور پر تصدیق کر دے گا۔ مگر جو ثبوت تُو مجھ سے طلب کرتا ہے میں پیش



نہیں کر سکتا۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں۔ جو اس امر کی شہادت دے سکتے تھے، افسوس کہ وہ مر گئے یا گم ہو گئے۔" یہ کہہ کر بن حُور نے اپنے ہاتھوں سے اپنا مُنہ چھپا لیا۔ اِس پر آستر اُٹھی اور وہ پیالہ جس سے تھوڑا پہلے اُس نے انکار کیا تھا، اُس کے پاس لے جا کر کہا "یہ وائین اُس مُلک کی ہے جس کو ہم دل و جان سے پیار کرتے ہیں۔ میں تیری منّت کرتی ہُوں اسے پی۔"

یہ آواز ربقہ کی آواز کے موافق شیریں تھی جس وقت اُس نے نحور کے شہر کے نزدیک کنوئیں سے پانی پلانے کو کہا۔ اُس نے دیکھا کہ آستر آبدیدہ تھی۔ پس اُس نے یہ کہہ کر پیالہ پی لیا "اے سمونائڈس کی بیٹی تیرا دل نیکی سے لبریز ہے اور اپنے باپ کے ساتھ ایک اجنبی کو حصّہ دینے میں تُو رحم کرتی ہے خداوند تجھ کو برکت بخشے۔ میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہُوں۔" تب سوداگر کی طرف پھر متوجہ ہو کر کہا "چونکہ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ میں اپنے باپ کا بیٹا ہُوں۔ پس جو کچھ اے سمونائڈس میں نے دعوےٰ کیا ہے، میں واپس لیتا ہُوں اور جاتا ہُوں کہ آیندہ کو تجھے تکلیف نہ دُوں مگر اتنا کہتا ہُوں کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ تجھے پھر اپنا ملازم بناؤں، یا تجھ سے اپنی دولت کا حساب طلب کروں۔ بہرحال میں اُس وقت بھی یہی کہتا جو اب کہتا ہُوں، کہ جو کچھ تیری محنت اور اعلےٰ طبع کا حاصل ہے، اُسے خوشی سے رکھ مجھے اُس کی کچھ ضرورت نہیں۔ جب نیک ایرئیس میرا دُوسرا باپ اپنے آخری بحری سفر کو گیا، تو مجھے اپنا وارث بنا گیا تھا۔ پس میں ایک شاہی مال و متاع کا مالک ہُوں۔ پس اگر پھر کبھی تجھے میرا خیال آئے تو صرف اِس سوال کو یاد رکھنا کہ میری والدہ اور میری بہن ترضہ کی نسبت کیا جانتا ہے۔ تُو مجھے اُن کی بابت کیا بتلا سکتا ہے۔ میری

بن زہرہ کو خوبصورتی اور حسن میں آستر کی مانند ہونا چاہیئے، جو تیری زندگی کی شناس بلکہ تیری جان ہے۔ میں انبیاء اور یہوداہ کی اور تیرے خدا اور اپنے خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے آنے کا خاص مقصد صرف یہی تھا۔ آہ مجھے بتلا کہ اُن کی نسبت تو کیا جانتا ہے؟"

آستر کی آنکھوں سے تو آنسو بہنے لگے، مگر سوداگر خود داری اور صاف آواز سے اُس نے جواب دیا: "میں نے کہا ہے کہ میں شہزادہ بن حور سے واقف تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے سُنا تھا کہ کیا کیا مصیبتیں اُس کے خاندان پر آئیں، اور اُس خبر کو سُن کر جو غم والم مجھ کو ہوا، وہ بھی مجھے بخوبی یاد ہے۔ جو ایسی مصیبت میرے دوست کی بیوہ پر لایا وہی شخص ہے، جس نے ویسی ہی ظالم طبیعت سے مجھ کو تصدیعے پہنچائے۔ یہ بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اُس کے خاندان کی بڑی کوشش سے تلاش کی مگر مجھے کچھ پتہ نہ ملا۔ وہ گم ہو گیا ہے۔"

بن حور نے ایک آہ بھری اور تب کہا "تو یہ اُمید بھی جاتی رہی۔ میں نا اُمیدیوں کا عادی ہو گیا ہوں۔ اس مداخلتِ بے جا کے واسطے مجھے معاف فرمائیے اور اگر میں نے آپ کو تکلیف دی تو میرے غم کی خاطر مجھے بخش دیجیے۔ اب میں صرف انتقام کے لئے جیوں گا۔ والسلام۔" پردے کے پاس تک جا کر اُس نے پیچھے پھر کے دیکھ کر کہا "میں تم دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

سوداگر نے کہا "تیرے ساتھ سلامتی ہو۔" مگر آستر کی ہچکی بندھ رہی تھی وہ کچھ نہ بول سکی اور بن حور کمرے سے نکل کر چل دیا۔

---



# اٹھارھواں باب

## سمونائڈس کی داستان

بن حور کے جاتے ہی سمونائڈس گویا نیند سے جاگا۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں روشن ہو گئیں، اور اُس نے خوش طبعی سے کہا "آستر گھنٹی بجا جلدی کر۔" اُس نے میز کے پاس جا کر گھنٹی بجائی۔ فوراً ایک ملازم کمرے میں آیا اور کورنش بجا لا کر سوداگر کے رُوبرُو کھڑا ہو گیا۔ سمونائڈس نے کچھ رعونت سے کہا "ملوک یہاں نزدیک آ۔ کرسی کے نزدیک آ۔ میرا ایک حکم ہے، اور کچھ بھی کیوں نہ ہو، اس میں سرِمو فرق نہ آئے۔ سُن۔ ایک جوان ابھی یہاں سے گیا ہے اور گودام سے گذر رہا ہے۔ وہ لمبا خوش رُو اور اسرائیلی پوشاک پہنے ہے۔ اُس کے پیچھے جا۔ اُس کی پرچھائیں بن جا اور ہر روز مجھے رپورٹ بھیج کہ وہ کہاں رہتا ہے، اور کن لوگوں کی صحبت رکھتا ہے اور اگر اس کے معلوم کئے بغیر اُس کی گفتگو سُن سکے تو لفظ بلفظ مجھ سے بیان کرنا۔ غرضیکہ ہر ایک امر کی جو اُس کی عادات اور مقاصد یا اُس کے چال چلن کے متعلق ہے، مجھ سے رپورٹ کر۔ تو سمجھا؟ بس جلدی جا۔ ٹھہر آ، اے ملوک اگر وہ شہر سے باہر جائے تو اُس کے پیچھے جا۔ مگر ملوک یاد رکھ کہ اُس کا خیر خواہ رہنا۔ اگر وہ تجھ سے گفتگو کرے تو موقع کے مناسبِ حال جواب دینا۔ لیکن اُسے ہرگز معلوم نہ ہونے دینا کہ تو میرا ملازم ہے۔ جلدی کر شتاب جا۔"

ملازم سابق کے موافق سلام کرکے روانہ ہوا۔ سمرنا نڈس اپنے پہلے ہاتھ پر کو ٹکا کر بیٹھا اور تب آستر سے سوال کیا "اے بیٹی آج کونسی تاریخ ہے۔ کونسی تاریخ ہے؟ میں شادمانی کی آمد کی خاطر اس تاریخ کو یاد رکھنا چاہتا ہوں۔ بشاش چہرے سے تاریخ دیکھ اور اے آستر ہنستے ہوئے مجھے جواب دے۔" باپ کی یہ خوش طبعی آستر کو خلاف قاعدہ معلوم پڑی اور گویا اس کو اس سے باز رکھنے کی خاطر غمگینی سے جواب دیا "اے باپ مجھ پر افسوس اگر اس تاریخ کو میں کبھی فراموش کروں۔"

سمرنا نڈس کچھ شرما سا گیا اور نیچی نگاہ کرکے کہا "سچ ہے اے بیٹی ٹھیک سچ ہے۔ یہ چوتھے مہینے کی بیسویں تاریخ ہے۔ پانچ برس گزرے آج کے دن میری راحیل تیری ماں گر کر مر گئی۔ میری ہڈی پسلی ٹوٹی ہوئی جیسا تو آج مجھے دیکھتی ہے مجھے لوگ یہاں لائے اور ہم نے دیکھا کہ تیری ماں غم کے مارے مر گئی۔ وہ تو میرے واسطے مہندی کے پھولوں کا ایک دستہ تھی جو عین جدی کے انگوری باغوں میں سے ہو۔ میں نے اپنا مُر اپنے بلسان سمیت بٹورا ہے۔ میں نے اپنا شہد اس کے چھتے کے ساتھ کھایا ہے۔ ہم نے اسے ایک تنہا جگہ میں چٹان کاٹ کر قبر میں دفن کیا۔ اس کے نزدیک کوئی اور دفن نہیں ہوا۔ لیکن اس تاریکی میں وہ میرے واسطے ایک چھوٹا نور چھوڑ گئی۔ جو چند برسوں میں بڑھ کر صبح کی روشنی کی مانند ہو گیا۔ تب اس نے اپنا ہاتھ آستر کے سر پر رکھا اور کہا "اے پیارے خداوند میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ میری آستر میں میری راحیل مرحوم جیتی ہے۔"

فوراً اس نے اپنا سر اٹھایا۔ گویا کہ کوئی نیا خیال پیدا ہوا ہے اور دریافت کیا۔ "کیا آج باہر صاف دن نہیں ہے؟"

"اس وقت تو صاف تھا جبکہ وہ جوان آیا تھا۔"



"تو اپنی ملکہ کو کہہ مجھے اگلے باغ میں لے چلنے، جہاں سے میں دریا اور جہازوں کو دیکھ سکتا ہوں، اور تب اے عزیز آستر میں تجھے بتلاؤں گا کہ کس واسطے ابھی پیشتر میرا منہ ہنسی اور میری زبان راگ سے لبریز تھی اور میری روح ایک آہو یا جوان ہرن کی مانند تھی جو بلسانوں کے پہاڑوں پر ہو۔"

اس حکم پر آستر نے گھنٹی بجائی اور نوکر اندر آیا اور کرسی کو دھکیل کر نیچے کی منزل کی چھت پر لے آیا۔ چہار طرف گملوں اور پھولوں کی روشیں اور کیاریاں تھیں جس کو سمرنا نڈس اپنا باغ کہتا تھا، اور جہاں سے دریا اور اس میں بہت سے جہاز ہلکورا کھاتے بخوبی نظر پڑتے تھے۔ یہاں ملازم اسے آستر کے ہمراہ چھوڑ گیا۔ لڑکی اس کی کرسی کے ہاتھ پر بیٹھ کر اس کے ہاتھ کو سہلانے لگی اور منتظر تھی کہ کچھ بات کرے۔ کچھ تامل کے بعد اس نے کہا "اے آستر جس وقت وہ جوان بیان کر رہا تھا، تو میں نے دیکھا اور خیال کیا کہ تو اس کی طرف دار بن گئی تھی۔"

لڑکی نے نیچی نگاہ کرکے کہا "اے باپ سچ تو یہ ہے کہ میں نے اس کی ہر ایک بات کو یقین کیا ہے۔"

"تو تیری نگاہ میں وہ شہزادہ حور کا گم شدہ بیٹا ہے؟"

"اس نے کچھ کشمکش و پیچ میں ہو کر کہا "اگر وہ نہیں ہے؟"

"آستر اگر وہ نہیں ہے۔ تو کیا؟"

"جس وقت سے کہ خداوند خدا نے تیری ماں کو بلا لیا میں تیری لونڈی رہی ہوں۔ تیرے ساتھ رہ کر میں نے دیکھا اور سنا ہے کہ کس طرح ان لوگوں کے ساتھ جو جائز یا ناجائز نفع حاصل کرنے کو تیرے پاس آئے تو نے عاقلانہ سلوک کیا اور اب میں کہتی ہوں کہ اگر وہ جوان شاہزادہ بن حور نہیں ہے جیسا کہ وہ دعوے کرتا ہے، تو میرے رو برو مگر ایسی راست صداقت کی صورت میں ہرگز نہیں

دکھلایا گیا۔"

"اے بیٹی سلیمان کے جاہ وجلال کی قسم تُو سرگرمی سے بولتی ہے۔ کیا تُو یقین کرتی ہے کہ تیرا باپ اُس کے باپ کا غلام تھا؟"

"میں تو یہ سمجھتی ہُوں کہ جو اُس نے سُنا تھا، اُس کی نسبت سوال کیا تھا؟"

کچھ دیر سموتا مدّس جہازوں کو تاکتا رہا۔ مگر خیال اُس کا کسی اَور ہی جگہ تھا۔

تب اُس نے کہا "آستر تُو نیک لڑکی ہے اَور تجھ میں حقیقی یہودی تیز فہمی ہے اَور اَب تُو اُس عُمر کو پہنچ گئی ہے کہ استقلال سے ایک غم آلُودہ داستان کو سُن سکتی ہے پس کان دھرکے سُن، کیونکہ میں تجھے اپنی اَور تیری ماں اَور اَور بہت سی باتوں کی جو ہمارے متعلّق ہیں، اَور جو ہرگز تیرے خواب وخیال میں نہیں آئیں بیان کرُوں گا۔ میں نے یہ بیان ایذارساں رُومی سے ایک اُمّید کی خاطر کیا اَور تجھ سے اب تک اِس لئے نہیں کیا تاکہ تیری طبیعت خُداوند کے آگے اس طرح بڑھے جس طرح کہ سرکنڈا سُورج کے آگے سیدھا بڑھتا ہے۔ میں ہنوم کی وادی میں جو صیّون کی جنوبی سمت ہے ایک قبر میں پیدا ہُوا تھا۔ میرے والدین عبرانی غلام تھے، اَور انجیر اَور زیتون کے درختوں کی جو سلوآم کے نزدیک ہی شاہی باغ میں پیدا ہوتے ہیں، جب میں لڑکا تھا تو اُن کی مدد کرتا تھا۔ وُہ اُس گروہ میں سے تھے جو زندگی بھر غلام رہتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے شہزادہ حُور کے ہاتھ فروخت کیا۔ تب بعد میں میں ہیرودیس بادشاہ کے ہاتھ جو یروشلیم میں سب سے زیادہ دولتمند تھا، بیچا گیا۔ اُس نے مجھے باغ سے اپنی تجارت کی کوٹھی میں جو مصر کے شہر اسکندریہ میں تھی تبدیل کر دیا۔ یہاں میں بالغ ہوگیا۔ میں نے چھ برس اُس کی خدمت کی اَور ساتویں سال مُوسوی شریعت کے مطابق میں آزاد کر دیا گیا۔" آستر نے پیش کر خُوشی سے تالیاں بجائیں اَور کہا، "تو تُو اُس کے باپ کا غلام نہیں ہے؟"



"نہیں بیٹی۔ اُس زمانے میں ہیکل کے حُجروں میں قانُون دان تھے جنہوں نے بڑے زور سے بحث کی کہ غلاموں کی اَولاد بھی اپنے والدین کے موافق غلام ہے۔ لیکن شہزادہ حُور سب باتوں میں راست باز تھا، اَور اُس نے شریعت کے معنے اِس طرح پر نہیں کئے، بلکہ اُس کی رائے یہ تھی، کہ میں ایک عبرانی غلام خریدا گیا تھا، جیسا کہ شارعِ عظیم کا مطلب تھا، اَور اُس نے ایک دستاویز لکھ کر اَور اُس پر اپنی مُہر کرکے مجھے آزاد کر دیا۔ یہ دستاویز اَب تک میرے پاس موجُود ہے۔"

آستر نے سوال کیا، "اَور میری ماں؟"

آستر میں سب بیان کرُوں گا۔ ذرا صبر کر تجھے معلوم ہوجائے گا کہ میرے واسطے یہ آسان تھا کہ اپنے تئیں بھُول جاؤں، مگر تیری ماں کو ہرگز فراموش نہیں کرسکتا جس وقت میری خدمت ختم ہوئی تو عیدِ فسح کے واسطے میں یروشلیم میں آیا۔ میرے مالک نے میری دعوت کی۔ میں تو اُس سے محبت رکھتا تھا، اَور میں نے درخواست کی کہ پھر مجھے اپنی خدمت میں لے لے۔ وُہ راضی ہوگیا، اَور میں نے سات برس اُس کی اَور خدمت کی، مگر صرف ایک اسرائیلی مزدُور کے موافق۔ اُس کی خاطر میں سمندر پر جہازوں میں اَور خشکی پر قافلوں کے ہمراہ تجارتی مال لے کر شرقی کو سوسا اَور پرسیپولس تک بلکہ ریشم کی سرزمین تک جاتا تھا۔ اَے بیٹی میں بڑے بڑے خطروں میں پڑا۔ لیکن جو کارروائیاں میں نے کیں خُداوند نے سب میں برکت بخشی۔ میں نے شہزادے کے واسطے بڑا نفع اَور اپنے واسطے بڑا تجربہ حاصل کیا۔ ورنہ میں اس بڑے اَور وسیع کاروبار کو کیوں کر سرانجام دے سکتا تھا۔ ایک روز میں یروشلیم میں اُس کے محل میں مہمان تھا۔ ایک ملازمہ ایک طشت پر کچھ کٹی روٹی لے کر آئی۔ یہ اوّل مرتبہ تھا کہ میں نے تیری ماں کو دیکھا تھا، اَور میرے دل میں اُس کے واسطے عشق پیدا ہُوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک موقع پا کر

میں نے شاہزادے سے درخواست کی، کہ اُسے مجھے بیاہ دے۔ اُس نے کہا کہ وہ تو زر خرید غلام ہے۔ پر اگر وہ رضامند ہو تو میں اُسے آزاد کر دُونگا تاکہ تیری خُوشی پُوری ہو۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی، مگر اپنی غلامی کی حالت ہی میں خُوش تھی۔ پس آزاد ہونے سے انکار کیا۔ میں نے بار بار اُس کی منت سماجت کی، مگر اُس کا بار بار یہی جواب تھا کہ میں تیری خریدہ ہو جاؤں گی بشرطیکہ شہزادے کی خدمت میں تُو میرا ساتھی ہو جائے۔ جیسے ہمارے بزرگ یعقوب نے اپنی راحیل کے واسطے سات برس اور خدمت کی تو کیا میں اپنی راحیل کے واسطے نہ کرتا؟ لیکن تیری ماں نے کہا کہ ضرور ہے کہ میں اُس کی مانند زر خرید غلام ہو جاؤں۔ یہ قربانی سُن کر میں چلا آیا مگر پھر گیا۔ اے آستر دیکھ یہ دیکھ، اور یہ کہہ کر اُس نے اپنے بائیں کان کی لو دکھائی اور دریافت کیا کہ کیا تُو ستاری کا نشان دیکھتی ہے؟"
اُس نے کہا "میں دیکھتی ہوں اور میں سمجھتی ہوں، کہ تُو میری ماں کو کتنا پیار کرتا تھا۔"

"آستر تُو کہتی ہے کہ میں اُسے پیار کرتا تھا، وہ تو میرے واسطے ایسی خوبصورت اور بے داغ تھی، کہ سلطنت بھی کسی بادشاہ کے لئے نہ ہوگی۔ وہ تو میرے لئے باغات کا چشمہ، زندہ پانیوں کا سوتا اور لبنان کی نہروں کی مانند تھی۔ میری درخواست پر شاہزادہ مجھے قاضیوں کے پاس لے گیا اور تب واپس آکر دروازے کی چوکھٹ پر ستاری سے میرا کان چھیدا اور میں ہمیشہ کے واسطے اُس کا غلام بن گیا۔"

آستر نے جھک کر اُس کا بوسہ لیا، اور دونوں خاموش مرحوم کی نسبت سوچنے لگے۔

کچھ دیر تامل کر کے سوداگر نے اپنا بیان یُوں قائم رکھا "میرا مالک



سمندر میں ڈوب گیا۔ یہ غم کا اوّل صدمہ میں نے اُٹھایا۔ اُس کے محل میں اور یہاں انطاکیہ میں میرے گھر میں کیونکہ میں یہیں رہتا تھا، بڑا ماتم ہوا۔ اب آستر غور کر کے جس وقت شہزادہ ڈوب گیا میں اُس کا میر کارندہ تھا، اور اُس کا کُل مال و متاع میرے ہاتھ میں تھا۔ اس سے تُو اندازہ کر سکتی ہے کہ وہ مجھ سے کیسی محبت رکھتا، اور کیسا اعتبار کرتا تھا۔ میں شتابی سے یروشلیم کو گیا تاکہ اُس کی بیوہ کو حساب کتاب دُوں، مگر اُس نے بھی مجھے اپنا میر کارندہ رکھا۔ پھر تو میں کاروبار بڑی جانفشانی سے کرنے لگا۔ سب کاموں میں کامیابی ہُوئی، اور کاروبار سال بسال ترقی پکڑتا گیا۔ اِس طرح سے دس برس گذر گئے۔ تب وہ جانکاہ واقعہ ہوا جس کا اس جوان نے بیان کیا کہ ایک اتفاقیہ امر تھا۔ مگر رُومی حاکم گریٹس نے یہ خبر پھیلائی کہ اُس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ اِس حیلے سے اُس نے قیصر کی منظوری حاصل کر کے بیوہ اور اُس کے بچوں کی کُل جائداد ضبط کر لی۔ ہاں اُس نے اِسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اِس خوف سے کہ مبادا اُس حکم کی تنسیخ ہو جائے، اُس نے بیوہ اور اُس کے دونوں بچوں کو بھی دفع کر دیا۔ بیٹا جس کو میں نے بچپن سا دیکھا تھا سو وہ تو غلام کر کے جہازوں پر بھیجا گیا۔ بیوہ اور اُس کی بیٹی کی نسبت گمان ہے، کہ یہودیہ کے کسی تہ خانہ میں قیدی گئیں جو ایک مرتبہ بند کیا گیا تو پھر قبر کی طرح اُس پر مُہر ہو جاتی اور قفل لگ جاتا ہے۔ غرضیکہ اُس ہولناک دن سے آج تک حُور کے خاندان کا کوئی پتہ نہیں لگا۔ وہ تو انسان کے علم سے گویا ایسا گذر گیا جیسے کہ سمندر نے نامعلوم اُس کو نگل لیا ہو۔ ہمیں خبر نہیں ملی کہ کس طرح مرے۔ بلکہ یہ بھی تحقیق نہیں ہے کہ آیا وہ تینوں مر گئے ہیں یا نہیں۔"

آستر آب دیدہ ہُوئی مگر سمونائڈس نے کہا "آستر تیرا دل نیک ہے جیسا کہ تیری ماں کا تھا۔ خُدا کرے کہ اُس کی کیفیت وہ نہ ہو جو اکثر نیک دلوں

کی ہوتی ہے، کہ بے رحم اور آنکھوں کے اندھے اُسے پیروں کے نیچے روندتے ہیں۔ مگر آگے سُن کہ میں یروشلیم کو گیا، تاکہ اپنی محسنہ کو مدد دوں۔ مگر شہر کے دروازے پر گرفتار کیا گیا اور انطونیا کے قلعے کے تہ خانہ میں بند کر دیا گیا۔ اُس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ کس واسطے میرے ساتھ یہ سلوک ہُوا مگر بہت جلد گریٹس خود آیا اور مجھ سے حُور کے خاندان کی دولت طلب کی، کیونکہ اُس کو علم تھا کہ ہنڈی کے یہودی قاعدے کے مطابق میرے دستخط کی ہنڈی دُنیا کی کُل منڈیوں میں مانی جاتی تھی۔ اُس نے درخواست کی کہ کُل نقدی کی ایک ہنڈی اُس کے نام پر کر دوں مگر میں نے انکار کیا۔ اُس نے مکانات۔ ملکیت، اسباب، جہاز۔ غرضیکہ کُل غیر منقولہ جائداد کو جو میرے مالک کی تھی سو وُہ تو ضبط کر لی تھی لیکن نقدی میں سے اُسے کچھ نہ ملا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر خداوند کی مجھ پر رحمت ہُوئی تو میں اُن کے واسطے ایک نئی جائداد پیدا کر سکوں گا۔ پس میں نے ظالم کی درخواست سے انکار کیا۔ اُس نے مجھے شکنجے میں کھینچا اور بڑی اذیت دی، مگر میں مستقل مزاج رہا۔ مجبوراً اُس نے مجھے رہا کر دیا کیونکہ مجھ سے کچھ بھی نہ پا سکا۔ میں مکان کو واپس آیا اور یروشلیم کے شہزادے حُور کے نام کے عوض انطاکیہ کے سوداگر سمونائڈس کے نام سے کاروبار پھر شروع کیا۔ اے آستر تجھ کو معلوم ہے کہ کیا کامیابی میں نے حاصل کی۔ شہزادے کی دولت گویا معجزے سے میرے ہاتھوں میں ہزار ہا چند بڑھ گئی۔ تجھے معلوم ہے کہ تین برس کے بعد جب میں قیصریہ کو جاتا تھا تو پھر گرفتار کیا گیا، اور دُوسری مرتبہ گریٹس نے مجھے شکنجہ میں کھینچا کہ جبراً مجھ سے اقرار کرائے کہ میری ملکیت اور نقدی کو بھی وُہ ضبط کر سکتا ہے، کیونکہ شہزادہ حُور کی مالیت ہے، مگر پھر بھی اپنے مطلب میں ناکام رہا۔ میرے جسم کی کُل ہڈیاں تو ٹوٹ گئی تھیں مگر مکان پر آ کر میں نے دیکھا کہ میری رحیل میری نسبت خوف



اور غم سے اِس جہان سے رحلت کر گئی ہے لیکن خُدا ہمارا خُدا سلطنت کرتا ہے اور میں زندہ رہا۔ میں نے خاص شہنشاہ سے استحقاق خریدا اور سند حاصل کی کہ تمام دُنیا میں اپنے نام سے تجارت کروں اور آج کے دن اُس خالق کا شکر ہو جو بادلوں کو اپنی رتھ بناتا اور ہوا کے بازوؤں پر چلتا ہے، کہ آج کے دن وُہ دولت جس کا میں میر ساماں تھا اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک قیصر کو تونگر بنا سکتی ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے فخر سے اپنا سر اُٹھایا۔ اُن کی آنکھیں دو چار ہُوئیں، اور ایک دُوسرے کا مطلب سمجھ گئے اور سوداگر نے نیچے نظر کئے بغیر دریافت کیا کہ "اے آستر اِس دولت کا میں کیا کروں"۔

اُس نے آہستہ آواز سے جواب دیا "اے باپ کیا حقدار نے آکر ابھی طلب نہیں کی تھی؟"

"اور تجھے اے بچہ کیا میں فقیر چھوڑ جاؤں؟"

"مگر اے باپ چونکہ میں تمہاری بیٹی ہُوں کیا اُس کی غلام نہیں؟ اور کس کی بابت کلام میں یہ لکھا ہے کہ عزت اور حُرمت اُس کی پوشاک ہیں اور وقت آئندہ کی بابت وُہ خوش وقت ہو گی؟"

بیان سے باہر خُوشی اور محبت سے اُس کا چہرہ دمکنے لگا، اور اُس نے کہا "خداوند نے مجھ پر بڑی بکثرت مہربانیاں کیں۔ مگر اے آستر تُو اُس کی رحمتوں میں سب سے اعلیٰ ہے"۔ یہ کہہ کر اُس نے اُسے چھاتی سے لگا کر کئی بار اُسے بوسہ دیا، اور تب صاف آواز سے یُوں مخاطب ہُوا "اب سُن کہ آج میں کیوں ہنسا تھا۔ جو جوان میرے رُو برُو آیا وُہ پہلی جوانی میں اپنے باپ کی شکل ہے میری طبیعت میں آیا کہ اُسے سلام کروں۔ مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ اب میری مُصیبت ختم ہُوئی اور میری محنتوں کا انجام آ پہنچا۔ میرا دل ایسا بھر آیا تھا کہ مشکل سے

میں اپنے تئیں ضبط کر سکا۔ میں سوچتا تھا کہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُس
دولت کا حساب دکھاؤں جو میں نے جمع کی ہے اور اُس سے کہوں کہ دیکھ
یہ سب کچھ تیرا ہے اور میں تیرا نوکر ہوں اور اب مرنے کے واسطے تیار رہوں
اور اے آستر میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن اُس وقت میرے دل میں تین خیال پیدا
ہوئے۔ پہلا خیال تو یہ تھا کہ اس امر کی میں بخوبی تحقیق کروں کہ وہ میرے مالک کا
بیٹا ہے اور اُس کی خصلت کا کچھ حال معلوم کروں۔ آستر خیال تو کر کہ کتنے ہیں جو
امیروں کے گھر میں پیدا ہوئے اور دولت اُن کے واسطے لعنت کا باعث
ہوئی۔ پھر اس تصدیع پر غور کر جو میں نے رومیوں کے ہاتھ سے اُٹھائی کیونکہ
نہ صرف گرٹیس بلکہ وہ بے رحم بدبخت بھی جو اُس کا حکم بجا لائے رومی تھے،
اور میرے چیخنے پر وہ ٹھٹھے مارتے تھے۔ میری شکستہ ہڈیوں کو سوچ کہ کس
طرح برسوں سے میں اپاہج رہا ہوں۔ اپنی ماں کو سوچ جو اُس تنہا قبر میں دفن
ہے اور جس کی جان ایسے ہی پس گئی تھی جیسا کہ میرا جسم پیسا گیا۔ پھر میرے
خداوند کے خاندان کے غم پر اگر وہ زندہ ہے یا اُس ظلم پر جس سے وہ ہلاک کیا
گیا سوچ کر ان سب باتوں پر غور کر اور خداوند کی رحمتوں کا واسطہ دے کر
اے بیٹی مجھے بتا کہ ان سب کے کفارے میں کیا کوئی بال گرایا جائے یا لہو کی
کوئی بوند نہ بہائی جائے؟ دانشوروں کی مانند مت کہہ کہ انتقام لینا خداوند کا کام
ہے۔ کیا وہ اپنا کام جس طرح محبت کے وسیلے کرتا ویسا ہی نقصان کے وسیلے
نہیں کرتا ہے؟ کیا اُس کے انبیاء کی نسبت اُس کے جنگی بہادر زیادہ نہیں ہیں؟
کیا اُسی کی یہ شریعت نہیں ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور
پیر کے بدلے پیر؟ ان برسوں میں اے عزیزہ میں نے رات دن انتقام کا
خیال رکھا ہے اور اُسی کے واسطے دعا مانگی اور انتظام کیا، اور جیسے جیسے



میری دولت بڑھتی تھی، میں یہ خیال کر کے صبر کرتا تھا اور جیسے خداوند زندہ
ہے ویسے ہی ایک دن میں اپنے ظالموں کو ضرور سزا دلواؤں گا۔ جس وقت اُس
جوان نے بیان کیا کہ ایک اور مقصد ہے جس کا میں ذکر نہ کروں گا تو میں نے فوراً اُس
مقصد کا نام رکھ دیا کہ وہ انتقام ہے۔ آستر یہی تیسرا مقصد تھا، جس کے سبب
میں خاموش ہو رہا اور سخت دل ہو گیا۔ جبکہ وہ جوان اپنا دعویٰ بیان کرتا تھا اور
جب وہ رخصت ہوا تو میں ہنستا تھا۔"

آستر نے اُس کے سوکھے ہاتھوں کو پیار کر کے کہا "وہ تو چلا گیا۔ کیا
وہ پھر آئے گا؟"

"ٹھیک وفادار ملازم اُس کے ہمراہ گیا ہے اور جب میں تیار ہوں گا تو
اُسے واپس لے آئے گا۔"

"اے باپ یہ کب ہو گا؟"

"بہت دیر نہیں ہے۔ بہت دیر نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس کے
سب گواہ مر گئے۔ مگر ایک زندہ ہے جو اُسے ضرور پہچان لے گا۔ بشرطیکہ وہ
میرے مالک کا بیٹا ہے۔"

"اُس کی ماں؟"

"نہیں اے بیٹی۔ اُس گواہ کو میں اُس کے روبرو پیش کروں گا۔ اب
تک اس معاملے کو خداوند کے سپرد کریں۔ میں تھک گیا ہوں، اب ملک کو بلا۔"

آستر نے ملازم کو بلایا اور تب وہ گھر میں پھر داخل ہوئے۔

---

# اُنیسواں باب

## برکتوں کا پیالہ

جس وقت حور مال گودام سے باہر گیا تو اُس کے دِل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ اپنے عزیزوں کی تلاش میں ایک اَور کوشش ناکام رہی اَور مَیں تنہا رہ گیا ہُوں۔ دیکھئے کہ دُنیا کی گردش کن اَور مُصیبتوں میں مجھے مُبتلا کرتی ہے۔ یہ سوچتے سوچتے گھاٹ کے کنارے جا پہنچا۔ اُسے ایسا معلُوم ہُوا گویا کہ دریا دعوت دیتا ہے کہ پھر جہاز پر سوار ہو۔ مگر اُس وقت اُسے اپنے ہمراہی مسافر کا قول یاد آیا کہ شاہ کا مہمان ہونے کے عوض بہتر ہے کہ کیڑا ہو کر ڈفنی کے شہتُوت کھائے"۔ پس جلدی سے اُس نے سرائے کی راہ لی۔ وہاں پہنچ کر کارندے سے ڈفنی کا راستہ دریافت کیا۔ اُس نے متعجّب ہو کر کہا کہ "تم ڈفنی کا راستہ نہیں جانتے تو تم پہ اوّل مرتبہ یہاں آئے ہو۔ اِس دِن کو اپنی زندگی میں سب سے مُبارک سمجھو۔ اُس کا راستہ تو آسان ہے۔ بائیں ہاتھ کو جنوب کی سمت ہو کر جو راہ جاتی ہے وُہ سیدھی کوہ سیلپیس کو جاتی ہے جہاں مُشتری کی قُربان گاہ اَور بڑا تماشا گاہ ہے۔ وہاں سے تیسرے چورستہ کو ہو لو جو ہیرودیس کی ستُونوں کی قطار کہلاتی ہے۔ تب اپنے داہنے ہاتھ کو مُڑ جانا اَور شہر سلوکس سے گذر کر ایپفینز کے کانسی کے پھاٹک تک چلے جانا۔ وہاں سے ڈفنی کا راستہ شرُوع ہوتا ہے اَور دیوتا تمہارے محافظ ہوں"۔ بن حُور اپنے اسباب کی نسبت ضرُوری



ہدایت دے کر روانہ ہُوا۔ ہیرودیس کی ستُونوں کی قطار تک جلد پہنچ گیا، اَور سنگِ مرمر کے ایک چھتّے کے نیچے سے گُذر کر کانسی کے پھاٹک پر آ گیا۔ راہ میں دُنیا کی مختلف تجارتی قوموں کے آدمی چہار طرف نظر آتے تھے۔

دِن کی چوتھی گھڑی تھی، کہ پھاٹک سے نکلتے ہی اُسے آدمیوں کی ایک بھیڑ ملی، جو قطار باندھے ڈفنی کے مشہور کُنج کو جاتی تھی۔ پیدل، سوار اَور تختوں کے واسطے آمدورفت کے راستے علیحدہ علیحدہ تھے۔ راستے کے دو طرفہ عُمدہ سبزہ زار تھے جن میں جا بجا بلُوط اَور بڑے انجیر کے درخت اَور تھکے ماندوں کی آسائش کے واسطے آرام گاہیں تھیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر فوّارے چل رہے تھے پر مردوں اَور عورتوں کا کوئی گروہ تو بالکل سفید جامے پہنے تھا، کوئی بالکل سیاہ۔ اکثروں کے ہاتھ میں یا تو جھنڈے یا عُود سوز تھے۔ بعض آہستہ آہستہ راگ گاتے چلتے تھے، اَور اکثر بانسری اَور طبلے کی تھاپ پر ناچتے تھے۔ آخرکار اُس نے تالیوں کی آواز سُنی اَور جدھر کو لوگ اُنگلیوں کے اشارے کرتے تھے، جب اُس نے نظر کی تو ایک پہاڑی پر مُتبرک کُنج کا پھاٹک دکھائی دیا۔ راگ کی صدا اَور باجے کی آواز زور سے آنے لگی اَور چُونکہ رُومیوں کی صُحبت اُس نے بہت برتی تھی یہ بھی مشتاق گروہ کے ہمراہ زمین پر جُھک گیا۔ کُنج کے پھاٹک کے مقابل چکنے پتھروں کا ایک وسیع میدان تھا، جس پر ایک بے قرار بھیڑ رنگ برنگ کی بھڑکیلی پوشاک پہنے ہر طرح کے کھیل تماشوں میں مشغُول تھی۔ بن حُور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، کیونکہ نہ جانتا تھا کہ کدھر جائے۔ اِتنے میں ایک عورت نے زور سے کہا "نہایت خُوبصُورت ہے، مگر اب کدھر کو جائیں؟"

اُس کے ہمراہی نے جو پھُولوں کا ایک ہار گردن میں ڈالے تھا، کہا "اَے خُوشرو وحشی کہاں جائے گی۔ اِس سوال سے تو دُنیا وی خوف کا مطلب

ہے، مگر کیا ہم نے یہ عہد نہ کر لیا تھا کہ سب خوف و فکر کو پیچھے انطاکیہ میں چھوڑ آئیں گے۔ جو ہوائیں یہاں چلتی ہیں، اُن میں دیوتا سانس لیتے ہیں آؤ ہم بھی ان ہواؤں کا مزہ لیں۔"

"پر اگر ہم راہ بھول جائیں۔"

"اے بزدل۔ ڈفنی میں کبھی کوئی گمراہ نہیں ہوا ہے سوا اُن کے جن پر اُس کے پھاٹک ہمیشہ کے واسطے بند ہو جاتے ہیں۔"

کچھ خوف زدہ ہو کر اُس کے ہمراہی نے دریافت کیا: "وہ کون ہیں؟"

"جو اس مقام کی دل فریبی میں گرفتار ہو گئے ہیں، اور زندگی اور موت کے واسطے اِس کو پسند کر لیا ہے۔ سنو یہیں کھڑے رہو اور میں تم کو بتلاؤں گا کہ کن کا میں ذکر کرتا ہوں۔" اتنے میں نوجوان لڑکیوں کا ایک فریق جھیڑ میں سے نکل کر آگے بڑھا، اور گانے اور ناچنے لگا۔ عورت اُن کو دیکھ کر مرد سے چپٹ گئی۔ مگر مرد اپنا ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر ناچنے لگا۔ جب ناچ چکا تو اپنے ہمراہی سے سوال کیا۔ اب تیرا کیا خیال ہے؟

اُس نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟"

"یہ اپالو کے مندر کی پجارن ہیں۔ یہ اِسی جگہ رہتی ہیں۔ مگر بعض وقت اور شہروں میں بھی جاتی ہیں، اور جو کچھ کماتی ہیں اِس مندر کی نذر کر دیتی ہیں۔" تب دونوں اُس مقام سے ہٹ کر چلے گئے۔ بن حور کو اِس کلام سے کہ ڈفنی میں کبھی کوئی گمراہ نہیں ہوتا، کچھ دلجمعی ہوئی اور آپ بھی چل دیا۔ مگر یہ نہ جانتا تھا کہ کدھر جاتا ہے۔ پھر بے ہمراہ بغیر کسی قصد کے ایک جنگل میں جو قریب ہی تھا داخل ہوا۔ پھرتے پھرتے ایک مقام پر آ نکلا، جہاں کہ داہنے ہاتھ کی سمت سے عمدہ گلاب اور مصالحوں کی خوشبو آنے لگی۔ یہ خوشبو پا کر اوروں کے ساتھ مڑ گیا اور ایک



شخص سے جو اُس کے قریب ہی تھا دریافت کیا کہ کیا اُس طرف کوئی باغ ہے؟"

"نہیں۔ بلکہ پجاری کوئی رسم ادا کر رہے ہیں۔ شاید جنگل کے دیوتا کو بھینٹ دے رہے ہیں۔"

یہ جواب بن حور نے اپنی مادری زبان میں پایا اور متعجب ہو کر سوال کیا کہ "کیا تم عبرانی ہو؟"

اُس شخص نے مؤدبانہ مسکرا کر جواب دیا "میں یروشلیم کی منڈی کے نزدیک ہی پیدا ہوا تھا۔" بن حور پھر چل دیا اور اِدھر اُدھر آوارہ پھرتا رہا۔ قریب دو گھنٹے کے بعد وہ ایک سبزہ زار میں آ نکلا۔ یہاں اُس نے اُسی عبرانی کو زمین پر لیٹے دیکھا۔ اُس نے اُٹھ کر اُس کو سلام کیا۔ اُس نے شکریہ ادا کیا اور دریافت کیا کہ "کیا تم بھی میری راہ جاتے ہو؟"

"میں گھوڑ دوڑ کو جاتا ہوں، کیا تم بھی اُسی طرف جاتے ہو؟" "گھوڑ دوڑ کو؟"

"ہاں۔ ابھی جو بگل تم نے سنا تھا سو گھوڑ دوڑ کے ہمسروں کی بلاہٹ تھی؟"

بن حور نے بے تکلفی سے جواب دیا "اے نیک دوست میں اِس کنج سے بالکل واقف نہیں ہوں اور اگر تم مجھے اپنے ہمراہ جانے کی اجازت دو گے تو میں خوش ہوں گا۔"

"اِس میں میں خوش ہوں۔ سنو۔ رتھوں کے پہیوں کی آواز آتی ہے۔ وہ دوڑ میں آ رہے ہیں۔"

بن حور نے ایک لمحہ کان لگا کر سنا اور تب اپنے ہمراہی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں ایریئس سردار کا بیٹا ہوں اور تم کون ہو؟"

"میں ملوک شہر انطاکیہ کا ایک سوداگر ہوں۔"

" اے نیک مَلوک - جنگل - رتھ کے پہیوں کی آواز اور تماشا کے اشتیاق سے میرے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے - مَیں نے بھی ایسی مشق کی ہے - رُوم کی ورزش گاہوں میں میرا نام نا معلوم نہیں ہے - آؤ گھوڑ دوڑ کو چلیں "

مَلوک نے کچھ رُک کر جلدی سے کہا " سردار اریئس تو رُومی تھا مگر مَیں اُس کے بیٹے کو یہودی لباس میں دیکھتا ہُوں "

بن حُور نے جواب دیا " شریف اریئس میرا مُتبنّے باپ تھا "

" مَیں سمجھا - مجھے مُعاف فرمایئے "

جنگل سے نکل کر وہ میدان میں آئے جس میں دَوڑ کا راستہ ہموار بنا اور اُس پر چھڑکاؤ ہو رہا تھا - راستے کے دو طرفہ رسیّوں کی حد بندھی تھی اور جا بجا نشستگاہیں زینوں کی طرح بنی ہوئی تھیں جن پر سائبان لگے تھے - ان میں سے ایک میں یہ دونوں بیٹھ گئے - بن حُور نے ہمسروں کی رتھوں کا شمار کیا تو نَو تھے - اور نیک نیتی سے کہا " ان ہمسروں کی مَیں تعریف کرتا ہُوں - مجھے یہ خیال تھا کہ یہاں مشرق میں صرف ایک جوڑی گھوڑوں سے دَوڑ کرتے ہیں - مگر مَیں دیکھتا ہُوں کہ یہ حوصلہ مند ہیں، اور شاہی چوکڑی دَوڑاتے ہیں - ان کے کرتبوں کو غور سے دیکھیں "

اوّل آٹھ چوکڑیاں گذریں - کوئی تو قدم جاتی اور کوئی دُلکی جاتی تھی مگر ہر ایک کا سارتھی ہانکنے میں عُمدہ اُستاد تھا - تب نَویں چوکڑی سرپٹ آئی - بن حُور نے واہ واہ کا نعرہ بلند کیا اور مَلوک سے مخاطب ہو کر کہا " مَیں نے قیصر کے اصطبل کے گھوڑے دیکھے ہیں - مگر بزرگ ابراہام رحمتہ اللہ علیہم کی قسم مَیں نے ایسی چوکڑی کبھی نہیں دیکھی "

آخری چوکڑی سرپٹ جا رہی تھی، کہ یکایک وہ بے ترتیب ہو گئی ۔



ایک نشستگاہ میں سے کوئی زور سے چلّایا - بن حُور نے پھر کر دیکھا کہ ایک معزّز ضعیف شخص کچھ کھڑا ہو کر ہاتھ بڑھاتے ہے - اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند ہیں، اور اُس کی لمبی داڑھی ہلکورے کھاتی ہے - اُس کے پاس کے تماشبین اُس پر ہنستے تھے - یہ دیکھ کر بن حُور نے کہا " انہیں اُس کی سفید داڑھی کا تو لحاظ کرنا چاہیئے - یہ ضعیف شخص کون ہے؟ "

مَلوک نے جواب دیا " یہ دشت کا جو موآب کے اُس پار ہے ایک زبردست سردار ہے - اُس کے بے شمار اُونٹ ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے گھوڑے بادشاہ فرعونِ اوّل کے گھوڑ دوڑیوں کی نسل ہیں - اُس کا نام اور خطاب شیخ الدریم ہے "

اِس اثنا میں سارتھی نے کوشش کی کہ اپنی چوکڑی کو سنبھالے، مگر کامیاب نہیں ہُوا لیکن جتنا وہ ناکام ہُوا، اُتنا ہی شیخ کو زیادہ جوش آتا تھا اور اُس نے زور سے چیخ کر حکم دیا " اے ابدون اُسے پکڑ لے - دَوڑ بھاگ " اور تب اپنی قوم کے ملازموں کو کہا " اے بچو، تم سُنتے ہو - دَوڑو - بھاگو - سُنتے ہو - یہ گھوڑے تمہاری مانند دشت کی پیدائش ہیں - جاؤ جلدی اُن کو تھام لو - جاؤ شتابی جاؤ " مگر گھوڑے اور بھی تڑپنے لگے - شیخ نے سارتھی کی طرف گھونسا ہلا کر کہا " ملعون رُومی - کیا اُس نے قسم نہیں کھائی تھی - ہاتھ اُٹھاؤ - مجھے چھوڑ دو - ان گھوڑوں کو تو عقاب کی تیز پروازی اور گھریلو برّوں کے مزاج سے دَوڑنا چاہیئے - وہ ملعون - جھُوٹوں کی ماں جو اُسے بیٹا کہتی لعنتی ہے - ان بیش بہا کو دیکھو، ان کو تو چابک سے چھُونا ہی غضب ہے - جا کر اُن کے دہانے پکڑ لو اور صرف ایک کہو - پچکار کر صرف ایک بات کہو - مَیں کیسا بیوقوف تھا کہ

میں نے ایک رُومی کا اعتبار کیا۔" شیخ یہ کہتا تھا اور دانت پیستا تھا، چند ہمراہی گھوڑوں اور شیخ کے درمیان ہوگئے۔ بن حُور اب سمجھ گیا کہ یہ چوکڑی اصل میں شیخ کی ہے۔ اُسے دَوڑ کے جیتنے کی اتنی پروا نہ تھی جتنی کہ گھوڑوں کے مزاج کے بگڑنے کی تھی۔ کیونکہ وُہ اُن کو اپنے بچوں کے موافق پیار کرتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ چوکڑی بھی نایاب تھی۔ چاروں ایک رنگ کمید تھے۔ اُن کے سر اور کان چھوٹے مگر پیشانی کشادہ۔ نتھنے پھیلے ہُوئے۔ گردن خم دار جن پہ گھنے بال تھے۔ گھٹنے اور ٹخنوں کے درمیان کی ٹانگیں چپٹی۔ مگر اُن کی جانگھیں گول اُن کے سُم چھوٹے پیالے سے اور اُن کی دُم گھنی اور لمبی تھیں۔

شیخ بول نہ چُکا تھا کہ اُس کے ملازموں نے گھوڑوں کے دہانے پکڑ لئے، اور پچکار کر اُن کو ٹھنڈا کر لیا۔ اس کے بعد ہی ایک اور رتھ آیا جو بڑا قیمتی تھا۔ اُس کے پہیے عجیب قسم کے بنے ہُوئے تھے۔ اُن کی ناہ پر کانسی کے بند چڑھے تھے۔ اُن کے ارے ہاتھی دانت کے اور اُن کے چکّر کی پٹیاں آبنوس کی جن پر کانسی کی نال چڑھی تھی۔ دُھریوں کے سر پر پیتل کے شیر بنے تھے، اور اُس کا کٹہرا بید مجنوں کی نرم نرم قمچیوں سے بُنا، اور سونے کا ملمع کیا ہُوا تھا۔ اُس زمانے کے قاعدے کے موافق اُس کی چوکڑی کے گھوڑے صف بستہ جُتے تھے۔ وُہ جوڑی جو رتھ کی بم کے دو طرفہ تھی اور بم کی جوڑی کہلاتی تھی سو مُشکی تھی۔ مگر بیرُونی جوڑی یعنی وُہ گھوڑے جو بم کی جوڑی کے دو طرفہ تھے سو ایک رنگ سبزی تھے۔ اِس رتھ کو دیکھ کر تماشبین نے واہ واہ کا نعرہ بلند کیا۔ بن حُور بھی اُس کے سوار کو جو کھڑا ہانک رہا تھا دیکھنے کو کچھ آگے ہُوا۔ جس وقت اُس نے خُوب غور سے اُسے دیکھا تو تحیر زدہ سا کھڑا رہ گیا، کیونکہ یہ سارتھی میسّلا تھا، اور اُس کو سابق ہی کے موافق خُود پسند۔ مغرور اور



بے لحاظ نظر آیا۔ آخر کو جب اُس کی حیرت کچھ کم ہُوئی، تو اپنے تئیں سنبھال کر نشست گاہ کی سیڑھیوں سے اُترنے لگا۔ اتنے میں ایک عرب نے اُونچی جگہ کھڑے ہو کر بہ آوازِ بلند یہ منادی کی کہ اے مشرق اور مغرب کے لوگو سُنو۔ نیک شیخ الدریم تُم کو سلام دیتا ہے۔ اُس کے پاس چار گھوڑے جو حضرت سلیمان کے گھوڑوں کی نسل ہیں، اُن کو وُہ گھوڑ دوڑ میں دَوڑانا چاہتا ہے۔ پس اُسے ایک دلیر اور پُر زور آدمی کی ضرورت ہے جو اُن کو ہانکے اور جو اُن کو ہانک کر دَوڑ کر جیتے گا، شیخ موصُوف اُس کو زندگی بھر کے واسطے مالا مال کر دے گا۔ پس اِس خبر کو چار طرف پھیلا دو۔ یہ شیخ الدریم فیّاض کا قول ہے۔"

اس منادی کو سُن کر تماشبین میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ لوگ ایک دُوسرے سے بحث و مباحثہ کرنے لگے اور شام تک انطاکیہ کے کُل باشندوں کے کانوں میں یہ خبر پہنچ گئی۔ جس وقت بن حُور نے یہ منادی سُنی تو پس و پیش کر کے کبھی شیخ کو اور کبھی نقیب کو دیکھتا تھا تو ملوک نے یہ سمجھا کہ بن حُور بیڑا اُٹھانے پر ہے لیکن جب اُس نے دریافت کیا کہ آئے ملوک اب کہاں چلو گے، تو اُس کے دل کو اطمینان ہو گیا اور اُس نے ہنس کر جواب دیا۔

"اگر تُم بھی اُن لوگوں کی مانند ہو جو اوّل مرتبہ اس کُنج کی سیر کو آئے ہیں تو تُم کو بھی چاہیئے کہ فوراً جا کر جوتشی سے اپنی فال نکلواؤ۔"

"اپنی فال نکلواؤں؛ گو اس صلاح میں وسواس کی بُو آتی ہے، مگر آؤ فوراً دیوی کے پاس چلیں۔"

اے بن اریئس یہاں یہ طریقہ نہیں ہے بجائے زبانی جواب دینے کے وُہ تُم کو ایک تازہ صاف پتا دیں گے اور ہدایت کریں گے کہ ایک خاص چشمہ میں جا کر ڈباؤ، تب اُس پر ایک قطعہ چھپائی دے گا، اور وُہ تمہاری آئندہ زندگی کی فال

ہوگی۔"

"مگر اکثر لوگ ایسے ہیں جن کو ضروری نہیں کہ اپنی آئندہ زندگی کی نسبت تردد کریں۔"

"تو تم مندروں کو جانا پسند کرتے ہو؟"

"کیا یہ مندر یونانی نہیں ہیں؟"

"ہاں یونانی ہیں اور یہ خاص چشمہ کسٹیلیا کہلاتا ہے۔"

"آؤ ہم وہاں جائیں۔" یہ کہہ کر چل دیا۔ راہ میں مُڑ مُڑ کر اُسے غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ بن حور بڑا متفکر تھا۔ میسلا کو دیکھ کر اُسے اپنی ماں اور بہن کا آخری نظارہ اور اپنی مصیبت اور مشقت کا حال یاد آیا۔ جتنا سوچتا تھا اُتنا ہی اُسے یقین ہوتا تھا کہ میرے معاملے میں گریٹس کے لئے ممکن ہے کہ عذر ہو۔ مگر میسلا کے واسطے کسی نوع کا عذر نہیں۔ کیونکہ اُسی نے ہم کو ہمارے ایذا رسانوں کے حوالے کیا تھا اور جب میں نے مدد کی اُس سے عاجزانہ التجا کی، تو اُسی نے مجھے ہنسی میں اڑایا اور قہقہہ مارتا چلا گیا تھا۔ جس روز میرا اُس سے مقابلہ ہو تو اے میری قوم کے نیک خدا تو خاص انتقام لینے میں میری مدد کر۔ اگر بن حور میسلا کو غریب و محتاج اور مصیبت زدہ پاتا تو ممکن ہے کہ اُس پر اُسے رحم آتا، مگر اُس نے اُسے زیادہ تر مغرور اور خود پسند دیکھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بوٹوں کی ایک روش میں داخل ہوئے، جہاں لوگوں کی ایک بھیڑ آتی جاتی تھی۔ کوئی پا پیادہ اور کوئی سوار تھا۔ مستورات پالکیوں میں اِدھر اُدھر سیر کرتی تھیں۔ روش کے آخر میں ایک سبزہ زار تھا جہاں سے کسٹیلیا کا چشمہ نظر آتا تھا۔ اُس کے قریب ایک انبوہ جمع تھا۔ لوگوں میں سے راہ بنا کر وہ چشمے کے پاس آ پہنچے۔ دیکھا کہ پتھر کے ایک فوارے میں سے پانی



اُچھل کر سیاہ مرمر کے ایک حوض میں گرتا ہے، اور اُس میں سے زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔ حوض کے پاس ہی پتھر کا ایک چھوٹا حجرہ بنا تھا جس میں ایک ضعیف لمبی داڑھی والا پجاری بیٹھا تھا۔ اُس کے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں اور بیراگی کا لباس پہنے تھا۔ اُس کی کل وضع ایک تپسی کی تھی۔ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا مگر کسی سے ایک لفظ بھی نہ بولتا تھا۔ جب کوئی پجاری کچھ نقدی پیش کرتا تو صرف ہاتھ بڑھا کر اُسے لے لیتا، اور ایک پتا اُسے دے دیتا تھا۔ پجاری اِس پتے کو فوراً حوض کے پانی میں ڈبوتا اور تب آفتاب کی طرف کر کے اپنی قسمت کی فال پڑھتا تھا۔ اِس سے پیشتر کہ بن حور اپنی فال معلوم کرے، ایک سفید اونٹ دور سے آتا نظر آیا، اور سب لوگ اُسی طرف تکنے لگے۔ ایک سوار اونٹ کی نکیل پکڑے تھا جس کا کجاوہ خالص سونے کا تھا جس پر ایک ارغوانی چادر پڑی تھی۔ دو اور سوار ہاتھ میں بھالے لئے اردل میں تھے۔

ایک شخص نے کہا "یہ کیسا عجیب اونٹ ہے۔"

دوسرے نے کہا "کوئی شہزادہ دور سے آیا ہے۔"

تیسرے نے کہا "جو آ رہے ہیں وہ نہ شاہزادے اور نہ بادشاہ ہیں۔ دیکھو وہ تو عورتیں ہیں۔" اتنے میں اجنبی آ پہنچے۔ فی الواقع اونٹ اعلیٰ قسم کا تھا، اور اُس کا ساز و سامان نہایت قیمتی تھا۔ کجاوے پر ایک ضعیف مرد اور جوان لڑکی سوار تھے۔ پیرمرد بڑی معزز شکل کا تھا، مگر یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ کس قوم کا تھا۔ لڑکی کے بازوؤں پر بازوبند جو سانپ کی شکل کے تھے، اور کلائیوں پر جڑاؤ طلائی کڑے تھے اور عمدہ فاخرہ لباس پہنے مگر نقاب ڈالے تھی۔ اُس کا خوبصورت چہرہ بیضوی انداز کا کچھ گندمی رنگ تھا جس سے یہ سمجھ آتا تھا کہ وہ مصری ہے۔ اُس کی آنکھوں میں جو بڑی بڑی تھیں مشرقی ممالک کے دستور

کے موافق سُرمہ ڈالا تھا۔ ہونٹ جو کھُلے تھے اُن کے درمیان سے بتیسی صاف سفید نظر آتی تھی۔ گردن لمبی اَور سر گول تھا۔ غرضیکہ اُس کی وضع شاندار تھی۔ لڑکی نے اپنے حبشی ملازم کو ایک کٹورا پانی بھرنے کے لئے دیا۔ جس وقت وُہ بھرنا چاہتا تھا پہیوں کی گڑگڑاہٹ اَور گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سُنائی دی۔ دیکھا تو میس تسلا کا رتھ بے تحاشا فروٹ چلا آتا ہے۔ لوگ نے خُود بچنے کی فکر کی، اَور بن حُور سے کہا کہ "بچ جاؤ، کیونکہ رُومی تو لوگوں کو رتھ اَور گھوڑوں کے نیچے روندے جاتا ہے۔"

لوگ تو تتر بتر ہو گئے، مگر اُونٹ بیٹھنے کا بیٹھا رہ گیا۔ حبشی تو خوف زدہ ہاتھ ملتا تھا۔ ہودے میں سے پیر مرد نے بچ نکلنے کی کوشش کی مگر ضعیفی کے باعث جلدی نہ کر سکا۔ مگر لڑکی کو تو فُرصت ہی نہ ملی کہ کُود کر الگ ہو جائے۔ چُونکہ بن حُور اُن کے نزدیک تھا، اُس نے میس تسلا کو جو بالکل نزدیک آ گیا تھا، بلند آواز سے کہا "رُک جا۔ دیکھتا نہیں ہے کہ کدھر جاتا ہے۔ پیچھے ہٹا۔ پیچھے ہٹا۔" مگر میس تسلا قہقہہ مار کر ہنسا۔ جب بن حُور نے دیکھا کہ پیر مرد اَور اُس کے بچنے کی کوئی صُورت نہیں، تو دَوڑ کر ہم کی جوڑی کے دہانے پکڑ کر زور سے اُن کو جھٹکا دیا، اَور گرجتی آواز سے کہا "اَے رُومی کُتّے کیا تُو انسان کی زندگی کی اتنی کم پروا کرتا ہے؟" جھٹکے کے لگتے ہی گھوڑے الف ہو گئے، اَور بیرونی جوڑی کو بھی ہمراہ لے کر ایک طرف کو پھر گئے اَور رتھ ٹیڑھا ہو گیا۔ میس تسلا بھی گر پڑتا مگر وُہ تو پھُرتی سے نیچے کُود پڑا۔ لیکن اُس کا باطمینان ہمراہی مرتس گیند کی طرح زمین پر لُڑھک گیا۔ جب خطرہ گذر گیا تو تماشائی تمسخر سے ہنس پڑے۔ تب رُومی کی بے مثال شوخی ظاہر ہُوئی۔ اپنی کمر سے راسوں کو کھول کر گھوڑوں کی پیٹھ پر پھینک دیا اَور آپ اُونٹ کے پاس



آ کر اَور بن حُور کو گھُور کر دیکھ کر پیر مرد اَور اُس کی لڑکی سے معذرت کرنے لگا کہ "مجھے مُعاف کیجئے مَیں میس تسلا ہُوں اَور قسمیہ کہتا ہُوں کہ مَیں نے نہ تُم کو اَور نہ اُونٹ کو دیکھا تھا۔ شاید مَیں نے اپنی چابک دستی پر زیادہ بھروسہ کیا۔ مَیں تو صرف اُن کو ڈرانا چاہتا ہُوں، مگر اب اُن کو ہنسنے کا موقع مل گیا۔ دیوتا کرے کہ اُن کو اُس سے فائدہ ہو۔" یہ کہہ کر اپنے ہمراہی کو اشارہ کیا کہ رتھ کو کچھ دُور لے جائے اَور تب دلیرانہ لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا "اُس نیک مرد سے تُم محبّت رکھتی ہو جس سے مَیں پھر بڑی کوشش سے معافی مانگوں گا بشرطیکہ ابھی وُہ مجھے مُعاف نہیں کر چکا ہے۔ کیا تُم اُس کی بیٹی ہو؟"

لڑکی نے کچھ جواب نہ دیا۔ ذرا تامّل کر کے میس تسلا نے پھر کہا "دیوتا کی سوگند! تُو پری پیکر ہے۔ ہوشیار رہنا، ایسا نہ ہو کہ دیوتا اپالو اپنی گمشدہ معشوق کے عوض تجھے غلطی سے نہ لے لے۔ مجھے تعجّب ہے کہ تُو کس وطن کی ہے۔ تیری آنکھوں میں تو ہندوستان کا آفتاب روشن ہے، اَور تیرے دہن پر مصر نے اپنے عشق کے نشان قائم کئے ہیں۔ اَے نُور پیکر خاتُون مجھ پر ترس کھا اَور اپنے مُنہ کو مجھ سے نہ موڑ۔ اتنا تو کہہ دے کہ تُو نے مجھے مُعاف کر دیا ہے۔"

اِس پر لڑکی نے مُسکرا کر اَور نوازش سے بن حُور کی طرف سر جُھکا کر نزدیک آنے کی درخواست کی اَور کہا کہ "اِس کٹورے کو لے کر پانی سے بھر دیجئے کیونکہ میرا باپ پیاسا ہے؟"

"مَیں تیرا تابعدار ہُوں" اَور تب کٹورا لے کر چشمے کی طرف پھرا۔ بن حُور اَور میس تسلا دوچار ہُوئے۔ یہُودی کی نگاہ دلیر مگر رُومی کی آنکھوں سے مسخرہ پن برستا تھا۔

میس تسلا نے لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "اَے اجنبی حبیبی تُو

خوبصورت ویسی ہی بے رحم ہے۔ اگر اپالو دیوتا کی تو منظورِ نظر نہ ہوتی، تو تُو پھر
مجھ کو دیکھے گی اور چونکہ مجھے علم نہیں، کہ کس ملک کی ہے۔ اس لئے میں کسی خاص
دیوتا کے تجھے سپرد نہیں کر سکتا۔ پس میں تجھے اپنی حفاظت کے سپرد کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر بن حور کی طرف چلا گیا۔ لڑکی اُس کو تاکتی رہی، اور ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ میس سلا کے کلام نے اُسے ناخوش نہیں کیا تھا۔ اتنے میں بن حور پانی
لے آیا۔ پہلے پیر مرد نے کٹورے سے پیا۔ لڑکی نے تب بڑے پسندیدہ طرز اور
نوازش سے کٹورا بن حور کو دے کر کہا "ہماری منت یہ ہے، کہ تم اس کو قبول
کرو۔ یہ برکتوں سے بھرا ہوا ہے جو سب تمہارے واسطے ہیں۔" پھر فوراً اُونٹ
اُٹھایا گیا اور مسافر چلنے کو تیار ہوئے۔ مگر پیر مرد نے بن حور کو بلا کر کہا "تو نے
ایک اجنبی کی آج بڑی مدد کی۔ صرف ایک خدا ہے۔ اور اُس کے پاک نام سے
میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں بلسطزر مجوسی ہوں۔ دُغنی کی بستی کے پرے
تاڑ کے بڑے باغ میں شیخ الدیم فیاض اپنے خیموں میں رہتا ہے اور ہم اُس کے
مہمان ہیں۔ ہماری وہاں تلاش کرنا۔ ہم خوشی اور شکر گزاری سے تجھے قبول کریں گے۔"

بن حور پیر مرد کی صاف آواز سن کر اور معتزز طریقہ دیکھ کر متحیر کھڑا رہ گیا،
اور مسافر چل دئے۔ اُس کی نگاہ پھر میس سلا پر پڑی۔ وہ بھی گم اور بے پروا
شکل سے ہنستا ہوا رتھ کو ہانک کر لے گیا۔

---





# بیسواں باب

## اِنتقام کا منصوبہ

مذکورہ بالا واقعہ کو دیکھ کر ملوک کے دل میں دو باتوں کا تو اطمینان ہو گیا۔
ایک تو یہ کہ جس کی نسبت میں تحقیق کر رہا ہوں وہ یہودی اور رومی سردار ایرئیس
کا لے پالک بیٹا ہے۔ دوسرے یہ کہ بڑا دلیر و جانباز ہے۔ اور کہ اُس کے اور رومی
میس سلا کے درمیان کسی طرح کا تعلق ہے۔ مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس نوع کا تعلق
ہے۔ جب وہ اس فکر میں تھا کہ اس امر کی نسبت کیونکر استفسار کروں تو
بن حور نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر دریافت کیا "اے نیک ملوک کیا
ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کو بھول جائے؟"

اس سوال کو سن کر ملوک کچھ پریشان سا ہو گیا مگر تامل کر کے جواب دیا۔
"نہیں ہرگز نہیں!" اور ایک لمحے کے بعد کہا "اور اگر اسرائیلی ہے تو ہرگز بھی فراموش
نہیں کر سکتا۔ عبادت خانے میں میں نے اوّل سبق جو سیکھا سو شیما [illegible] تھا
اور دوسرا سیرک کے بیٹے کا قول تھا کہ "اپنے باپ کی اپنی ساری جان سے عزت
کر اور اپنی ماں کے غم کو فراموش مت کر۔"

اس کلام پر بن حور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اُس نے کہا "تیرے کلام
سے مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا اور اے ملوک تیری باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تو
پکا یہودی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ تجھ پر بھروسہ رکھ سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس

نے مُلوک کا ہاتھ جو پکڑے ہُوئے تھا چھوڑ دیا اور اپنی چھاتی پر اپنے ہاتھ کو اِس طرح پکڑ کر دبا لیا گویا کہ کسی کو درد دباتا ہو اور تب ایک آہ سرد بھر کر یہ بیان کیا "میرا باپ نیک نام تھا اور یروشلیم میں جہاں وہ سکونت کرتا تھا صاحبِ آبرو تھا۔ اُس کی وفات پر میری والدہ کا عالمِ شباب تھا۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ وہ نیک اور خوبصورت تھی، سوا شفقت کے اُس کی زبان سے کبھی کوئی اور کلمہ نہیں نکلا۔ اُس کی سخاوت اور نیکوکاری تمام شہر میں مشہور تھیں۔ میری ایک چھوٹی بہن تھی۔ ہم دونوں کے سوا اور کوئی بھائی یا بہن نہ تھی۔ ہم دونوں ایسے خوش تھے کہ اُس قدیم ربّی کے کلام میں کبھی شک نہیں کرتا تھا جس نے کہا کہ خدا ہر جگہ نہیں ہو سکتا۔ اِس واسطے اُس نے ماؤں کو پیدا کیا۔ ایک دن رُومی حاکم جلوس کے ساتھ ہمارے مکان کے پاس سے نکل رہا تھا کہ ایک حادثہ اُس پر واقع ہُوا۔ اُس کے سپاہیوں نے ہمارے مکان کے پھاٹک توڑ کر اور اندر گھس کر ہم کو گرفتار کر لیا۔ اُس روز سے آج تک میں نے اپنی والدہ اور بہن کو نہیں دیکھا۔ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ وہ مر گئیں یا زندہ ہیں۔ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ اُن کی کیا کیفیت ہُوئی۔ لیکن اے مُلوک یہ رتھ کا سوار اُس موقع پر موجود تھا جبکہ وہ مجھ سے جُدا کی گئیں۔ اُسی نے ہمیں گرفتار کرنے والوں کے سپرد کیا۔ اُس نے میری والدہ کی فریاد جو اُس نے اپنے بچوں کی نسبت کی سُنی، مگر جس وقت وہ اُسے گھسیٹ کر لے گئے یہ ہنستا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا آیا محبت یا دشمنی میرے دل کی تختی پر اُس وقت زیادہ نقش ہو گئی۔ آج میں نے اسے دُور سے پہچان لیا۔ اے مُلوک اُس کو وہ راز معلوم ہے جس کے واسطے میں اپنی جان دینے کو بھی تیار ہُوں۔ وہ بتلا سکتا ہے آیا وہ زندہ ہیں اور کہاں ہیں۔ یا یہ خبر دے سکتا ہے کہ اگر مر گئیں تو کس طرح مریں اور کہاں دفن ہُوئیں تاکہ جا کر میں اُن کی ہڈیوں کی تلاش کروں۔"



"مگر کیا نہیں بتلاتا؟" "نہیں۔" "پر کیوں نہیں؟" "اِس لئے کہ میں یہُودی ہُوں اور وہ رُومی ہے۔"

"مگر رُومیوں کی بھی تو زبان ہے اور یہُودی کیسے حقیر کیوں نہ ہوں لیکن دم دینے کے طریقے جانتے ہیں۔"

"مگر ایسے شخص کے لئے نہیں۔ علاوہ اِس کے یہ سلطنت کا راز ہے۔ میرے باپ کی کُل جائداد ضبط کر کے تقسیم کر لی گئی۔"

مُلوک نے آہستہ سے اپنا سر جھکایا گویا کہ اُس کی دلیل کو تسلیم کر لیا اور تب دریافت کیا کہ "کیا اُس نے تم کو نہیں پہچانا؟"

"وہ کس طرح مجھے پہچان سکتا تھا؟ میں تو جیتے جی موت کے حوالہ کیا گیا تھا اور مدت سے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ میں مر گیا ہُوں۔"

مُلوک نے کہا "مجھے تعجب ہے کہ تم نے اُس پر ہاتھ نہ اُٹھایا۔"

"تب تو اُس سے میں یہ راز ہرگز معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ میں اُسے مار ڈالتا اور تم جانتے ہو کہ موت ایک مجرم رُومی سے راز کو زیادہ احتیاط سے رکھتی ہے۔"

مُلوک یہ سُن کر سوچنے لگا کہ جس شخص کو ایسا بھاری انتقام لینا ہو اور وہ ایسے موقع کو جان بوجھ کر ہاتھ سے جانے دے، تو اُسے ضرور اطمینان ہوگا کہ آئندہ کوئی اُس سے بہتر موقع مل جائے گا۔ پس اُس کے دل میں ایک جوش پیدا ہُوا اور ارادہ مصمم کیا کہ حتی المقدور بن حُور کی ہر صورت میں مدد کروں گا۔ اب اُس کو صرف سمونائدس کے ایلچی ہی کا شوق نہ رہا، بلکہ ایک برادرانہ اُلفت اُس کے دل میں پیدا ہُوئی۔

کچھ دیر خاموش رہ کر بن حُور نے کہا "اے نیک مُلوک میں اُسے جان سے نہ ماروں گا، کیونکہ میری والدہ اور بہن کی اُس کو خبر ہے۔ مگر میں اُسے سزا دُوں گا۔

پس اگر دو تو میں کوشش کروں گا۔"

بلا تامل ملوک نے جواب دیا :" وہ رومی ہے اور میں یہودا کے فرقے کا ہوں ۔ میں تمہاری مدد کروں گا ۔ اگر چاہو تو اس امر کی نسبت تم مجھ سے سخت سے سخت قسم لے سکتے ہو۔"

" اپنا ہاتھ مجھے دو اور یہ کافی ہے ۔"

جب ہاتھ ملا چکے تو بن حور نے کہا " جو امداد میں تم سے چاہتا ہوں ، وہ بہت مشکل نہیں ہے ۔ مگر آؤ یہاں سے بڑھ چلیں ۔" پس وہ اس راستے پر ہو لئے جو سبزہ زار کے درمیان سے ہو کر جاتا تھا ۔ چلتے چلتے بن حور نے سوال کیا کہ کیا تم شیخ الدریم سے واقف ہو ؟"

" ہاں ۔ تاڑوں کا باغ کہاں ہے ؟ یا اے ملوک یہ بتلاؤ کہ ڈفنی کوئی بستی ہے ۔ وہ کتنی دور ہے ؟"

ملوک کو یہ خیال گذرا کہ بن حور مصری خوبصورت لڑکی کی تلاش میں ہے اور تعجب کیا کہ جس کے دل میں اپنی والدہ کے غم کا خیال ہو وہ عشق کو اپنے دل میں آنے دے ؛ مگر یہ جواب دیا :" تاڑوں کے باغ کو گھوڑے کی سواری سے دو گھنٹے اور تیز سانڈنی پر ایک گھنٹے میں پہنچ سکتے ہیں ۔"

" میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ مگر ایک سوال اور دریافت کرنا ہے کیا اس دوڑ کا اشتہار چہار طرف ہو گیا ہے ، اور کب یہ دوڑ ہو گی ؟"

" یہ دوڑ اور تماشے بڑی دھوم دھام کے ہوں گے ۔ انطاکیہ کا حاکم مالدار ہے اور کونسل مکسین شیئس (MAXENTIUS) کی جو اہل پارتھیا کے خلاف انتقامی کونسل کو یہاں آئے گا ، بڑی شان کی مہمانداری کرے گا ، تا کہ وہ قیصر سے اُس کی سفارش کرے ۔ ایک ماہ کا عرصہ گذرا جب سے ہرکارے چہار طرف



جا کر اس گھوڑ دوڑ اور تماشوں کی خبر دے رہے ہیں ۔ لوگ دور دور سے دیکھنے کو آئیں گے ۔ بازی بھی بھاری لگائی گئی ہے ۔"

" یہ چوگان میں نے سنا ہے کہ رُوم سے دوم درجے پر ہے ۔"

" اس میں دو لاکھ آدمی کی سمائی ہے اور رُوم کے چوگان میں دو لاکھ پچھتر ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں ۔ وہاں کا چوگان سنگ مرمر کا بنا ہے اور یہ بھی سنگ مرمر کا ہے ۔ انتظام بھی دونوں کا ایک ہی ہے ۔"

" کیا قانون بھی ایک ہی ہیں ؟"

ملوک نے مسکرا کر کہا ۔" اے ایریئس کے بیٹے اگر انطاکیہ کوئی نئی بات ایجاد کرتا تو رُوم دُنیا کی ملکہ نہ بنی رہتی جیسی اب ہے ۔ قانون ایک ہی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ایک مرتبہ صرف چار رتھ دوڑ سکتے ہیں اور یہاں تعداد کی کوئی پابندی نہیں ۔"

بن حور نے کہا :-

" یہ تو یونانیوں کا قانون ہے ۔"

" ہاں انطاکیہ اتنا رومی نہیں ہے جتنا کہ یونانی ہے ۔"

" تو اے ملوک میں اپنی مرضی کے مطابق اپنا رتھ پسند کر سکتا ہوں ؟"

ہاں اپنا رتھ بلکہ اپنے گھوڑے بھی پسند کر سکتے ہو ۔ میری طرف سے اس کی کوئی پابندی نہیں ہے ۔"

" اے ملوک ایک بات اور دریافت کرنی ہے یہ دوڑ کب ہو گی ؟"

" آج سے چھٹے دن تماشے ہوں گے ۔"

ملوک وقت بہت تنگ ہے مگر کافی ہے ۔ قدیم اسرائیل کے نبیوں کی قسم میں بھی رتھ ہانکوں گا ۔ مگر ایک بات کا اطمینان کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ آیا میسلا

بھی اِس دَوڑ میں ہمسر ہوگا۔"

مُلوک اَب سمجھ گیا کہ بن حُور کی کیا تجویز ہے اور اُسے یقین ہوگیا کہ یہ یعقُوب کی حقیقی نسل ہے، کیونکہ یہ رُومی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مگر تھرتھراتی آواز سے دریافت کیا کہ "کیا تُم کو مشق ہے"؟

"اَے دوست اِس کا خوف نہ کر۔ گذشتہ تین سال میں رُوم کے چوگان میں مجھ سے کوئی سبقت نہیں لے گیا۔ پچھلی دَوڑ میں قیصر نے خُود مُجھ سے درخواست کی تھی کہ اُس کے گھوڑوں کو دُنیا کے رتھوں کے مقابلے میں دَوڑاؤں۔"

"مگر تُم نے منظُور نہیں کیا؟"

"مَیں یہُودی ہُوں اور گو مَیں رُومی نام سے کہلاتا ہُوں، مگر پیشے کے طَور یہ کام کر کے اپنے باپ دادوں کے نام پر دھبّہ نہیں لگا سکتا تھا۔ مَیں چوگان میں اطمینان سے مشق کر سکتا تھا۔ پھر اگر پیشے کے طَور پر گھوڑے دَوڑاتا تو وہ نفرتی کام ہو جاتا۔ اور اَے مُلوک یہاں جو مَیں دَوڑاؤں گا سو مَیں قسمیہ کہتا ہُوں کہ انعام یا بازی کی خاطر نہیں دَوڑاؤں گا۔"

"خاموش ایسی قسم نہ کھاؤ۔ یہ بازی کتنی لاکھ کی ہے اور دولت زندگی بھر کے واسطے کافی ہے۔"

"اگر حاکم اِس بازی کو سینکڑوں گُنا کر دے تو بھی میرے لئے کچھ نہیں۔ مَیں تو یہ دَوڑ صرف اپنے دُشمن کا غرور ڈھانے کے لئے کرُوں گا۔ شریعت بھی انتقام کے لئے اجازت دیتی ہے۔"

مُلوک نے جواب دیا "میسلا بھی ہمسر ہوگا۔ اُس نے تو اپنا نام بازارِ، تماشاگاہوں، محل اور بارکوں میں مشتہر کرایا ہے۔ علاوہ اس کے انطاکیہ کے ہر مصرف سے اُس نے بازی لگائی ہے۔ اور وہ ہر روز نمود کے لئے مشق کرنے



کو آتا ہے۔"

"تو یہی رتھ اور گھوڑے ہیں جو ہم نے دیکھے جن سے وہ دَوڑ کرے گا۔ اَے مُلوک مَیں دِل سے تیرا شُکریہ ادا کرتا ہُوں۔ تُو نے مُجھے بڑی ضروری باتیں بتائیں۔ اَب صرف تُم مُجھے تاڑوں کے باغ میں لے جا کر شیخ الدریم فیاض سے میری مُلاقات ضرور کرا دو۔"

"کب؟" "آج ممکن ہے کہ کل وہ اپنے گھوڑوں کے دینے کا کسی اور سے وعدہ کر دے۔"

"تو تُم اُن کو پسند کرتے ہو؟"

بن حُور نے ایک جوش سے جواب دیا "مَیں نے اُن کو صرف ایک لمحہ کے لئے دیکھا ہے۔ مگر مَیں اطمینان سے کہہ سکتا ہُوں کہ سوا قیصر کے اصطبل کے مَیں نے ایسے گھوڑے کہیں نہیں دیکھے۔ اگر مَیں اُن کو قابو کر سکوں گا تو مَیں"

مُلوک نے ہنس کر جلدی سے کہا "بازی جیت لُوں گا۔"

بن حُور نے جواب دیا "نہیں۔ مَیں وہ کروں گا جو اُس شخص کو شایاں ہے جس نے یعقُوب کی میراث پائی ہے یعنی مَیں ایک مجمع کے رُوبرُو اپنے دُشمن کے گھمنڈ کو ڈھاؤں گا۔ مگر وقت جاتا ہے۔ ہم شیخ کے خیموں کو کس طرح جلدی سے پہنچ سکتے ہیں؟"

مُلوک نے ذرا سوچ کر کہا "بہتر ہوگا کہ ہم بستی کو چلیں۔ اگر کرایہ پر دو تیز سانڈنیاں ہم کو مل جائیں تو ایک گھنٹہ میں ہم پہنچ جائیں گے۔"

"تو آؤ وہاں چلیں۔" بستی میں صرف محلات اور خوش نما باغات تھے۔ کہیں کہیں عالیشان مسافر خانے بنے تھے۔ خوش قسمتی سے دو سانڈنیاں مل گئیں اور یہ تاڑوں کے باغ کی طرف روانہ ہُوئے۔ راہ میں بات چیت کرتے ہُوئے بن حُور

نے کہا: "اے نیک مُلوک آج جو مَیں نے تماشہ گاہ میں شیخ الدریم کو دیکھا تو وُہ مجھے ایک معمولی آدمی معلوم ہُوا۔ یروشلیم کے ربّی تو اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ وُہ تو بادیہ نشین ہے۔ پھر یہ باغ کیونکر اُس کے ہاتھ آیا اور پھر حریص رُومی حاکموں سے یہ کیونکر اب تک بچا رہا؟"

مُلوک نے دِلسوزی سے جواب دیا: "شیخ مذکور پُشتوں کا شیخ ہے۔ اُن میں سے کسی وقت میں ایک نے ایک بادشاہ کی جس کے دُشمن اُس کا تعاقب کر رہے تھے، ایک ہزار سواروں سے جو دشت کے راستوں اور کھوہوں سے بخوبی واقف تھے مدد کی۔ اُنھوں نے کچھ عرصہ تک اُسے پناہ میں رکھا اور تب موقع پا کر اُس کے دُشمن کو قتل کر کے اُسے تخت پر پھر بٹھایا۔ بادشاہ اُس خدمت کو یاد کر کے شیخ کے بیٹے کو یہاں لے آیا اور اُسے حکم دیا کہ یہاں اپنے خیمے کھڑے کرے اور اپنے خاندان اور مال مویشی کو لے آئے، کیونکہ یہ باغ اور جھیل پُشت در پُشت اُس کو دی گئی ہے۔ تب سے یہ ملکیت دشت کی شیخ کی ہے اور کسی نے آج کے دن تک اُس پر دعویٰ نہیں کیا، اور خُدا نے شیخ کو برکت دی ہے کہ اُس کے گھوڑے اور اُونٹ کثرت سے بڑھ گئے، اور اُس کی دولت فراواں ہُوئی۔ آج کل وُہ دشت کا مالک ہے اور جو چاہے سو کر سکتا ہے، اور جس وقت وُہ یہاں آتا ہے تو رُومی حاکم بھی اُسے خوشی سے قبول کرتا اور اُس کی بڑی عزت کرتا ہے۔"

بن حُور نے دریافت کیا: "پھر یہ کیونکر تھا کہ شیخ مذکور اپنے پر لعنت بھیجتا تھا کہ اُس نے ایک رُومی کا اعتبار کیا۔ اگر قیصر یہ کلام سُنتا تو ضرور یہ کہتا کہ مَیں ایسے دوست کو پسند نہیں کرتا۔ اُسے قتل کرو۔"

مُلوک نے مُسکرا کر جواب دیا: "تم نے بڑی باریک بات دریافت کی۔ فی الواقعہ شیخ الدریم رُوم کا خیرخواہ نہیں ہے، اُسے بھی ایک شکایت ہے۔ تین برس



گزرے کہ اہل پارتھیا کا ایک گروہ دمشق کی راہ پر آیا اور ایک کارروان کو جو ایک ضلع کا خراج لے کر آتا تھا لُوٹا اور قافلے کے ہر ایک شخص کو تہ تیغ کیا۔ رُومی حاکم اگر خراج لُوٹا نہ جاتا اور خزانہ میں داخل کر دیا جاتا تو شاید اُس خونریزی کو مُعاف کر دیتے۔ مال گذاروں نے جن سے خراج دوبارہ طلب کیا گیا قیصر کے رُوبرُو شکایت کی۔ قیصر نے یہ خراج ہیرودیس کے ذمہ ڈالا۔ ہیرودیس نے الدریم کے ذمے یہ لگایا کہ تمہاری غفلت سے خراج لُوٹا گیا، اور اُس کا مال ضبط کر لیا۔ شیخ نے قیصر کے رُوبرُو اپیل کی مگر اُس نے کچھ التفات نہ کی۔ اُس دِن سے شیخ مذکور کے دِل پر زخم ہے، اور اُس کی دُشمنی روز افزوں ہے۔"

"اے مُلوک کیا شیخ کچھ نہیں کر سکتا؟"

مُلوک نے کہا: "اُس کی بھی مجھے وجہ بیان کرنی پڑے گی۔ مگر آگے دیکھو۔ شیخ کی مہمان داری تو ابھی سے شروع ہو گئی۔ یہ بچے تم سے بات کرنی چاہتے ہیں۔"

اُنھوں نے سانڈنیاں روک لیں۔ چند دیہاتی لڑکیوں نے درخت کے ٹوٹے ہُوئے تازہ کھجور پیش کئے، جن کو بن حُور نے جھک کر لے لیا۔ نزدیک ہی ایک درخت پر سے ایک شخص نے خوشی کی آواز سے اُن کو سلام کیا اور خیر مقدم کہا۔ یہ آگے بڑھے۔ تب مُلوک نے کہا: "تم کو معلوم ہُوا کہ سوداگر سمونائڈس میرا اعتبار کرتا، بلکہ گاہے گاہ مجھے اپنے مشوروں میں شامل کرتا ہے۔ اِس وجہ سے مَیں اُس کے بہت سے دوستوں اور ملاقاتیوں سے واقف ہو گیا ہُوں، اور اِس واقفیت کے باعث وُہ بلا تکلف میرے رُوبرُو گفتگو کرتے ہیں۔ اِس صُورت سے مَیں شیخ الدریم کا محرم راز ہو گیا ہُوں۔"

اِس موقعہ پر بن حُور کی آنکھوں کے رُوبرُو سوداگر کی بیٹی آستر کی پیاری اور بھولی صُورت گھوم گئی۔ اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جن سے ایک ہمدردی

ٹپکتی تھی اور اُس کی شیریں آواز جب اُس نے اُسے پینے کو پیالہ دیا یاد آگئی۔ یہ تصور اُسے نہایت دِل پسند تھا۔ مگر ملوک نے اپنا کلام قائم رکھا "دو چند ہفتے گذرے کہ ضعیف شیخ سمونا ئڈس کے مکان پر آیا۔ اُس وقت میں بھی اپنے مالک کے ساتھ تھا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے معلوم کیا کہ شیخ مذکور کوئی خاص گفتگو کرنی چاہتا ہے پس میں نے جانے کی اجازت چاہی۔ لیکن شیخ نے مجھے یہ کہہ کر روکا کہ تو بھی اسرائیلی ہے اِس لئے ٹھہر، کیونکہ مجھے ایک عجیب داستان بیان کرنی ہے۔ لفظ اِسرائیلی پر جو اُس نے زور دیا، اس لئے میرے دِل میں داستان سُننے کا شوق پیدا ہُوا۔ میں رُک گیا۔ اُس نے جو داستان بیان کی اُسے میں مختصر بیان کرتا ہُوں، کیونکہ ہم مقامِ مقصُود کے قریب آگئے ہیں اور اس کی تفصیل شیخ خود کریگا۔ بہت برس گذرے کہ تین شخص دشت کے درمیان الدریم کے خیمے میں آئے۔ یہ تینوں غیر مُلک کے تھے۔ ایک ہندوستانی ایک یُونانی اور ایک مصری تھا، اور تینوں بڑی بڑی سپید سانڈنیوں پر سوار تھے۔ اُس نے اُن کو اُتار کر اُن کی مہمانی کی۔ دُوسری صُبح اُٹھ کر ایک دُعا کی جو شیخ کے کانوں میں عجیب معلوم ہُوئی کیونکہ اُنہوں نے خُدا اور اُس کے بیٹے سے دُعا مانگی۔ ناشتے کے بعد مصری نے شیخ سے اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی کیفیت بیان کی، کہ تینوں نے ایک ایک ستارہ دیکھا، اور اُن کو ہدایت ہُوئی کہ یروشلیم کو جاکر دریافت کریں کہ یہُودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے کہاں ہے۔ اُنہوں نے اُس ہدایت پر عمل کیا، اور یروشلیم کو گئے۔ وہاں سے ایک ستارے کی ہدایت سے وہ بیت اللحم کو گئے، جہاں اُنہوں نے ایک غار میں ایک نو پیدا بچہ دیکھا۔ اُس کے رُوبرُو اُنہوں نے سجدہ کیا، اور بیش قیمت نذریں گذرانیں اور تب فرشتے سے ہدایت پا کے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر بلا توقف شیخ کے پاس چلے آئے، کیونکہ اُن کو معلوم ہو گیا تھا کہ اگر ہیرودیس اعظم اُن کو پکڑ پائے گا تو ضرور قتل کروائے گا۔ شیخ نے اپنے معمُول کے موافق ایک مدت تک حفاظت سے اُن کو پوشیدہ رکھا۔ اس کے بعد تینوں بڑے قیمتی تحفے تحائف دے کر علیحدہ علیحدہ اپنے مُلک کو روانہ ہُوئے۔



بن حُور نے کہا" درحقیقت یہ داستان بڑی عجیب ہے۔ تُم نے کیا کہا کہ یروشلیم میں جاکر اُن کو کیا سوال کرنا تھا ؟"

"اُن کو یہ سوال کرنا تھا کہ یہُودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے سو کہاں ہے"؟

"کیا صرف یہی دریافت کرنا تھا ؟"

"کُچھ اور بھی تھا مگر اس وقت مجھے یاد نہیں آتا"

"اور اُنہوں نے اُس بچہ کو پایا ؟" "ہاں پایا اور اُسے سجدہ کیا"

"ملوک یہ تو مُعجزہ ہے" الدریم ایک سنجیدہ آدمی ہے، گو عربوں کی خاصیت کے موافق اُسے غُصّہ جلد آجاتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی جُھوٹ اُس کی زبان سے نکلے"

"کیا الدریم نے اُن تین عجیب اشخاص کی نسبت پھر کُچھ معلوم نہیں کیا ؟"

"ہاں۔ اُس روز جس کا میں نے ذکر کیا وہ اُسی وجہ سے سمونائڈس کے پاس آیا تھا کیونکہ ایک رات پہلے وہی مصری پھر اُس کے پاس آیا"

"کہاں ؟" "یہاں۔ اسی خیمے کے دروازے پر جس کی طرف ہم جاتے ہیں"؟

"جس طرح آج تُم نے اُس کے گھوڑوں کو پہچانا، اُس کی شکل اور وضع سے"

"کوئی اور وجہ نہیں تھی ؛ وہ اُسی بڑی سپید سانڈنی پر سوار تھا، اور اُس نے اپنا وہی نام بلطشر مصری بتلایا"

"یہ خُداوند کا ایک عجُوبہ ہے" یہ کلام بن حُور نے کُچھ جوش سے کہا۔

ملوک نے تعجب سے دریافت کیا۔ "کیوں؟ تم نے اُس کا نام بلطبسر بتایا؟"

"ہاں، بلطبسر مصری۔" آج چشمے پر اُس پیر مرد نے یہی نام مجھے بتلایا۔"

ملوک نے کچھ مضطرب ہو کر کہا۔ "یہ سچ ہے اور اُونٹ بھی وہی تھا اور تم نے اُس پیر مرد کی جان بچائی۔"

"اور وہ عورت؟" "وہ عورت اُس کی بیٹی تھی۔" یہ کہتے ہوئے اُس لڑکی کی صورت یاد آ گئی، مگر فوراً ملوک سے کہا۔ "مجھے پھر بتلایئے کہ کیا تینوں کو یہ سوال کرتا تھا کہ جو یہودیوں کا بادشاہ ہونے والا ہے سو کہاں ہے؟"

"یہ ٹھیک نہیں بلکہ یہ الفاظ تھے کہ جو یہودیوں کا بادشاہ ہونے کو پیدا ہوا ہے۔ شیخ موصوف نے یہ الفاظ اوّل مرتبہ دشت میں سنے اور اُس وقت سے بادشاہ کی آمد کا منتظر ہے۔ اُسے کوئی قائل نہیں کر سکتا کہ وہ نہیں آئے گا۔"

"مگر کیا بادشاہ ہو کر آئے گا؟" "ہاں۔ اور شیخ کا قول ہے کہ رومی سلطنت کو نیست کرے گا۔"

بن حُور کچھ دیر خاموش ہو رہا، اور تب آہستہ سنجیدہ آواز سے کہا۔ "یہ شیخ بھی اُن لاکھوں میں سے ایک ہے جن کو کسی حق تلفی یا ظلم کا بدلہ لینا ہے اور اے ملوک یہ عجیب اعتقاد اُس کی اُمید کی خورش ہے، کیونکہ جب تک رومی سلطنت قائم ہے، تب تک تو صرف ہیرودیس ہی کے موافق بادشاہ ہو سکتے ہیں، لیکن تم کو یاد ہے کہ سمونائڈس نے جب یہ داستان سُنی، تو اُس نے کیا کہا؟"

"اگر الدریم سنجیدہ آدمی ہے، تو سمونائڈس دانا شخص ہے۔ مَیں نے اُسے یہ کہتے سُنا۔ مگر سُنو تو کوئی ہمارے پیچھے آتا ہے؟"



# اِکّیسواں باب

## ملوک کی رپورٹ

پیچھے پھر کے نظر کی تو دیکھا کہ شیخ الدریم گھوڑے پر سوار آتا ہے اور اُس کے گھوڑوں کی خاص چوکڑی ایک رتھ میں جُتی ہے۔ شیخ مذکور کی ڈاڑھی بڑی لمبی تھی اور مسافروں کو دیکھ کر بشاش چہرے سے کہا۔ "تم پر سلامتی ہووے۔ آہ۔ اے دوست ملوک مَیں تم کو خیر مقدم کہتا ہوں۔ یہ مت کہنا کہ تم واپس جاتے ہو بلکہ یہ کہو کہ ابھی آئے ہو اور نیک سمونائڈس سے میرے لئے پیغام لائے ہو۔ اُس کے باپ دادوں کا خُدا اُس کی عُمر دراز کرے۔ اب اُتریئے اور میرے ہمراہ آیئے۔ مَیں روٹی اور لابن یا اگر پسند کریں تو دیسی شراب اور حلوان کا گوشت پیش کروں گا۔ آیئے۔"

یہ اُس کے ہمراہ خیمے کے دروازے پر سانڈنیوں سے اُترے اور شیخ نے ایک مشک سے جو درمیانی ستون سے لٹک رہی تھی، لابن کے تین پیالے بھرے، اور ذوق سے کہا "پیجئے۔ پیجئے۔ خانہ بدوش کی یہی نذر ہے۔" دونوں نے ایک ایک پیالہ لیا اور چونکہ پیاسے تھے بڑے شوق سے پیا۔ جب پی چکے تو شیخ نے درخواست کی کہ خُدا کے نام سے اندر داخل ہوں۔

جب وہ اندر گئے تو ملوک شیخ کو علیحدہ لے گیا اور تھوڑی دیر بات کر کے بن حُور کے پاس آ کر کہا۔ "مَیں نے شیخ سے تمہارا ذکر کیا ہے اور صبح وہ تم کو اپنے گھوڑے دے گا، تاکہ اُن کو آزماؤ۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ جو کچھ مَیں کر سکتا تھا،

سو میں نے کر دیا۔ باقی تمہارے اختیار میں ہے۔ اب مجھے اجازت دو، کہ انطاکیہ کو واپس جاؤں۔ میں نے ایک سے آج رات ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب مجھے جانا ضرور ہے۔ اگر اس عرصے میں کوئی بات نہ ہوئی تو کل ایسا انتظام کرکے آؤنگا کہ جب تک تماشہ ختم نہ ہو تب تک تمہارے ساتھ رہوں۔" پھر برکت دے کر اور برکت پا کر لُوک واپس جانے کو روانہ ہوا۔

شام کے وقت سمونائڈس اپنی کُرسی پہ بیٹھا ہوا جہازوں کو جو دریا کی موجوں سے لڑ رہے تھے دیکھ رہا تھا۔ اور آستر ایک طشت ہاتھ میں لئے کھڑی تھی جس پہ سوداگر کے کھانے کے واسطے معمولی چپاتی، کچھ شہد اور دودھ کا ایک پیالہ تھا جس میں وہ چپاتی کے ٹکڑے دبا کر کھا رہا تھا۔ کھاتے کھاتے اُس نے کہا کہ، "لُوک نے آج بڑی دیر لگائی" آستر نے دریافت کیا اور کہا۔

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آئے گا؟"

"اگر وہ جوان کے پیچھے سمندر یا دشت میں نہیں گیا تو ضرور آئے گا۔"

آستر نے کہا "ممکن ہے کہ وہ خط بھیج دے۔"

"نہیں۔ آستر اگر وہ نہ آسکتا تو دن ہی میں خط بھیج دیتا۔ چونکہ اُس کا کوئی خط نہیں آیا، اس لئے میں جانتا ہوں کہ وہ خود آئے گا۔"

آستر نے آہستہ آواز سے کہا "میں بھی یہی امید کرتی ہوں۔" اُس کی آواز اور لہجے سے ایک تمنا ظاہر ہوئی۔ پس سمونائڈس نے دریافت کیا کہ "کیا آستر تم چاہتی ہو کہ وہ جوان واپس آئے؟"

اُس نے سوداگر کی طرف آنکھ اُٹھا کر جواب دیا "ہاں۔"

"کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ کیوں؟"

اُس نے کچھ ہچکچا کر کہا "کیونکہ۔ کیونکہ وہ جوان"۔ اور یہ کہہ کر رُک گئی۔



"ہمارا مالک ہے۔ کیا یہی کہنا چاہتی تھی؟"

"ہاں۔ تو تمہاری یہ رائے ہے کہ بغیر اس سے یہ کہے کہ میں اُسے نہ جانے دوں اور کہوں اگر آپ کی مرضی ہو تو سب کچھ موجود ہے۔ آستر۔ مال اسباب۔ دولت جہاز۔ غلام۔ اور میری بھاری ساکھ بھی لو۔"

آستر نے کچھ جواب نہ دیا۔ اُس نے کچھ نرمی سے کہا "کیا اُس کے کلام سے تجھ پہ کچھ اثر نہیں ہوتا"؟ "نہیں۔"

"اے آستر میں نے تجربہ سے معلوم کیا ہے، کہ خراب سے خراب حقیقت کی بھی ہم برداشت کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اُن بادلوں میں سے نکلے جن میں سے ہم اُسے دھندلا سا دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی میں خیال کرتا ہوں کہ موت کی بھی کیفیت ہے۔ اسی وجہ سے وہ غلامی جس میں ہم اپنی خوشی سے جائیں گے کچھ عرصے کے بعد شیریں ہو جائے گی۔ مجھے یہ سوچ کر ہنسی آتی ہے کہ ہمارا مالک کیسا خوش نصیب ہے۔ اس بڑی دولت کے واسطے اُسے کچھ بھی محنت نہ کرنی پڑی۔ نہ کوئی فکر اُس کے دامنگیر ہوئی۔ اُس نے ایک قطرہ پسینے کا نہیں بہایا، نہ ایک انگلی ہلائی۔ مگر یہ دولت خود بخود اُس کی جوانی میں اُس سے لپٹی جاتی ہے اور آستر اس خیال پہ مجھے فخر آتا ہے کہ اُس کو وہ جنس مفت میں ہاتھ لگتی ہے جس کو وہ اپنی کُل دولت سے بھی بازار میں خرید نہیں سکتا۔ یعنی تو میری بچی۔ میری لاڈلی۔ میری نورِ چشم۔ ہاں وہ پھول جو میری مرحوم راحیل کی قبر سے پیدا ہوا۔"

یہ کہہ کر اُس نے آستر کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور دوبارہ بوسہ دیا۔ ایک تو اُس کی خاطر اور ایک اُس کی ماں کے نام سے۔

آستر نے کہا "ایسا نہ کہئے۔ ہم کو مناسب ہے کہ اُس کی نسبت بہتر خیال کریں۔ وہ غم سے آگاہ ہے اور ہم کو آزاد کر دے گا۔"

"آہ ۔ تیری تحریک بھی عمدہ ہے اور تُو جانتی ہے کہ مشکل معاملوں میں میں تجھ سے رائے لیا کرتا ہوں ۔ مگر یہ اعضاء جن پر میں کھڑا نہیں ہو سکتا ۔ یہ جسم جو شکنجے میں یُوں کھینچا گیا کہ اُس کی شکل بالکل جاتی رہی ۔ یہی نہیں ہیں ، جو میں نے اُس کے واسطے تیار کئے ہیں نہیں ۔ بلکہ میں ایک ایسی طبیعت لاتا ہُوں جو اذیّت اور رُومی عداوت پر جو اذیّت سے بھی تیز تر ہے غالب آئی ہے میں وُہ فہم اپنے ساتھ لاتا ہُوں جو دولت کو وہاں تک دیکھ سکتا ہے ، جہاں تک سلیمان کے جہاز بھی نہیں گئے اور وُہ طاقت جو اُس کو اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے ۔ اگر میں چاہُوں تو سات روز کے اندر دُنیا میں وُہ دھُوم مچا دُوں کہ قیصر کا دِل بھی لرز جائے ۔ خُدا نے مجھے وُہ اِدراک دیا ہے جس سے میں اَور لوگوں کے وسیلے اپنا مطلب پُورا کر سکتا ہُوں ۔ میرے جہازوں کے ناخُدا دُور دُور کا سفر کر کے میرے لئے ایمانداری سے نفع لاتے ہیں ۔ ایسے ہی مُلوک اُس جوان ۔ ہاں ہمارے مالک کے پیچھے گیا ہے ۔"

وُہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ کسی کے قدموں کی آواز آئی اور اُس نے کہا " اے استر کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ وُہ ضرور آئے گا ۔ وُہ آیا ہے اور اُس سے ہم خبر سُنیں گے اے عزیز بچی ۔ اے میری نرگس جو ابھی پھُولی ہے ۔ خُداوند خُدا جو اپنی اسرائیل کی گمراہ بھیڑ کو نہیں بھُولا ؛ یہ کرے کہ مُلوک اچھی اور تسلّی بخش خبر لایا ہو اب ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ وُہ تجھ کو تیری خوبصورتی دیکھ کر اور مجھ کو میرے فہم کا مشاہدہ کر کے رہا کر دے گا یا نہیں ؟"

مُلوک اندر آیا اور آداب بجا لا کر کہا " اے نیک اُستاد تجھ پر سلامتی ہو اور اے استر جو بیٹیوں میں سب سے افضل ہے ، تجھ پر بھی سلامتی ہو "

"اے مُلوک اُس جوان کی کیا خبر ہے ؟" مُلوک نے دِن بھر کی کیفیت مفصّل طَور پر کہہ سُنائی ۔ باپ اَور بیٹی نے اُسے کسی موقعہ پر نہیں روکا ۔ جب وُہ بیان کر چکا



تو سمونائڈس نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور دریافت کیا کہ " یہ جوان کس قوم کا ہے ؟"

"اے نیک اُستاد وُہ اسرائیل اور یہُوداہ کے فرقے کا ہے ۔"

"کیا تجھے تحقیق ہے ؟" " مجھے کامل یقین ہے ۔"

"مگر اُس نے اپنی زندگی کا حال صرف تھوڑا سا تجھے بتلایا ہے ۔"

"اُس نے کہیں عاقبت اندیشی سیکھی ہے ۔ بلکہ یہ کہُوں کہ اُس نے تعلیم پائی ہے کہ کسی کا اعتبار نہ کرے جس وقت تک کہ ہم چشمے سے دفنی کی بستی کی طرف نہ گئے میں نے بہُت کوشش کی کہ اُس کے گذشتہ حالات معلوم کروں مگر اُس نے ایک نہ بتایا ۔"

"وُہ مقام تو تفریح ہے ۔ وہاں وُہ کیوں گیا تھا ؟"

"صرف سیر کی خاطر جیسا کہ اکثر کرتے ہیں ۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اُس نے وہاں کسی سے دلچسپی نہیں ظاہر کی ۔ مندر کی نسبت صرف اتنا دریافت کیا کہ کیا وُہ یُونانی ہے ۔ اے نیک اُستاد میری رائے تو یہ ہے کہ اُس کے دِل پہ کوئی بھاری بوجھ ہے جسے وُہ پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے ۔ میری عقل کے موافق تو وُہ دفنی میں اِس غرض سے گیا تھا جس غرض سے کہ ہم گورستان میں اپنے مُردے لے جاتے ہیں کہ اپنے دِل کے بوجھ کو وہاں دفن کریں ۔"

سمونائڈس نے کچھ ہلکی آواز سے کہا " وہ اگر یہ ہے تو اچھی بات ہے ۔ مگر اے مُلوک فضول خرچی اِس زمانے میں ایک لعنت ہے ۔ کیا تُو نے اُس جوان میں یہ کمزوری پائی ۔ کیا اُس نے رُومی یا یہُودی سکّے کھن کھنائے ؟"

"اُس نے کسی مُلک کے سکّے نہیں کھن کھنائے ۔"

"مگر اے مُلوک ایسی جگہ میں جہاں احمق بننے کے بہُت موقعے ملتے ہیں ، مثلاً عُمدہ عُمدہ چیزیں کھانے اور پینے کے لئے وہاں تو ضرور اُس نے تمہاری

دعوت کی ہوگی۔ جوان لوگ تو عموماً ایسا ہی کرتے ہیں۔"

"جس وقت تک وہ میرے ہمراہ رہا اُس نے نہ کھایا نہ پیا تھا۔"

"لیکن ملوک اُس کی باتوں یا کاموں سے تو کچھ معلوم کر سکا کہ اُس کی زندگی کا مدعا کیا ہے؟"

"اس کا میں اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔ اوّل تو اُس کا مدّعا یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو اپنی والدہ کے دشمن کو ڈھونڈ نکالے۔ پھر میں نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ رُوم کے خلاف اُس کو کوئی بڑی شکایت ہے۔ اور میس تسلا کا جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا ہے، اس شکایت سے کچھ تعلق ہے اور اس جوان کا یہ مطلب ہے کہ اُس کو کسی طرح ذلیل کرے۔ چشمے پر اُسے اس کا موقعہ ملا تھا مگر اُس نے ٹال دیا کیونکہ عام لوگوں کا ہجوم وہاں کم تھا۔"

سمونانڈس نے کچھ متفکر ہو کر کہا۔ "میس تسلا تو بڑا ذی اختیار ہے۔"

"ہاں لیکن اب اُن کا مقابلہ چوگان میں ہوگا۔"

"پھر کیا۔ ایریس کا بیٹا جیتے گا؟ تم کس طرح جانتے ہو؟"

"اُس کے کلام سے میں یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں۔ صرف اُس کے کلام سے نہیں بلکہ اُس ہی کی طبیعت سے بھی۔"

"مگر اے ملوک اُس کے انتقام کی وُسعت کیا ہے۔ کیا صرف چند رُومیوں سے یا کُل قوم سے اُس کو دشمنی ہے؟"

"کیا اِس انتقام کا خیال صرف جوانی کی ایک ترنگ ہے یا تکلیف کے باعث وہ پختہ ہوا ہے تاکہ پائیدار ہو۔ ملوک تم جانتے ہو کہ اکثر انتقام کا ایک خیال پیدا ہوتا ہے لیکن جس وقت وہ امر اپنی خواہش کے مطابق ہوتا ہے جس کے باعث انتقام کا خیال پیدا ہوا تو وہ وقع ہو جاتا ہے۔ لیکن انتقام کا



ایک جذبہ بھی ہوتا ہے جو دل کا ایک مرض بن جاتا اور دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور دل اور دماغ دونوں میں جڑ پکڑ لیتا ہے۔"

ملوک نے جواب دیا۔ "اے میرے نیک مالک۔ ایک وجہ جس سے میں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ جوان شخص یہودی ہے۔ سو اس کی دشمنی کی سختی یہ ہے کہ یہ تو مجھ پر ثابت ہو گیا کہ اُس کی کم گوئی اس کا نتیجہ ہے کہ اُس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ زرد بدگمانی میں کاٹا ہے۔ مگر ایک مرتبہ اُس کو جوش پیدا ہوا، پہلے جس وقت اُس نے دریافت کیا کہ رُوم کی نسبت الدریم کی کیا رائے ہے، اور پھر اُس وقت جب اُس سے میں نے شیخ اور مجوسیوں کی داستان بیان کی مجوسیوں کا یہ سوال بتایا کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے کہاں ہے؟"

سمونانڈس نے ایک جوش سے دریافت کیا۔ "اے ملوک اُس کے خاص الفاظ مجھ کو بتا، تاکہ میں فیصلہ کر سکوں اس راز نے اُس پر کیا اثر کیا تھا۔"

"اُس کی درخواست یہ تھی کہ ٹھیک ٹھیک الفاظ مجھے بتا۔ کیا الفاظ یہ تھے کہ بادشاہ ہوگا یا یہ کہ بادشاہ ہونے کے لئے پیدا ہوا؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان دونوں جملوں کے نتیجوں میں وہ فرق نکالتا تھا۔ پھر میں نے اُسے بتایا کہ اس راز کی نسبت الدریم کی یہ رائے ہے کہ بادشاہ کے آنے پر رُوم کی سلطنت نیست ہو جائے گی۔ یہ سُن کر اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا، اور سنجیدگی سے کہنے لگا کہ جب تک رُوم قائم ہے، تب تک صرف ہیرودیس جیسے ہی بادشاہ ہو سکتے ہیں۔"

"اِس سے اُس کا مطلب کیا تھا؟"

"کہ یہ حکومت برباد کرنی چاہیئے۔ اس سے پیشتر کہ نئی سلطنت شروع ہو۔"

تھوڑی دیر تک سمونانڈس جہازوں کی طرف تاکتا رہا۔ اور تب یہ حکم

دے کر اُس کو رُخصت کیا کہ "جا کر روٹی کھا اور صبح تاڑوں کے باغ کو واپس جا۔ تم کو ضرور ہے کہ آنے والی دوڑ میں تُم اُس جوان کی مدد کرو۔ علی الصّباح میرے پاس آنا اور بن اِلدیم کے واسطے تُم کو ایک خط لکھ دوں گا۔" اور تب آہستہ سے کہا کہ "ممکن ہے کہ میں بھی دوڑ دیکھنے کو جاؤں۔"

جب مَلُوک سلام کرکے رُخصت ہُوا تو سمونائڈیس نے ایک پیالہ دُودھ پیا۔ آستر کو اشارہ کیا کہ دسترخوان اُٹھا لے۔ حُکم کی تعمیل کرکے وُہ کُرسی کے ہاتھ پر پھر آکر بیٹھی۔ ذرا توقف کرکے اُس نے کہا۔ "خُداوند میرے ساتھ بڑی بھلائی کرتا ہے۔ اُس کے بھید بڑے ہیں۔ مگر بعض اوقات وُہ ہم کو اجازت دیتا ہے کہ اُس کے بھیدوں کی سمجھ حاصل کریں۔ اَے عزیزہ میں اب ضعیف ہُوں اور میری موت کے دن نزدیک ہیں۔ مگر اب آخری وقت میں جبکہ میں مایوس ہُوا جاتا تھا، اُس نے یہ اُمید وعدے کے مطابق پیدا کی اور میں تازہ دم ہو گیا ہُوں۔ میں پیش بینی سے دیکھتا ہُوں کہ ایک واقعہ ایسا ہوگا جو تمام دُنیا کے واسطے ایک نئی پیدائش ہوگی۔ اب اپنی بڑی دولت کی نعمت کی مُجھے ایک وجہ معلوم ہُوئی اور وُہ مُدّعا بھی خیال میں آتا ہے جس کے واسطے یہ تجویز ہُوئی۔ اَے عزیز بچّی۔ فی الواقع مُجھ میں ایک نئی زندگی پیدا ہُوئی ہے۔ بادشاہ تو پیدا ہُوا ہے اور اس وقت معمُولی زندگی کی نصف عُمر تک پُہنچا ہوگا۔ بلتشر کا قول ہے کہ جس وقت اُس نے اُس بچّے کو دیکھا اور نذر گذرانی تو وُہ اپنی ماں کی گود میں تھا۔ اور اِلدیم کو خُوب یاد ہے کہ گذشتہ دسمبر میں ستائیس برس ہُوئے جبکہ بلتشر اور اُس کے ہمراہی اُس کے خیمے میں ہیرودیس سے پناہ لینے آئے۔ اِس لئے اُس کی آمد اب دُور نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آج رات بالکل آجائے۔ اسرائیل کے اَے مُقدّس بزرگو اِس خیال میں کیسی خُوشی ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ مُجھے پُرانی دیواروں کے گرنے



اور عالمگیر تبدیلی کا شور سُنائی دیتا ہے۔ گویا کہ زمین پھٹ کر رُوم کو نگل لے گی، اور ہمارے لوگ شادیانہ بجائیں گے کہ وُہ نیست ہو گئی اور ہم موجود ہیں۔ اَے آستر کبھی تُو نے ایسی کیفیت سُنی ہے؟ مُجھ میں مریم اور داؤد کا سا گانے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ مُجھے تو معمُولی حساب دان کے موافق کام میں لگا رہنا چاہئیے مگر پنے وہم میں مُجھے جھانجوں اور ربابوں کی نغمہ سرائی اور ایک گروہ کی آواز جو ایک نئے تخت کے گرد کھڑی ہے سُنائی دیتی ہے۔ مگر اس خیال کو میں اس وقت ترک کر دُوں گا۔ لیکن اَے عزیزہ جب بادشاہ آئے گا تو اُسے نقدی اور سپاہیوں کی ضرُورت ہوگی۔ چُونکہ وُہ عورت سے پیدا ہُوا ہے، پس وُہ ہمارا سا انسان ہوگا اور ہمارے موافق انسانی طریقے اُسے ضرُور اختیار کرنے ہوں گے۔ نقدی کے واسطے اُسے حساب دان اور محافظوں کی اور سپاہیوں کے واسطے سرداروں کی ضرُورت ہوگی پس تُو دیکھتی ہے کہ میرے اور ہمارے جوان مالک کے واسطے بہت سا کام اور میری بچّی کے لئے شادمانی تیار ہے۔"

آستر خاموش بیٹھی رہی اور کُچھ نہ بولی۔ پس سمونائڈیس نے التفات سے دریافت کیا کہ "اَے آستر کیا سوچ رہی ہے؟"

لڑکی نے بچپن کی ایک سادگی سے جواب دیا "اَے باپ اُسے بُلا۔ آج رات ہی اُسے بُلا لے، اُسے چوگان کی دوڑ میں نہ جانے دے۔"

"دوڑ میں نہ جانے دُوں۔ اَے بچّی کیوں"؟ اُسے باپ اسرائیل کے ایک فرزند کے واسطے وُہ جگہ مناسب نہیں ہے۔"

"اَے آستر یہ تو ربّیوں کی تعلیم ہے! کیا یہی وجہ ہے؟"

یہ سوال ایسا تھا کہ آستر کا دل دھک دھک کرنے لگا اور وُہ ایسی گھبرا سی گئی کہ کُچھ جواب نہ دے سکی۔ پس باپ نے مُحبّت سے اُس کا ہاتھ تھام کر

کہا "یہ جوان سارا مال و متاع لے گا۔ جہاز اور نقدی اُس کی ہو جائے گی۔ ہاں
آستر وہ سب کچھ لے لے گا۔ پھر بھی میں اپنے تئیں کنگال نہیں سمجھتا۔ کیونکہ تو میرے
ساتھ ہوگی اور تیری محبت مرحوم راحیل کی محبت کی مانند ہے۔ یہ بتا کہ کیا وہ
یہ بھی لے لے گا۔" لڑکی جھک گئی اور اپنے رخسارے کو اُس کے سر پر رکھ دیا۔
باپ نے پھر دریافت کیا "اے آستر بول۔ حقیقتِ حال معلوم کر کے میرا دل قوی
ہو جائے گا۔ آگہی پانے سے قوت آجاتی ہے۔"

آستر بیٹھ گئی اور بولی "اے باپ تسلی رکھ۔ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گی۔
گو میں اُس پر عاشق ہوں، مگر آج کل کے موافق ہمیشہ تک تیری لونڈی بنی رہوں گی"
اور جھک کر اُسے بوسہ دیا، پھر یہ کہا "وہ میری نظروں میں بیشک خوبصورت
معلوم ہوتا ہے۔ اُس کی گفتگو نے میرے دل کو موہ لیا اور اس خیال سے وہ خطرے
میں پڑے گا۔ میرا دل لرزتا ہے۔ ہاں اے باپ میں اُسے دیکھ کر شادمان ہوں گی
تاہم وہ محبت جس کا عوض محبت نہ ہو کامل محبت نہیں ہے۔ پس میں صبر کروں گی
یہ یاد کر کے کہ میں تیری اور اپنی والدہ کی بیٹی ہوں۔"

"اے آستر تو میرے واسطے خداوند کی ایک خاص برکت ہے۔ اگر میں
کنگال بھی ہو جاؤں تو بھی تیری وجہ سے مالدار ہوں اور اُس قادر کے مبارک نام
اور ابدی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھے تکلیف پہنچنے نہ دوں گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد اُس کے حکم سے ایک نوکر اندر آیا اور اُس کی کرسی
کو دھکیل کر کمرے میں لے آیا، جہاں وہ ایک عرصے تک بادشاہ کی آمد کا خیال کرتا
رہا، مگر آستر اپنے کمرے میں جا کر معصوموں کی نیند سو گئی۔

---



# بائیسواں باب

## الدریم کے ہاں کھانا

جس وقت ملوک بن حور کو الدریم کے خیمے میں چھوڑ کر روانہ ہوا تو شیخ نے
بن حور سے مخاطب ہو کر کہا "دشت میں یہ مقولہ ہے کہ اچھی بھوک درازیٔ زندگی کا وعدہ
ہے۔ کیا تجھے بھوک لگی ہے؟"

بن حور نے جواب دیا "اے نیک شیخ اس قاعدے سے تو میں سو برس جیونگا۔
میں تیرے دروازے پر بھوکے بھیڑیے کی طرح آیا ہوں۔"

"تو تجھے بھیڑیے کی طرح واپس نہیں کیا جائے گا۔ میں اپنے گلّے کی سب سے
موٹی بھیڑ سے تیری خاطر کروں گا۔" یہ کہہ کر الدریم نے تالی بجائی۔ فوراً ایک ملازم
آ حاضر ہوا۔ اُسے الدریم نے کہا کہ "مہمان خانے میں جا کر اجنبی کی تلاش کر اور یہ
پیغام دے کر کہ مجھ الدریم کی یہ دعا ہے کہ اُس کی سلامتی آبِ رواں کے موافق برابر
قائم رہے۔ میرے ہمراہ روٹی توڑنے کے واسطے ایک اور مہمان ہے اور اگر بلطسر
عاقل پسند کرے تو تینوں مل کر کھانا کھائیں اور پرندوں کا حصہ کم نہیں ہوگا۔" اس
حکم پر نوکر روانہ ہوا اور الدریم گاؤ تکیہ لگا کر آرام سے بیٹھ گیا اور اپنی لمبی داڑھی
میں ہاتھ ڈال کر اُسے سنوارنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سنجیدگی سے بن حور سے
کہا "تو میرا مہمان ہے اور میرا نمک کھانے کو ہے اس لئے میرا یہ سوال پوچھنا بیجا
نہیں ہے کہ تو کون ہے؟"

بن حور نے اطمینان سے کہا کہ "شیخ الدریم میں تیری منت کرتا ہوں یہ خیال نہ کرنا کہ میں تیرے سوال کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا تیری زندگی میں کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ ایسے سوال کا جواب دینے میں تیرے دلِ منصف نے تجھے ملزم ٹھہرایا؟"

الدریم نے جواب دیا: "سلیمان کی شان و شکوہ کی قسم ایسا موقعہ ہوا ہے۔ بعض دفعہ اپنا راز فاش کر دینا گویا اپنی قوم سے دغا کرنا ہے۔"

بن حور نے بآوازِ بلند کہا: "اے نیک شیخ میں تہ دل سے تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ جواب تیری شان اور ادراک کے موزوں ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اس سوال سے تیرا مطلب نہیں ہے کہ تو میری سی ذلیل زندگی کے حالات معلوم کرے بلکہ یہ کہ جو درخواست میں کرنے آیا ہوں تو اس میں مجھ پہ بھروسہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ پس میرا جواب یہ ہے۔ از راہِ عنایت سنیئے۔ اوّل تو میں رومی نہیں ہوں جیسا کہ میرے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوم میں ایک اسرائیلی یہودا کے فرقے کا ہوں۔ سوائے اس کے اے شیخ، روم سے جو مجھے رنجش ہے اس کے مقابلے میں تیرا رنج صرف ایک بچے کے رنج کے برابر ہے۔ علاوہ اس کے اے شیخ الدریم میں اس عہد کی قسم کھاتا ہوں، جو خداوند نے میرے باپ دادوں سے باندھا کہ تو صرف مجھے انتقام کا موقع دے جس کا میں متلاشی ہوں۔ اور جیت کا کل روپیہ اور دوڑ کی تعریف تو لے۔"

الدریم اپنی انگلیوں سے اپنی لمبی داڑھی میں کنگھی سی کرنے لگا اور بشاش چہرے سے اس نے کہا "بس۔ اگر تیری زبان کی جڑ میں جھوٹ ہے تو حضرت سلیمان بھی تجھ سے دھوکا کھا جاتے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تو رومی نہیں ہے۔ اور یہودی ہو کر تجھے روم کے خلاف شکایت ہے جس کا تو بدلہ لینا چاہتا ہے۔ یہ میرے لئے کافی ہے۔ مگر یہ تو بتا کہ تیرا ہنر کیا ہے۔ کیا کبھی تو نے رتھ دوڑائے ہیں؟ اور کیا گھوڑوں کو تو اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے کہ وہ تجھ کو پہچانیں، تیری آواز



پر آئیں اور تیرے کہنے پر چلتے جائیں۔ کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ عین موقعے پر تیرے حکم پر وہ جان دے دیں۔ اے بیٹے یہ نعمت ہر ایک کو نہیں بخشی گئی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی قسم میں ایک بادشاہ سے واقف تھا جو لاکھوں آدمیوں پر حکمران تھا مگر ایک گھوڑے کو قابو نہ کر سکا۔ مگر یاد رہے میں معمولی جانوروں کا ذکر نہیں کرتا ہوں جو آدم زاد کی غلامی کرتے ہیں، جن کی نہ کوئی نسل نہ شکل ہے۔ اور جو مُردوں کی مانند ہیں بلکہ میں اپنے گھوڑوں کا ذکر کرتا ہوں جو اپنی نسل کے بادشاہ ہیں جن کی نسل فرعون اوّل کے گھوڑوں کی ہے۔ جو میرے دوست اور ہمراہی ہیں جو میرے خیموں میں رہتے اور جنہوں نے اپنی حیوانی عقل میں انسانی تمیز کو شامل کیا ہے، اور جو انسان کے موافق حوصلہ، محبت اور نفرت اور حقارت کو سمجھتے ہیں۔ جو جنگ میں سورما اور اعتبار میں مستورات کے موافق وفادار ہیں۔ کوئی ہے؟" اس آواز پر ایک ملازم آگے آیا۔ اور شیخ نے حکم دیا کہ "میرے عربی گھوڑوں کو اندر آنے دو۔" نوکر نے خیمے کا پردہ ایک طرف کو ہٹا دیا، اور کئی گھوڑے نظر آئے جو تھوڑی دیر رکے رہے، گویا کہ اطمینان کر لیں۔ آیا بلائے گئے ہیں یا نہیں۔ الدریم نے ان کو کہا "اندر آؤ۔ تم وہاں کیوں کھڑے ہو؟ کیا جو کچھ میرا ہے، تمہارا نہیں ہے؟ میں کہتا ہوں اندر آؤ۔" اس بلاہٹ پر سب نشست گاہ کے خیمے میں آ گئے۔ شیخ نے کہا "اے اسرائیل کے فرزند۔ تیرا موسیٰ بڑا بہادر آدمی تھا لیکن مجھے ہنسی آتی ہے جب یہ خیال کرتا ہوں کہ اس نے تیرے باپ دادوں کو صرف میرے پاؤں سے چلنے والے بیل اور بے وقوف اور سست گدھے کی اجازت دی اور گھوڑے رکھنے کو منع کیا۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ اگر وہ ان کو دیکھتا تو ایسا حکم دیتا؟" یہ کہہ کر اس نے نزدیک کے گھوڑے کے منہ پہ ہاتھ پھیرا اور بڑے فخر اور محبت سے اسے پچکارا۔

بن حُور نے سرگرمی سے جواب دیا۔ "یہ غلط فہمی ہے۔ اے شیخ یہ غلط فہمی ہے۔ مُوسیٰ ایک سوُرما اور شریعت دینے والا بھی تھا۔ جو خُدا کا عزیز تھا اور جنگ کرنا۔ خیر۔ چاہیئے کہ ہم سب مخلوقات سے محبت رکھیں اور ہم اور سب کے اُن سے بھی محبت رکھیں۔" اُس کا یہ کہنا تھا کہ ایک گھوڑا اُس کے نزدیک آیا جس کا سر چھوٹا اور بڑی بڑی آنکھیں آہُو چشم تھیں۔ اور پیشانی لمبے بالوں سے کچھ چھپی تھی جس کے کان چھوٹے نوکدار تھے جس کے نتھنے چپٹے تھُوتھے تھے اور اوپر کا ہونٹ ہلتا تھا۔ گویا کہ بن حُور سے یہ دریافت کرتا تھا کہ تُو کون ہے؟ اُس نے اُسے فوراً پہچان لیا کہ اُس جوکڑی میں سے ایک ہے جسے اُس نے دوڑتے دیکھا تھا۔ پس اُس نے اپنا ہاتھ پھیلا کر اُس کے سامنے کر دیا۔ الدریم نے ایک فخر سے کہا "کا ذیوں کہتے ہیں کہ ہمارے اعلیٰ نسل کے گھوڑے ایران کی چراگاہ کے ہیں لیکن خُدا نے عرب کے پہلے باشندہ کو ایک بےحد ریت کا ویران میدان دیا جس میں چند ایسے پہاڑ تھے جن پر ایک بھی درخت نہ تھا۔ مگر کہیں کہیں کھارے پانی کے کنوئیں تھے اور اُسے کہا کہ اپنا ملک دیکھ۔ جس وقت اُس بیچارے نے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ کو رحم آیا اور اُسے کہا کہ خُوش و خُرم ہو کہ میں تجھے اوروں سے دو چند برکت دُوں گا۔ عرب یہ سُن کر شکریہ بجا لایا اور ایمان کے ساتھ برکتوں کی تلاش میں نکلا۔ پہلے تو اپنے ملک کی حدوں کا سفر کیا اور ناکام رہا۔ تب وہ دشت میں گیا۔ چلتے چلتے اُسے ایک سرسبز جزیرہ ملا جو نہایت خُوش نما تھا۔ اُس جزیرے کے وسط میں ایک جُھنڈ اُونٹوں کا اور ایک جُھنڈ گھوڑوں کا تھا۔ اُس نے اُن کو لیا اور اُن کی بڑی احتیاط کی۔ کیونکہ یہ خُداوند کی اعلیٰ بخشش تھی۔ اُسی سرسبز جزیرے سے دُنیا کے کُل گھوڑوں کی نسلیں نکلیں۔ اس داستان کو جھوٹ نہ سمجھ۔ میں تجھے اس کا ثبوت دے سکتا ہُوں۔" یہ کہہ کر اُس نے تالی بجائی۔



جو نوکر حاضر ہُوا۔ اُسے حکم دیا کہ "فرقے کی رُوئداد لاؤ۔" جس وقت تک ملازم آیا شیخ گھوڑوں کو پچکارتا اور پیار کرتا اور اپنی اُنگلیوں سے اُن کی پیشانی کے بالوں کو سنوارتا رہا۔ تھوڑی دیر میں چھ نوکروں نے دیودار کے کئی صندوق جن پر پیتل کی کُنڈیاں اور چھپکے لگے تھے خیمے میں لا کر رکھ دیئے۔ الدریم نے کہا کہ "میں نے سب طلب نہیں کئے تھے۔ صرف گھوڑوں کے نسب ناموں کا صندوق چاہیئے۔ اُسے رہنے دو اور باقی لے جاؤ۔" جب شیخ نے صندوق کھولا، تو اُس میں سے ہاتھی دانت کی پتلی پتلی تختیاں جو چاندی کی تاروں میں پروئی ہُوئی تھیں، بہت سی نکالیں۔ ایک ایک تار میں کئی کئی سو تختیاں تھیں۔ ایک تار کے جوڑ کو اُٹھا کر الدریم نے کہا "اے بیٹے میں جانتا ہُوں کہ کس احتیاط اور کوشش سے مُقدّس شہر کی ہیکل کے نقیب نو پیدا بچّہ کے حسب و نسب کو درج کرتے ہیں، تاکہ اسرائیل کا ہر ایک بچّہ شروع سے اپنا نسب نامہ بنا سکے۔ گو وہ بزرگانِ قوم کے قبل کے زمانہ تک کیوں نہ پہنچے۔ میرے بزرگوں نے جن کی یادگار خُداوند تعالےٰ ہمیشہ تازہ رکھے، اس طریقے کی نقل کرنا گناہ نہ سمجھا۔ اور اپنے عزیز جانوروں کے واسطے اُسے کام میں لائے۔ اِن تختیوں کو دیکھ۔" بن حُور نے تختیوں کو لیا اور دیکھا تو اُن پہ قدیم عربی زبان کے حروف تھے جو گرم لوہے کی تیز نوک سے لکھے گئے تھے۔ الدریم نے سوال کیا؛

"کیا تُو ان کو پڑھ سکتا ہے"؟

"نہیں۔ آپ ان کا مطلب مجھ کو سمجھائیں۔" "تو سُن کہ ہر تختی پر اصیل نسل کے بچھیرے کا نام ہے، جو سینکڑوں برس گذرے کہ میرے بزرگوں کے وقت میں پیدا ہُوا تھا، اور اُس کے باپ اور ماں کے نام ہیں۔ ان کو لے اور اُن کی عُمر کا حساب کر۔ تب تُو آسانی سے یقین کر سکے گا"؛

بعض تختیاں اتنی پرانی تھیں کہ بالکل گھس گئیں اور زرد پڑ گئی تھیں۔ کچھ تامل کے بعد الدریم نے کہا "اس صندوق میں میرے گھوڑوں کی پوری پوری تواریخ ہے جو پشتوں سے چلی آتی ہے۔ اے اسرائیل کے فرزند تو اُن کو دیکھ کر میرے قول کو یقین کر سکتا ہے۔ اگر میں دشت کا مالک ہوں تو دیکھ یہ میرے وزیر ہیں۔ اگر کوئی ان کو مجھ سے لے لے، تو میں اُس مریض کی مانند ہو جاؤں گا جس کو اہل قافلہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے سب راستوں میں لوگ میرے نام سے خوف کھاتے ہیں اور جب تک یہ میرے ساتھ ہیں یہ خوف قائم رہے گا۔ جو عجیب کارروائیاں ان کے باپ دادوں نے کیں، میں تجھے بتا سکتا ہوں۔ اگر کوئی موقع ملے گا، تو میں بتاؤں گا۔ فی الحال اتنا کہنا کافی ہے کہ ان کا پیچھا کرنے میں کوئی ان کے برابر نہیں آ سکا۔ اور سلیمان کی تلوار کی قسم تعاقب کرتے ہیں یہ کبھی ناکام نہ ہوتے۔ مگر یہ بیان تو ریگستان کا ہے، جہاں اُن پر زین کسی جاتی ہے۔ لیکن اس دوڑ میں ان پر پہلی مرتبہ جُوا رکھا جائے گا۔ اور جیتنے کے واسطے بہت سی شرائط ہیں۔ ان میں فخر، تیزی اور استقلال ہے۔ اگر کوئی ہانکنے والا مل جائے تو یہ ضرور جیتیں گے۔ اے اسرائیل کے فرزند تو وہ آدمی ہے اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ مبارک دن ہے کہ تو یہاں آیا۔ اب تو اپنی بات کہہ۔"

بن حُور نے جواب دیا "اب مجھے معلوم ہوا کہ کیوں عرب اپنے بچوں سے تھوڑا ہی کم اپنے گھوڑے کو پیار کرتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں، کہ عرب گھوڑے دُنیا میں سب سے اول ہیں۔ لیکن اے نیک شیخ، میں نہیں چاہتا کہ صرف میری باتوں سے تو اپنی رائے قائم کرے۔ کیونکہ تو جانتا ہے، کہ بعض اوقات آدمی اپنے وعدے پورے نہیں کر سکتا۔ کل یہ چاروں گھوڑے مجھے دے اور کسی نزدیک کے میدان میں میرا امتحان کر۔" الدریم کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور وہ کچھ کہنا



چاہتا تھا، مگر بن حُور نے اُسے روکا اور کہا "اے نیک شیخ ایک لمحہ ذرا توقف کر۔ روم کے اُستادوں سے میں نے بہت سے سبق سیکھے مگر مجھے ذرا بھی خیال نہ تھا کہ ایسے موقعہ پر وہ میرے کام آئیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ گو تیرے یہ دشتی فرزند عقاب کی مانند تیز اور شیر ببر کی مانند مضبوط ہوں، لیکن اگر چاروں ملا کر جوتے میں نہ سدھائے جائیں تو ہرگز نہ جیتیں گے، کیونکہ اے شیخ تو جانتا ہے کہ ہر ایک جوڑی میں ایک سب سے تیز اور ایک سب سے آہستہ رو ہوتا ہے اور گو دُور کی دوڑوں میں ہمیشہ سُست رو ہی جیتتا ہے، مگر تیز رفتار ہمیشہ دق کرتا ہے۔ یہی کیفیت آج ہوئی۔ ہانکنے والا سب کی رفتار کو ہموار نہ کر سکا۔ ممکن ہے کہ میں بھی امتحان میں ناکام رہوں، مگر قسم کھا کر کہتا ہوں، کہ اگر ایسا معاملہ میرے ساتھ ہوا، تو میں تجھ سے صاف کہہ دوں گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر میں چاروں کو ایک رفتار سے اپنی مرضی کے موافق گویا ایک کی مانند دوڑا سکوں گا تو بازی اور تاج تیرا اور انتقام میرا ہو گا۔ اب تو کیا کہتا ہے؟"

الدریم انگلیوں سے اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کرتا سنتا رہا۔ آخر کو ہنس کر کہا "اے اسرائیل کے فرزند اب میرا خیال تیری نسبت عُمدہ ہے۔ دشت میں ایک قول ہے، کہ اگر تم باتوں سے کھانا بناؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مکھن کا ایک سمندر تم کو ملے گا۔ کل صبح میں تجھ کو گھوڑے دوں گا۔" اس موقعہ پر خیمے کے دروازے پر کچھ آہٹ ہوئی۔ شیخ نے کہا کہ "کھانا موجود ہے اور میرا دوست بلطسر بھی آیا ہے جس سے تیری ملاقات ضرور ہونی چاہیے۔ وہ ایک داستان جانتا ہے جس کے سننے سے اسرائیل کو ہرگز تھکنا نہ چاہیے۔" اور تب ملازموں کو حکم دیا کہ صندوق لے جاؤ اور میرے جواہروں کو اُن کے کمروں میں کر دو اور آدمیوں نے فوراً اس کی تعمیل کی۔ اتنے میں بزرگ بلطسر اندر آیا جس کا استقبال شیخ اور بن حُور

نے کھڑے ہو کر کیا۔ وہ ایک لمبا سیاہ جامہ پہنے اور داہنے ہاتھ میں ایک لمبی لاٹھی اور بائیں ہاتھ سے ایک ملازم کے کاندھے پر سہارا کیے ضعیفی کے باعث آہستہ آہستہ چلتا تھا۔ الدریم نے تعظیماً کہا "اے دوست تجھ پر سلامتی ہو میں تجھے سلامتی اور خیر مقدم کہتا ہوں"

مصری نے اپنا سر اٹھا کر کہا "اور تجھ پر بھی اے شیخ اور تیرے ہمراہیوں پر ایک واحد خدا کی جو سچا اور شفیق ہے سلامتی اور برکت ہو" بعد میں شیخ نے اپنا ہاتھ بن حور کے بازو پر رکھ کر کہا "اے بلطسر یہ وہ ہے جو تمہارے ہمراہ آج روٹی کھائیگا"

مصری نے اس جوان کو غور سے دیکھا اور کچھ متعجب سا ہوا۔ یہ دیکھ کر شیخ نے یہ بھی کہا "میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ کل اسے اپنے گھوڑے آزمائش کے لئے دوں گا اور اگر سب انتظام درست ہوا تو یہ چوگان میں ان کو دوڑائے گا"

پھر بھی بلطسر اسے غور سے دیکھتا رہا۔ الدریم نے کچھ حیران ہو کر کہا "یہ بہت عمدہ سفارش لایا ہے۔ یہ ایک شریف رومی جہاز ران کا بیٹا ہے" تب ہنس کر کہا "مگر یہ اپنے تئیں ایک اسرائیلی یہودا کے فرقے کا بتاتا ہے اور واللہ میں اس کی بات کا یقین کرتا ہوں"

بلطسر نے جلدی سے کہا "اے نہایت فیاض شیخ آج میری جان خطرے میں تھی اور اگر ایک جوان شخص جو ہو بہو اسی شکل کا تھا، اس وقت جب اور سب بھاگ گئے درمیان میں آ کے مجھے نہ بچاتا تو میں ضرور مارا جاتا" اور تب بن حور کی طرف مخاطب ہو کر فوراً دریافت کیا کہ "کیا تو وہ نہیں ہے؟" بن حور نے انکساری سے تعظیماً جواب دیا "میں اتنا جواب دے سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں جس نے گستاخ رومی کے گھوڑوں کو روکا جس وقت کہ وہ چشمہ کے نزدیک تیرے اونٹ پر دوڑے آتے تھے۔ اس وقت تیری بیٹی نے ایک پیالہ مجھے انعام دیا" اور



تب اپنی چھاتی کے پاس سے پیالہ کو نکال کر بلطسر کو دیا۔ ضعیف مصری کا چہرہ منور ہو گیا اور اس نے بن حور کی طرف ہاتھ بڑھا کر تھرتھراتی ہوئی آواز سے کہا۔ "آج خدا نے تجھے چشمے کے پاس میرے لئے بھیجا اور اب اس نے تجھے یہاں بھیجا۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تو بھی اس کی حمد کر کیونکہ اس کی مجھ پر اتنی مہربانی ہے کہ میں تجھے بڑا اجر دے سکتا ہوں اور میں دوں گا بھی۔ یہ پیالہ تیرا ہے اسے اپنے پاس رکھ"

بن حور نے پیالہ لے لیا اور بلطسر نے الدریم کے چہرے سے یہ معلوم کر کے کہ چشمہ پر کے واقعہ کی مفصل کیفیت دریافت کرنا چاہتا ہے سب کچھ بیان کر دیا۔ شیخ نے بن حور سے کہا "تو نے اس کا مجھ سے ذرا بھی ذکر نہیں کیا اس سے بڑھ کر اور کیا سفارش تو لا سکتا تھا۔ کیا میں عرب اور اپنے فرقے کے لاکھوں کا شیخ نہیں ہوں اور کیا یہ میرا مہمان نہیں ہے اور کیا یہ مہمان نوازی کا اصول نہیں ہے کہ جو نیکی یا بدی تو اس کے ساتھ کرے سو تو میرے ساتھ کرتا ہے۔ سوا اس جگہ کے تجھے اجر کے واسطے کہاں جانا چاہیئے اور سوا میرے ہاتھ کے کس کو یہ اجر دینا چاہیئے"

"اے شیخ مجھے معاف کر۔ میں چھوٹے یا بڑے اجر کے واسطے یہاں نہیں آیا۔ تا کہ تجھے یہ خیال نہ ہو میں کہتا ہوں کہ جو امداد میں نے اس بزرگ شخص کو دی وہ تیرے ادنیٰ سے ملازم کو بھی دیتا"

"مگر یہ تو میرا دوست، میرا مہمان ہے۔ میرا نوکر نہیں ہے" اور تب بلطسر کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اللہ جل شانہٗ کی قسم میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ یہ رومی نہیں ہے" یہ کہہ کر ملازموں کی طرف جو کھانا دسترخوان پر چن رہے تھے متوجہ ہوا۔ ناظرین میں سے جن کو بلطسر کی وہ تواریخ جو اس نے ہمراہیوں سے دشت میں

بیان کی یاد ہوگی۔ وہ سمجھ جائیں گے کہ بن حُور کے اس بے طرح جواب نے اُس لائق
شخص پر کیا اثر کیا ہوگا۔ اُن کو یاد ہوگا کہ انسان کی محبت میں وہ کچھ فرق نہیں کرتا تھا
کیونکہ وہ مخلصی جس کا اُس سے وعدہ ہُوا اور جس کا وہ منتظر تھا عالمگیر تھی۔ بس بن
حُور کا جواب اُس کی رائے کے موافق تھا اور اُس نے بن حُور کی طرف ایک قدم
بڑھا کر اُس سے ایک بچے کی مانند دریافت کیا "شیخ نے تیرا کیا نام بتایا تھا؟
مجھے خیال آتا ہے کہ رُومی نام تھا؟"

"ایریئس بن ایریئس، پر تُو رُومی تو نہیں ہے۔" "میرے خاندان کے
سب لوگ یہودی تھے۔"

"تُو کہتا ہے کہ تھے۔ کیا اب وہ زندہ نہیں ہیں"؟ اتنے میں شیخ نے
کھانے کے واسطے بُلایا۔ بن حُور بلطسر کا ہاتھ تھام کر اُسے دسترخوان کے
پاس لے گیا جہاں تینوں مشرقی طریقے کے موافق بیٹھ گئے۔ چلپچی آگے رکھی گئی اور
ہر ایک نے ہاتھ دھو کر دستمال سے پونچھے۔ تب شیخ نے ملازموں کو خاموش
ہونے کا حکم دیا اور مصری نے پاک طبیعت سے تھرتھراتی آواز میں برکت مانگی۔
"اے خدا سب کے باپ یہ نعمتیں تُو نے بخشی ہیں۔ ہمارا شکر یہ قبول کر اور ہم کو
برکت دے تاکہ ہم تیری مرضی بجا لاتے ہیں قائم رہیں۔" یہ وہی برکت تھی جو
مصری نے اپنے بھائی گیسپر یونانی اور ملکیار ہندوستانی کے ہمراہ کہی تھی۔ تب
وہ کھانے لگے اور چونکہ بھوکے تھے خاموش کھاتے رہے۔ کھانے کے بعد
میوہ جات اور شیرینی سامنے رکھی گئی اور چونکہ عنقریب آسودہ ہو چکے تھے یہ کبھی
کبھی میوہ یا شیرینی کھاتے اور گفتگو کرتے تھے۔

---



# تیئسواں باب

## بلطسر کی تعلیم

چونکہ شام ہوگئی تھی اور خیمے کے اندر اندھیرا ہوتا جاتا تھا، ملازم چار
فانوس لے آئے جن سے خیمے میں بخوبی روشنی ہوگئی۔ مصری نے اپنی داستان
سنائی کہ کس طرح دشت میں تین مختلف ملکوں کے تین آدمیوں کی ملاقات ہوئی تھی،
اور کیونکر اُنھوں نے یروشلیم میں پہنچ کر نوزائیدہ بچے کی خبر پا کے بیت لحم کی سرائے
کے غار میں اُس بچے کو پایا اور سجدہ کر کے نذریں گذرانیں اور کیونکر ستائیس
برس گذر گئے کہ ماہ دسمبر میں یہ بھاگ کر دشت میں الدریم کے پاس آئے اور
پناہ کی التجا کی۔ اس داستان کو بن حُور نے بڑے غور سے بخوبی متوجہ ہو کر سُنا
جس نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ یہ بڑی دیر تک متفکر بیٹھا رہا کیونکہ اُس کے
دل میں خیال پیدا ہوئے اور اُس نے بڑی تعظیم سے بلطسر سے دریافت کیا کہ
"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ بچہ اب کہاں ہے؟
"اور اُس کی رسالت کیا ہے؟"

بلطسر نے سادگی مگر سرگرمی سے جواب دیا "کاش کہ میں تجھے جواب
دے سکتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو میں فوراً اُس کے پاس جاتا۔
سمندر اور پہاڑ بھی مجھے نہ روک سکتے۔"

بن حُور نے سوال کیا کہ "تُو نے اُس کے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔"

مصری نے مسکرا کر جواب دیا۔ "دشت میں اس مہربان رہبان (الدریم کی طرف اشارہ کیا) کی پناہ چھوڑ کر اول کام میرا یہی تھا کہ معلوم کروں کہ اس بچے کی کیا کیفیت ہوئی۔ حالانکہ ایک سال گذر گیا تھا، مگر میں خود یہودیہ میں نہ جا سکا۔ کیونکہ ہیرودیس عظیم خون کا پیاسا اب تک یہودیہ میں سلطنت کرتا تھا۔ مصر میں میرے واپس آنے پر چند رفیق ایسے ملے جنہوں نے ان عجیب باتوں کو جو میں نے سنی اور دیکھی تھیں یقین کیا۔ اکثر اس خبر پر شاد ہوئے کہ ایک نجات دہندہ پیدا ہوا۔ بہت سے تھے جو اس داستان کے سننے سے کبھی نہ اکتاتے تھے۔ ان میں سے چند میری درخواست سے بچے کی تلاش میں آئے۔ اول وہ بیت اللحم کو گئے اور سرائے اور غار کو دیکھا۔ مگر اس کاروباری کا جو بچے کی پیدائش کی رات کو اور اس رات کو جب ہم ستارے کی ہدایت سے وہاں آئے دروازے پر تھا، ان کو کچھ پتہ نہ ملا۔ بادشاہ نے اسے ہٹا دیا تھا اور پھر کسی نے اسے نہیں دیکھا۔"

بن حور نے شوق سے دریافت کیا، "مگر انہوں نے کوئی نہ کوئی تحقیق ثبوت تو پائے ہوں گے؟"

"ہاں ایسے ثبوت پائے جو خون میں لکھے گئے تھے۔ بستی نوحہ کرتی اور مائیں اپنے بچوں کے واسطے بلکتی تھیں۔ تم کو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جس وقت ہیرودیس نے سنا کہ ہم چپکے سے بھاگ گئے تو اس نے بیت لحم کے کل چھوٹے بچوں کو قتل کروا ڈالا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ ایسا کہ میرے قاصدوں کو یقین ہو گیا کہ اور معصوموں کے ساتھ یہ بچہ بھی مارا گیا اور یہی خبر وہ میرے پاس لائے۔"

بن حور نے حواس باختہ ہو کر بآواز مکیند کہا "مارا گیا۔ کیا آپ کہتے ہیں کہ وہ مارا گیا؟"

"نہیں۔ اے بیٹے میں نے یہ نہیں کہا، بلکہ میں نے یہ کہا کہ میرے قاصدوں



نے یہ کہا کہ بچہ مارا گیا۔ مگر میں نے اس خبر پر یقین نہیں کیا، اور نہ اب یقین کرتا ہوں۔"

"تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی خاص خبر ملی ہوگی؟"

بلطشر نے نگاہ نیچے کر کے کہا "یہ نہیں۔ یہ بات یوں نہیں ہے۔ جو روح ہماری ہدایت کرتی تھی، وہ تو صرف اس وقت تک کے لئے تھی کہ ہم بچے تک پہنچ جائیں۔ مگر جس وقت ہم سجدہ کر کے اور نذریں گذران کر غار سے باہر آئے اور ستارے کو دیکھنے لگے تو وہ غائب ہو گیا تھا اور ہم کو یقین ہو گیا کہ اب ہمارے واسطے کوئی خاص رہنمائی نہیں رہی۔ روح کی آخری ہدایت ہمارے لئے وہ تھی جو ہم کو الدریم کے پاس پناہ کے واسطے سے آئی۔"

شیخ نے اپنی لمبی داڑھی کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے ہلکی آواز سے کہا۔ "مجھے یاد ہے کہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ روح نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

بلطشر نے یہ دیکھ کر کہ بن حور کچھ افسردہ خاطر سا ہو گیا ہے یوں کہا "مجھے کوئی خاص خبر یا ہدایت نہیں ملی۔ مگر اے بیٹے میں نے اس امر پر بخوبی غور کیا ہے۔ میں برسوں تک اس بات پر سوچ و فکر کرتا رہا ہوں، اور میرا ایمان اس وقت ایسا ہی مضبوط ہے جیسا اس وقت تھا جبکہ جھیل کے کنارے روح نے مجھے ہدایت کی تھی۔ اور اگر تم کان لگا کر سنو گے تو میں بتاؤں گا کہ میں کس وجہ سے یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ بچہ مارا نہیں گیا بلکہ اب تک جیتا ہے۔"

الدریم اور بن حور متوجہ ہو گئے اور بہت سے ملازم بھی آ کر خاموش کھڑے ہو گئے تاکہ مصری بزرگ کی بات سنیں۔ بلطشر نے سر جھکا کر کہا "ہم یقیناً خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے۔ اس کا کلام خدا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ پہاڑ گل کر خاک ہو جائیں، اور جنوبی ہوائیں سمندر کو خشک کر دیں۔ مگر اس کا کلام قائم رہے گا۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ اس کی آواز نے جو جھیل کے کنارے میں نے سنی

مجھ سے یُوں کہا کہ اے مفتریم کے بیٹے تو مُبارک ہے کیونکہ خلاصی آپہنچی ہے۔ دو اور آدمیوں کی ہمراہ جو دُنیا کے دُور حصّوں سے آئیں گے، تُو نجات دہندہ کو دیکھیگا۔ مَیں نے نجات دہندے کو دیکھا۔ اُس کا نام مُبارک ہو۔ مگر مخلصی جو وعدے کا دُوسرا حصّہ ہے سو ابھی آنے والی ہے۔ اب تو سمجھا۔ اگر بچّہ مرگیا تو مخلصی پانے کا وسیلہ پھر کہاں اور کلام کچھ نہیں۔ اور خدا میں کُفر نہیں کہہ سکتا۔" یہ کہہ کر بزرگ مصری نے ہیبت سے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔

پھر ذرا تامّل کے بعد کہا "مخلصی ہی کے کام کے واسطے بچّہ پیدا ہُوا تھا اور جب تک وعدہ قائم ہے موت بھی بچّے کو اُس کام سے اور اُسکی تکمیل نہ ہونے جُدا نہیں کرسکتی۔ میرے اعتقاد کی ایک وجہ یہ ہے مگر اور سُنو۔" یہ کہہ کر نیک شخص خوش ہوگیا، اور الدریم نے تعظیماً درخواست کی کہ کیا تو دہرائیگا۔ دیکھ تیرے پاس رکھی ہُوئی ہے۔" بلطسر نے کٹورا اُٹھا کر پیا اور تازہ دم ہوکر اپنا کلام یُوں قائم رکھا "مَیں نے دیکھا کہ نجات دہندہ عورت سے پیدا ہُوا، اور ماہیت میں ہماری مانند ہے اور دُکھ درد بلکہ موت کا بھی مطیع ہے۔ یہ پہلی بات ہے۔ پھر اُس خدمت پر جو اُس کے لئے مقرّر ہے غور کرو۔ کیا اُس خدمت کو سوا جوان مرد کے کوئی اور بجالا سکتا ہے۔ جوان مرد جو عقلمند مستقل مزاج اور صاحبِ امتیاز ہو نہ کہ بچّہ ہو۔ پس جوان مرد کے لئے ضرور ہے کہ جیسے ہم بڑھتے ہیں وُہ بھی بڑھے۔ سوچو تو کہ بچپن اور سنِ بلوغت کے اثنا میں اُس کی زندگی کس کس خطرے میں پڑی ہوگی۔ حاکم ظالم اُس کے دشمن تھے۔ ہیرودیس اُس کا دشمن تھا۔ پھر کیا رُومی حکومت اُس کی خیر خواہ ہوتی؟ رہا بنی اسرائیل کا معاملہ سو اُس کے قتل کرنے کے انتظام کا یہی مقصد تھا کہ یہودی اُسے قبول نہ کریں۔ اب تُم سمجھے۔ پھر بتاؤ کہ اس بچّے کی جان کو لڑکپن میں محفوظ



رکھنے کے واسطے اِس سے بڑھ کر اور کیا وسیلہ ہوسکتا تھا کہ وُہ اس زمانے میں گمنام رہے پس میرا کامل ایمان ہے کہ بچّہ مرا نہیں بلکہ گُم ہوگیا ہے اور چونکہ اُس کا کام ختم نہیں ہُوا، وُہ پھر ظاہر ہوگا۔ میرے اعتقاد کی یہی وجوہات ہیں، اور کیا یہ عُمدہ وجوہات نہیں ہیں؟"

الدریم کی چھوٹی آنکھیں چمکنے لگیں جن سے ثابت تھا کہ وُہ بخوبی سمجھتا تھا اور بن حُور کا تردّد اول دُور ہوگیا اور اُس نے تہِ دل سے کہا "مکرم اکرم مَیں تو آپ کے کلام کو رد نہیں کرسکتا۔ مگر التماس تو یہ ہے کہ اور کیا واقع ہُوا؟"

بہیر مرد نے ایک سنجیدگی سے دریافت کیا "اے بیٹے کیا یہ بس نہیں ہے۔ یہ سمجھ کر کہ وجوہات عمدہ اور صاف ہیں اور خُدا کی مرضی یہ ہے کہ بچّہ تلے میرا ایمان قائم ہُوا کہ صبر کروں اور منتظر رہُوں۔ وُہ جیتا ہے اور اپنے راز کو بڑی احتیاط سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ حالانکہ مَیں اُس کے پاس نہیں جا سکتا اور نہ بتا سکتا کہ وُہ کس پہاڑ یا وادی میں پوشیدہ ہے۔ لیکن یہ کامل یقین ہے کہ وُہ جیتا ہے۔ خواہ درخت کی کونپل یا اُس پھل کی مانند جو پکنا شروع ہُوا ہو۔ غرضیکہ خُدا وند کے وعدے مستقیم اور اُس کی وجوہات تحقیق ہیں۔ لہٰذا مَیں جانتا ہُوں کہ وُہ بچّہ زندہ ہے۔"

بن حُور ہیبت زدہ سا ہوگیا۔ مگر اُس کے شُبہے سب دُور ہوگئے اور اُس نے کچھ جھجکا کر دلی آواز سے دریافت کیا۔

"آپ کی رائے میں وُہ کہاں ہے؟"

بلطسر نے اُس پر شفقت سے نگاہ کی اور کہا "چند ہفتے گذرے کہ مَیں اپنے مکان میں جو دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہے، ایک روز بیٹھا غور کر

رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چاہیے کہ تیس برس کے آدمی کی زندگی کے کھیت میں ہل چلایا ہُوا اور بویا گیا ہو۔ کیونکہ اس کے بعد تو موسم گرما ہے۔ جب اتنی مہلت دے گی کہ اس کی کاشت پختہ ہو تو میں نے اپنے دل میں یہ بھی سوچا کہ اب اُس بچے کی عمر ۳۰ سال کی ہُوئی اور اُس کے بڑنے کا وقت نزدیک ہے اور اس خیال کے جواب میں میں یہاں آیا ہُوں، تاکہ اُس ملک کے نزدیک ہوں جو تیرے باپ دادوں کو خُدا سے ملا تھا۔ کیونکہ میرا یہ سوال ہے کہ اگر وُہ بچہ ملک یہوُدیہ میں ظاہر نہ ہوگا تو پھر کہاں ہوگا؟ اگر شہر یروشلیم میں اپنا کام شروع نہ کرے گا تو کہاں کرے گا؟ اُن برکتوں کو جو وُہ اپنے ہمراہ لائے گا ابرہام اضحاق اور یعقوب کی اولاد کے سوا جو محبت سے خُداوند کی قوم کہلاتی ہے کون حاصل کرنے کے قابل ہے۔ اگر مجھے حُکم ملے کہ جا کر اُس کی تلاش کر۔ تو میں تو اُسے یہوُدیہ اور گلیل کے اُن پہاڑوں اور وادیوں میں تلاش کروں گا جو دریائے یردن کے مشرقی کنارے پر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت وُہ، اُس جگہ موجود ہے۔ یہ کہہ کر بلطسر خاموش ہو گیا اور اپنی اُنگلی سے یہوُدیہ کی طرف اشارہ کرتا رہا۔ کُل سامعین اُس کے جوش سے مُتاثر ہو کر ایسے متحیّر تھے گویا کہ کسی عظیم الشان ہستی کی حضوری اُس خیمے میں نظر آتی ہو۔

آخر کار میں حُور نے کہا: ”اے نیک بلطسر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھ پر عجیب طور پر بڑی رحمت ہُوئی ہے۔ یہ بھی مجھے یقین ہے کہ فی الواقع تو بڑا دانشمند ہے۔ جو باتیں تو نے مجھ سے کہی ہیں میں اُن کے واسطے اپنے شکریے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ نے مجھے اُن اہم واقعات پر جو وقوع میں آنے والے ہیں مطلع کر دیا، اور تیرے ایمان کا دل پر بھی اثر ہُوا ہے۔ از راہِ عنایت اُس کی رسالت کا جس کا تو منتظر ہے کچھ اور تذکرہ کر، کیونکہ آج کی رات سے میں بھی اُس کا ایسا



انتظار کروں گا جیسا کہ ایک مُعتقد بنی یہوداہ کو شایاں ہے۔ تو نے کہا ہے کہ وُہ نجات دہندہ ہو گا۔ مگر کیا وُہ یہودیوں کا بادشاہ بھی نہ ہو گا؟“

بلطسر نے اپنی معمولی شفقت سے کہا ”اے بیٹے یہ رسالت ابھی خُدا کا ایک بھید ہے۔ جو کچھ میرا خیال ہے سو صرف اُس آواز کے الفاظ سے میں نے نتیجہ نکالا ہے جو میری دُعا کے جواب میں سُنائی دئے تھے۔ کیا ہم اس کا پھر ذکر کریں؟“

”آپ ہادی ہیں“ بلطسر نے پھر سنجیدگی سے کہا ”میری بے چینی کا باعث جس سے میں اسکندریہ اور دریائے نیل کی بستیوں میں مُتشاد ہو گیا، اور جس نے آخر کار مجھے تنہائی میں جہاں رُوح نے مجھے پایا ہلاک کر دیا یہ تھی کہ انسان گمراہ ہو گیا ہے اور میرے اعتقاد کے موافق اُس کا سبب یہ تھا کہ انسان سے خُدا کی پہچان جاتی رہی تھی۔ میں نے اپنے ہم جنس کے واسطے کسی خاص قوم کے نہیں بلکہ کُل آدم زاد کے واسطے غم کیا۔ وُہ ایسے گمراہ ہو گئے تھے کہ مجھے معلوم ہُوا کہ اُن کے واسطے کسی نوع سے مخلصی نہیں ہو سکتی، بجز اس کے کہ خُداوند خود یہ خدمت اپنے ذمے لے۔ پس میں نے دُعا کی کہ خُدا خود آئے تاکہ میں بھی اُسے دیکھوں“۔ اس کے جواب میں یہ آواز آئی تھی ”تیرے نیک اعمال غالب آئے۔ مخلصی آتی ہے اور تو نجات دہندہ کو دیکھے گا۔“ اس جواب پر میں خوش ہوتا ہُوا بیت لحم کو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مخلصی کس کے واسطے ہے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ تمام دُنیا کے لئے۔ مگر کس طرح یہ مخلصی ہو گی؟ لوگ کہتے ہیں کہ تاوقتیکہ دم پامال نہ ہو گا شادمانی حاصل نہ ہو گی یعنی میرے خیال کے موافق دُنیا کی بدی اس وجہ سے نہیں ہے کہ انسان میں سے خُدا کی پہچان جاتی رہی، بلکہ اس کا سبب حاکمان دُنیا کی بد انتظامی اور بُری حکومت ہے۔ اس کے کہنے کی مجھے ضرورت نہیں کہ

انسانی حکومتیں مذہب کی محافظ نہیں ہیں۔ کتنے بادشاہوں کا تُو نے ذکر سُنا ہے جو اپنی رعایا سے بدتر تھے۔ ایک بھی نہیں۔ پس شخصی نکلی شہادت کے متعلق نہیں ہے کہ خدا کون اور بادشاہوں کو تباہ کرے اور اُن کے محلات کو خالی کر دے تاکہ اور آ کر اُن میں آباد ہوں۔ اگر یہی معاملہ ہوتا تو خدا کی حکمت افضل و فائق نہ ہوتی۔ پس یقیں تُو سے کہتا ہوں کہ گو میرا قول ایسا ہو جیسا اندھا اندھے کو راہ بتاتا ہو، کہ جو آنے والا ہے وہ رُوحوں کا نجات دہندہ ہوگا اور شخص کے یہی معنی ہیں کہ خدا دُنیا میں آئے اور راستبازی فراواں ہو۔ تاکہ خدا کا دُنیا میں رہنا ممکن ہو سکے۔"

اس بیان سے بن حور کے چہرے پر مایوسی نمایاں ہوئی۔ اُس نے اپنا سر جھکا لیا۔ گو وہ قائل نہیں ہوا تھا مگر مصری سے بحث کرنے کے قابل بھی نہ تھا۔ لیکن اندریم سے خاموش نہ رہا گیا۔ اس نے ایک جوش سے کہا۔

"سبحان اللہ۔ تیری رائے تو دُنیا کی کل رسموں کو نیست کرتی ہے۔ دُنیا کے طریقے تو مقرر ہیں اور تبدیل نہیں ہو سکتے۔ ضرور ہے کہ ہر ایک قوم میں ایک صاحب اختیار ہو ورنہ اصلاح ہونی ناممکن ہے۔"

بلطشر اس جوش کے اظہار پر بھی خاموش رہا اور سنجیدگی سے اُس نے کہا "اے نیک شیخ تیری حکمت دُنیاوی ہے اور تُو یہ فراموش کرتا ہے کہ ہم کو دُنیا کے طریقوں سے خلاصی پانی ہے۔ بادشاہوں کی عالی حوصلگی یہ ہے کہ انسان اُن کے مطیع ہوں۔ مگر خداوند کی تمنا یہ ہے کہ انسان کی ارواح نجات پائیں۔"

اندریم خاموش تو ہو گیا۔ مگر اُس نے اپنا سر ہلایا گویا کہ قائل نہیں ہوا لیکن بن حور نے بحث یوں قائم رکھی "اے باپ (میری گستاخی معاف ہو) مجھے کیا ہدایت ہوئی تھی کہ یروشلیم کے پھاٹکوں پر کیا سوال کرے۔"

اندریم نے اُس پر شکر گذاری سے نگاہ کی۔ اور بلطشر نے آہستہ سے



جواب دیا "مجھے یہ حکم ملا تھا کہ لوگوں سے یہ دریافت کروں کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا سو کہاں ہے؟"

"اور آپ نے اُسے بیت لحم کے غار میں دیکھا؟"

"ہم نے اُسے دیکھا اور سجدہ کیا اور قیمتی نذریں گذرانیں۔ ملکیار نے سونا، گیسپر نے لوبان اور میں نے مُر نذر کیا۔"

بن حور نے کہا "جب تُو واقعات کا ذکر کرتا ہے تو اے باپ مجھے کامل یقین ہوتا ہے۔ لیکن جب تُو اپنی رائے بیان کرتا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تُو اُس بچے کو کس قسم کا بادشاہ بناتا ہے۔ میں تو نہیں جانتا کہ کوئی حاکم بغیر اختیار ادا فرائض کے ہو سکتا ہے۔"

بلطشر نے جواب دیا "اے بیٹے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو اشیا ہمارے نزدیک ہیں اُن پر ہم خوب غور کرتے ہیں لیکن جو دُور ہوتی ہیں اُن پر مشکل سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو تُو صرف اُس خطاب یعنی یہودیوں کے بادشاہ پر لحاظ کرتا ہے پر اگر تُو اپنی آنکھیں اُٹھا کر اُس بھید پر نگاہ کرے، جو اُس کے پرے ہے، تو یہ چھوٹ کر غائب ہو جائے گی۔ خطاب کی نسبت ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تیرے اسرائیل نے بہتر دن کے ایام دیکھے۔ وہ زمانہ جب خداوند محبت سے اُسے اپنی قوم کہتا اور نبیوں کی معرفت اُس سے سلوک کرتا تھا۔ اب اگر اُس زمانے میں اُس نے اُس نجات دہندے کا اُن سے وعدہ کیا جس کو میں نے دیکھا اور یہودیوں کے بادشاہ کے خطاب سے اُس کا وعدہ کیا تو صرف اس واسطے تھا کہ ظاہر حال بھی وعدے کے مناسب حال ہو۔ اب مجھے میرے اُس سوال کی وجہ معلوم ہوئی جو میں نے پھاٹک پر دریافت کیا تھا۔ اب میں آگے بڑھتا ہوں۔ شاید تُو اُس بچے کے مرتبے کا خیال کرتا ہے اور اگر یہ امر صحیح ہے، تو ذرا سوچ تو کہ دُنیاوی بزرگی کا جو معیار ہے۔

اُس کے مطابق ہیروڈیس کا جانشین ہونا کیا ہے؟ کیا خداوند اپنے عزیز کو بہتر خطاب نہ دے سکتا تھا۔ کیا فوراً "مجھ کو یہ حکم نہ ملتا کہ ایک قیصری تدش کر، پس اپنی نگاہ زیادہ بلند کر اور سوچ کہ وہ جس کے ہم منتظر ہیں کن کا بادشاہ ہوگا۔ کیونکہ اے فرزند میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ اس بھید کی یہی کنجی ہے اور جب تک اس کنجی کو نہ پائے گا، اس بھید کو نہ سمجھ سکے گا۔ یہ بھی یاد رہے، کہ زمین پر صرف ایک بادشاہت ہے جو زمینی نہیں ہے اور جس کی وسعت ایسی ہے کہ اگر زمین اور سمندر شامل کئے جائیں تو بھی اس کے برابر نہ آئیں۔ مگر یہ بادشاہت موجود ہے اور گو ہم اُسے نہیں دیکھتے، لیکن اپنی پیدائش سے اپنی موت تک ہم اس میں سفر کرتے ہیں اور اُس کے دیکھنے کے واسطے پہلے ضرور ہے کہ انسان اپنی رُوح کو جانے، کیونکہ یہ بادشاہت اُس کے لئے نہیں، بلکہ اُس کی رُوح کے واسطے ہے اور اُس کی حکومت میں ایک جلال اور بے مثال جاہ ہے، جو کسی کے فہم میں اب تک نہیں آیا۔"

بن حُور نے کہا "اے باپ جو تیرا بیان ہے سو میرے لئے تو ایک معمہ ہے۔ میں نے تو ایسی بادشاہت کا کبھی ذکر بھی نہیں سُنا ہے۔"

الدریم بولا "میں نے کبھی نہیں سُنا۔"

بلتشضر نے انکساری سے آنکھیں جُھکا کر کہا "تو میں اور زیادہ اس کا ذکر نہ کروں لیکن وہ بادشاہت کیا ہے، کس واسطے ہے اور اُس میں کیونکر پہنچ سکتے ہیں، یہ سب باتیں کوئی بھی نہ جانے گا، تاوقتیکہ وہ بچہ آکر خود اس پر اپنا قبضہ کرے۔ وہ اُس نادیدہ پھاٹک کی کنجی لاتا ہے جو اپنے محبّوں کے لئے کھولے گا جن میں وہ ہوں گے۔ جو اُسے پیار کرتے ہیں، کیونکہ مخلصی دئے ہوئے بھی ہوں گے۔"

اس گفتگو کے بعد سب خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بلتشضر نے



اطمینان سے کہا "اے نیک شیخ۔ کل یا پرسوں میں تھوڑے عرصے کے واسطے شہر کو جاؤنگا۔ میری بیٹی اُن تیاریوں کو دیکھنا چاہتی ہے، جو تماشوں کے واسطے ہو رہی ہیں۔ اپنی روانگی کے خاص وقت کے بعد میں اطلاع دُوں گا اور تب بن حُور کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے فرزند تم سے پھر ملاقات ہوگی۔ اب دونوں پر سلامتی ہووے۔ والسلام۔" اس کلام پر سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب بزرگ مصری خیمے سے باہر گیا تو بہت دیر تک اُس کے پیچھے تاکتے رہے۔ کچھ دیر بعد بن حُور نے کہا "اے شیخ الدریم آج رات میں نے عجیب باتیں سُنی ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں جھیل کے کنارے چہل قدمی کر کے اِن اُمور پر کچھ غور کروں گا۔"

"جاؤ اور میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔" تب دونوں نے ہاتھ دھوئے، اور شیخ کے اشارے پر ایک ملازم بن حُور کے جُوتے لے آیا، اور وہ پہن کر باہر چلا گیا، اور میدان میں درختوں کے پیچھے ٹہلنے لگا کیونکہ جو کچھ گفتگو بن حُور نے سُنی تھی، اُس نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا تھا۔ حتیٰ کہ اُس کے خیالات کو منتشر کر دیا۔ بار بار یہی خیال اُس کے دل میں پیدا ہوتا تھا کہ اُس بچے کی بادشاہت کس طرح کی ہوگی۔ جب وہ اس خیال میں محو تھا تو الدریم شیخ اُس کے برابر آ پہنچا، اور اپنا ہاتھ اُس کے کاندھے پر رکھ کر کہا "ایک بات مجھے کہنی ہے اور تب میں خیمے میں پھر جاؤں گا، کیونکہ رات بہت گذر گئی ہے۔"

"اے شیخ فرمائیے۔"

"جو باتیں آج تو نے سُنی ہیں سب پر کُلی یقین لا، سوائے اُس کے جو اس بزرگ نے اس بچے کی بادشاہت کی بابت کہا ہے جو وہ اپنے آنے پر قائم کرے گا۔ اُس کی نسبت ذرا تامل کر، تاوقتیکہ سمونائڈس سوداگر کی رائے نہ سُن لے۔ سمونائڈس انطاکیہ میں ایک نیک شخص ہے اور میں اُس سے تیری ملاقات کراؤں گا۔ مصری

نے تو اپنے خواب و خیال بیان کئے ہیں جو اس دُنیا کے مناسب حال نہیں ہیں مگر ہمونائیس صاحب فہم ہے۔ وہ تجھے تیرے انبیاء کے صحیفوں سے سمجھائے گا ایسا کہ تیری سمجھ میں بخوبی آجائے گا کہ یہ بچہ فی الواقعہ یہودیوں کا بادشاہ ہوگا۔ ہاں ہیرودیس کی مانند بادشاہ ہوگا، مگر شان اور دبدبے میں کہیں اُس سے بڑھ کر ہوگا۔ تب تجھے انتقام کی شیرینی حاصل ہوگی۔ اب والسلام تیرا
لیکن شیخ چلا گیا، حالانکہ بن حور نے اُسے آواز بھی دی کہ ذرا اُسے روکے، مگر وہ نہ ٹھہرا بلکہ اپنے خیمے کو چلا گیا۔

---

# چوبیسواں باب

## تیاری

اُنہیں ایام میں میسالا نے انطاکیہ سے ایک خط ویلیریس گریٹس رومی حاکم کے نام جو شہر قیصریہ میں سکونت کرتا تھا لکھا چونکہ اُس خط کا مضمون ضروری تھا۔ اُس نے اصل خط ایک قاصد کے ہاتھ خشکی کی راہ سے روانہ کیا، اور اُس کا مثنیٰ تری کی راہ سے ایک اور قاصد کے ذریعہ بھیجا۔ اُس خط کا مضمون ہدیۂ ناظرین ہے۔

میسالا کی طرف سے گریٹس کو

شہر انطاکیہ۔ ساتویں مہینے کی بارہ تاریخ



اے پیارے گریٹس۔

ایک عجیب واقعہ کا مجھے ذکر کرنا ہے۔ شاید تجھے یاد ہوگا کہ بہت برس گزرے کہ یروشلیم کے شہزادوں میں سے ایک قدیم اور تونگر خاندان یروشلیم میں رہتا تھا۔ اگر یہ خاندان تجھے یاد نہ آئے، تو اُس زخم کو جس کا نشان اب تک تیرے سر پر ہے یاد کر۔ تیری جان کے ہلاک کرنے کے قصد کے جرم میں یہ خاندان گرفتار کیا گیا، اور اُس کی جائداد ضبط کر لی تھی۔ اور ہمارے قیصر کی منظوری سے اُس کا ایک حصہ مجھے بھی ملا تھا۔ یہ تو تجھ کو معلوم ہے کہ مجرم کی والدہ اور ہمشیرہ کو کیا سزا دی گئی تھی۔ مگر خاص مجرم جہازوں پہ بھیجا گیا تھا تاکہ عمر بھر غلامی میں کھینے کا کام کرے۔ اس مشقت سے کوئی قیدی پانچ برس سے زیادہ نہیں جیتا، مگر کل رات میں نے ایک عجیب داستان سُنی ہے جس سے میرے کان کھڑے ہو گئے۔ تجھے معلوم ہے کہ میکسنٹیس حاکم اعلیٰ آج آئے گا کہ قوم پارتھیا کے خلاف فوج کشی کرے۔ اُس کے ہمراہ حاکم کوئنٹس اریئس مرحوم کا بیٹا ہے۔ اُس کی مفصل کیفیت دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ جس وقت اریئس بحری قزاقوں کے نیست کرنے کے واسطے رُوم سے بھیجا گیا تھا، اُس وقت اُس کے کوئی اولاد نہ تھی مگر جس وقت مہم فتح کر کے واپس آیا تو ایک وارث اپنے ہمراہ لایا۔ اپنے ہوش و حواس درست رکھ کیونکہ وارث بیٹا جس کا میں ذکر کرتا ہوں، وہی مجرم ہے جس کو تُو نے جہازوں پہ غلامی کے واسطے بھیجا تھا۔ یعنی بن حور جسے چاہئے تھا کہ پانچ برس میں مر جاتا۔ یہی بن حور اب صاحب رتبہ اور تونگر بلکہ حقِ رُومی رعایا لے کر واپس آیا ہے۔ تُو تو اپنے مسند پر مضبوطی سے قائم ہے اس لئے تجھے چنداں خوف نہیں، مگر میں خطرے میں ہوں اور تُو جانتا ہے کہ کس قسم کے خطرے میں ہوں لیکن ممکن ہے کہ تُو اس امر کا اعتبار نہ کرے،

اس لئے یہ کہنا لازمی ہے کہ کل اتفاق سے میں نے اس نوجوان کو بالمشافہ دیکھا اور میں تحقیق کر سکتا ہوں کہ وہ بن حور ہے۔ پس بتا کہ اب کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔ میں اب اس امر کے معلوم کرنے کا خواہشمند ہوں کہ آیا اس مجرم کی والدہ اور ہمشیرہ اب تک زندہ ہیں؟ میں چند ملازموں کو حکم دوں گا کہ بن حور کی آمد و رفت کی نگرانی کریں، تاکہ میں تجھے خبر دے سکوں کہ جس وقت مہم روانہ ہو وہ اس شہر میں کیا کرتا ہے۔ اتنا کہنا ضروری ہے کہ بن حور کا خیر خواہ دغاباز شیخ الدریم ہے۔ لیکن مجھے یہ اُمید ہے کہ اب یہ دغاباز ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل سکے گا، بلکہ میکسن شئیس اس عرب کو گرفتار کر کے رُوم کو روانہ کرے گا تاکہ اپنی بداعمالیوں کی سزا پائے۔ اس خط کا جواب دے تاکہ تیری ہدایت کے مطابق میں اس معاملے میں کارروائی کروں۔"

میسلا

جس وقت قاصد مذکورہ بالا خط لے کر روانہ ہوا، بن حور جھیل میں غسل کر کے اور ناشتہ کر کے شیخ الدریم کے خیمے میں داخل ہوا۔ شیخ نے دیکھتے ہی بشاش چہرے سے اُسے سلام علیک کی اور کہا۔

"گھوڑے تیار ہیں اور میں بھی تیار ہوں۔ اب تیری کیا مرضی ہے؟"

بن حور نے سلام لیا اور کہا "میں تیری خیر خواہی کے واسطے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں تیار ہوں۔"

شیخ الدریم نے تالی بجائی اور کہا "کہ ذرا بیٹھ جا، میں ابھی گھوڑے منگاتا ہوں۔"

"کیا گھوڑے جُتے ہوئے ہیں؟" "نہیں"۔ "تو میں خود جوتوں گا۔ یہ ضروری ہے کہ ان عربی گھوڑوں سے میں بخوبی واقف ہو جاؤں۔ اے شیخ



ہر ایک کا نام مجھے بتا، تاکہ میں ایک ایک سے بات کر سکوں اور ہر ایک کا مزاج معلوم کروں کیونکہ یہ جانور بھی انسان کی مانند ہیں۔ اگر زیادہ دلیری کریں تو اُن کو دھمکانا چاہیئے، لیکن اگر کم ہمت ہیں، تو اُن کو حوصلہ دینا ضروری ہے پس ملازموں کو حکم کر کہ اُن کا ساز لے آئیں۔"

شیخ نے دریافت کیا "اور رتھ؟" "آج میں رتھ کو کام میں نہ لاؤں گا پر اگر تیرے پاس ایک اور گھوڑا ہے تو حکم دے کہ اُسے بھی لے آئیں، مگر ننگی پیٹھ ہو۔ اور اوروں کی مانند تیز ہو۔" الدریم متعجب ہوا مگر فوراً ایک نوکر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ چاروں کا ساز اور سیریئس کی لگام لگا۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا "سیریئس میرا عزیز ہے اور میں اُس کا عزیز ہوں۔ ہم دونوں بیس برس کے ساتھی ہیں۔ خیمے میں اور جنگ میں اور دشت کے کوچوں میں ہم ساتھی رہے ہیں۔ اُسے میں تجھے دکھاؤں گا۔" تب خیمے کا درمیانہ پردہ اُٹھایا اور بن حور سے درخواست کی کہ اندر آ جائے۔ اُن کے داخل ہوتے ہی سب گھوڑے لپک کر اُن کے پاس آ گئے اور ہنہنانے لگے۔ شیخ نے سیاہ گھوڑے کو خوب پچکار کر بن حور سے کہا "یہ سیریئس ہے جو چاروں کا باپ ہے۔ میرہ ان کی ماں وطن ہی میں ہے۔ کیونکہ اس ملک میں جہاں دوسری سلطنت ہے میں ایسے قیمتی جانور کو نہیں لا سکتا تھا۔ علاوہ اس کے میری قوم اُس کی جُدائی گوارا بھی نہیں کر سکتی۔ وہ تو اُن کا فخر ہے۔ وہ اُس کی پرستش کرتے ہیں۔"

بن حور ایک گھوڑے کے پاس گیا اور اُسے خوب پچکارا۔ تب بن حور نے کہا "اے شیخ۔ میرہ، سیریئس کیا یہ ستاروں کے نام نہیں ہیں؟"

الدریم نے جواب دیا "ہاں ضرور، کیا کبھی تو رات کے وقت دشت کے میدان میں کھڑا ہوا ہے؟" "نہیں۔"

"تو تو نہیں جان سکتا کہ عرب کے لوگوں کو یہ سیارے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں۔ بطور شکر گزاری اور محبت کے ہم ان کا نام رکھتے ہیں۔" تب گھوڑوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے بتایا کہ یہ ریگل ہے۔ یہ الفیٹرس ہے۔ یہ اٹیلیا ہے اور جس کی طرف تو جاتا ہے، والڈیبرن سب سے چھوٹا ہے۔ اے بن ایرٹمیس یہ تجھے ہوا کے موافق اڑائے جائے گا۔ تب ساز لایا گیا۔ بن حور نے خود اپنے ہاتھ سے ہر ایک پر ساز ڈالا، اور تب ان کو خیمے سے باہر نکال کر قاعدے کے موافق باگ لگائی اور پھر ملازم کو حکم دیا کہ سیرٹیس کو میرے پاس لاؤ۔ جب سیرٹیس لایا گیا، تو بڑے اطمینان سے اچھل کر اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور باگوں کو ایک شان سے ہاتھ میں لے لیا اور الدریم کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے شیخ میں تیار ہوں۔ ایک ملازم کو کہہ دے کہ میدان کا راستہ مجھے بتا دے۔ اور دو نوکروں کو حکم دے کہ پانی دیں۔" یہ کہہ کر گھوڑوں کو روانہ ہونے کا اشارہ کیا۔ اشارے کے ساتھ ہی چوکڑی بہ سہولیت روانہ ہوئی۔ ناظرین کہہ سکتے تھے، کہ گھوڑے اپنے ہانکنے والے کو پہچان گئے، کیونکہ باگ کے اشارے سے چلتے تھے۔ پہلے ان کو قدم قدم لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد دُلکی ڈالا، اور پھر سرپٹ چھوڑ دیا۔ الدریم بڑا خوش تھا اور بار بار دل ہی دل میں کہتا تھا کہ "کوئی نہیں ہے۔ واللہ یہ ہرگز رومی نہیں ہے۔" قریب ایک گھنٹے کے بعد بن حور چوکڑی کو پھیرتا رہا اور تب الدریم کے پاس لا کر کہا "میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ آپ کے گھوڑے بہت فرمانبردار ہیں۔ میں ان سے بخوبی واقف ہو گیا ہوں۔ دیکھو ان کو اتنا پھیرا ہے مگر اب تک پسینے کا ایک قطرہ نہیں آیا اور سانس بھی نہیں پھولا۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ عجیب بات ہوگی اگر ہم کو فتح حاصل نہ ہو اور ہم کو......"

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کی نگاہ یکایک ملطسر پر پڑی جو شیخ کے برابر آ کھڑا



ہوا تھا اور اس کے ہمراہ دو خواتین تھیں جو نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ الدریم نے بن حور کا فقرہ ختم کر دیا "ہماری فتح اور ہمارا انتقام۔ اب مجھے کچھ ڈر نہیں۔ میں خوش ہوں۔ اے بن ایرٹمیس تو میرے دل کے موافق ہے۔ کاش کہ اس کا انجام اس کی ابتداء کے موافق ہو۔"

بن حور نے انکساری سے جواب دیا "اے نیک شیخ میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب ملازموں کو حکم کر کہ گھوڑوں کے واسطے پانی لے آئیں۔" جب پانی لایا گیا تو بن حور نے اپنے ہاتھ سے گھوڑوں کو پانی پلایا اور سیرٹیس پر سوار ہو کر چوکڑی کو پھر پھیرنا شروع کیا۔ پہلے قدم چلایا پھر دُلکی اور تب پھر یہ دوڑایا۔ جس وقت بن حور چوکڑی کو پھیر رہا تھا تو ملوک سمونائڈس کا ملازم الدریم کے پاس آیا اور مؤدبانہ ایک ضروری خط اس کو دیا اور کہا کہ سمونائڈس کی یہ درخواست ہے اور فوراً اس کو پڑھ لیجئے۔ الدریم نے مہر توڑی اور لفافے سے دو خط نکلے جن کو وہ پڑھنے لگا۔

## نمبر ا

سمونائڈس کی طرف سے الدریم کو

اے دوست

سلام علیک کے بعد واضح ہو کہ تیرے خیمے میں ایک خوشرو نوجوان مہمان ہے جو اپنے کو ایرٹمیس کا بیٹا کہتا ہے۔ اور فی الواقعہ وہ اس کا متبنیٰ فرزند ہے، اور میرے دل کو بڑا عزیز ہے۔ اس کی ایک عجیب داستان ہے جو میں تجھے سنانا چاہتا ہوں۔ پس تو آج بالکل میرے پاس آ، تاکہ اس کی داستان تجھے سناؤں اور اس کی نسبت تجھ سے مشورہ کروں۔ اس عرصے میں تو اس کی ہر درخواست کو منظور کر اور جو کچھ تو خرچ کرے گا میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ مگر اس سے نہ کہنا کہ میں اس کا خیرخواہ

ہوں۔ بزرگ ملطسر کو سلام کہہ۔ گھوڑ دوڑ کے تماشہ گاہ میں تم اور تمہارے سب دوست اور ہمراہی میرے مہمان ہیں۔ میں نے سب انتظام بیٹھنے کی جگہ کا کر لیا ہے۔ تجھ پر اور تیرے سب عزیزوں پر سلامتی ہو۔ اے دوست میں تیرا خیر خواہ ہوں۔

سمونانڈس

## نمبر ۲

سمونانڈس کی طرف سے شیخ الدریم کو۔

اے دوست۔ تو بڑا تجربہ کار ہے، مگر ایک اطلاع میں دیتا ہوں ایک نشان ہے جس کو سوا ان آدمیوں کے سب لوگ جن کا مال و متاع لٹ سکتا ہے، بطور آگہی کے قبول کریں گے، یعنی ایک اعلیٰ رومی حاکم کا اس ملک میں ایک جرار فوج لے کر آنا ہے۔ آج رومی حاکم میکسن شئیس آئے گا پس تو خبردار ہو جا کیونکہ اے دوست وہ سازش جو تیرے خلاف ہو اس میں ہیرودیس کا خاندان ضرور شامل ہوگا کیونکہ اس کے ملک میں تیری بڑی جائداد ہے۔ اس واسطے اپنی چوکسی کر۔ آج ہی تو اپنے اُن معتبر نگہبانوں کو جو اس راستے پر تو نے تعینات کئے ہیں جو انطاکیہ سے جنوب کو جاتا ہے حکم بھیج کر جو نامہ بر اس راستے سے گذرے اس کی ضرور تلاشی لیں اور جو خط ایسا ہو جس میں تیرا ذکر ہو اسے بلا توقف تیرے پاس بھیج دیں، تاکہ تو اس کے مضمون سے آگاہ ہو جائے۔ اگر نامہ بر آج صبح روانہ ہو گئے ہوں تو بھی تیرے تابعدار انہیں پکڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ساری پگڈنڈیوں اور چور رستوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اس میں ذرا تامل مت کر اور اس خط کو پڑھ کر جلا دے۔ اے دوست میں تیرا خیر خواہ ہوں۔

سمونانڈس



دونوں خطوں کو الدریم نے پھر بڑے غور سے پڑھا اور تب احتیاط سے لپیٹ کر اپنے کمربند میں رکھ لئے۔ اتنے میں بن حور چراگاہ سے کر آیا اور کہا۔ "اے شیخ اگر تیری اجازت ہو تو میں گھوڑوں کو خیمے میں لے جاؤں گا اور دوپہر کے بعد پھر نکالوں گا۔"

الدریم نے جواب دیا۔ "اے بن اریئس میں نے یہ گھوڑے گھوڑ دوڑ کے بعد تک تیرے سپرد کر دیئے ہیں۔ جیسا مناسب سمجھے ویسا کر۔ مگر تو نے دو گھنٹے میں ان کو ایسا پرچایا ہے کہ ایک رومی دو ہفتے میں بھی نہیں کر سکتا ہم ضرور فیروز مند ہوں گے۔ واللہ ہم ضرور فیروز مند ہوں گے۔" بن حور گھوڑوں کو خیمے میں لے گیا، اور جب ان کی خوب مالش کرا چکا، تو خود بھی جا کر جھیل میں غسل کیا اور شیخ کے ہمراہ ناشتہ کھایا۔ بعد میں یہودی پوشاک پہن کر ملوک کو ساتھ لے کے باہر میدان میں چلا گیا۔ اثنائے گفتگو میں بن حور نے ملوک سے کہا "میرا اسباب سرائے میں پڑا ہوا ہے اگر ممکن ہو تو مہربانی کر کے آج اسے لے آؤ، اور اگر تم کو تکلیف نہ ہو تو ایک اور درخواست کروں۔" جب ملوک نے اپنی رضامندی ظاہر کی، تو یوں مخاطب ہوا "اے ملوک میں تیرا شکر گذار ہوں اور یہ یاد کر کے کہ ہم دونوں قدیم فرقے کے بھائی ہیں، تجھ سے ضرور درخواست کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم تجربہ کار ہو لیکن مجھے خوف ہے، کہ شیخ الدریم چنداں معاملہ دان نہیں ہے۔"

ملوک نے سنجیدگی سے کہا "اہل عرب کم ہوتے ہیں۔"

"اے ملوک میں ان کی تیز فہمی پر الزام نہیں لگاتا، مگر یہ عمدہ بات ہے کہ ہم ہر ایک امر کا اطمینان کر لیں۔ پس میری درخواست یہ ہے کہ تم گھوڑ دوڑ کے دفتر میں جا کر یہ تحقیق کرو کہ شیخ نے کل شرائط دوڑ کی پوری کر دی ہیں یا نہیں تاکہ

دوڑ کے وقت کوئی دقت پیدا نہ ہو جائے اور اگر ممکن ہو تو قواعد کی ایک نقل بھی لے آنا، کیونکہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میری وردی کس رنگ کی ہو گی اور کہ شروع دوڑ میں مجھے کونسی جگہ ملے گی۔ اگر میس سلا کے دہنے یا بائیں ہو تو بہت خوب ہو۔ پر اگر نہیں ہے، تو یہ جگہ میرے واسطے قائم کرنے کی کوشش کرنا۔ اے ملوک کیا یہ سب کچھ تجھے یاد رہے گا؟"

اے ہن ایرمیس جو بات دل کو لگ جاتی ہے جیسا کہ تمہارا یہ سوال ہے وہ میں ہرگز نہیں بھولتا۔"

"تو پھر میں ایک اور درخواست کروں گا۔ کل میں نے دیکھا تھا۔ کہ میس سلا اپنے رتھ کا بڑا فخر کرتا تھا: اور اُس کا فخر کرنا بھی بجا ہے، کیونکہ قیصر کے اوّل درجے کی رتھ کی مانند ہے۔ مگر میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، کہ اُس کا رتھ ہلکا ہے یا بھاری۔ اُس کا ٹھیک وزن اور پیمائش کیا ہے اور ملوک چاہیے اور بات بھول جانا مگر یہ ہرگز نہ بھولنا کہ اُس کے رتھ کی دُھری زمین سے کتنی اونچی ہے۔ اے ملوک تو سمجھا، میری خواہش یہ ہے کہ کسی بات میں اُسے کوئی صورت مفید مطلب نہ ملے۔"

ملوک نے کہا "میں سمجھا تم چاہتے ہو کہ دُھری مرکز سے فیتہ ڈال کر ناپ لوں۔"

"میرا یہی مطلب ہے۔ اب آؤ خیمے کو چلیں۔" وہاں آکر دونوں نے ایک ایک پیالہ شربت کا پیا اور تب ملوک نے رخصت حاصل کی اور شہر کو واپس گیا۔ اس اثنا میں سمونائدس کی صلاح کے موافق الدریم شیخ نے ایک عرب کو تیز گھوڑے پر سوار کر کے اور زبانی ہدایت کر کے جنوب کی طرف روانہ کیا۔

# پچیسواں باب

## میس سلا کا خط

دوسرے دن علی الصبح شیخ الدریم شہر کی طرف روانہ ہوا اور قریب تیسری گھڑی کے واپس آیا۔ جس وقت گھوڑے سے اُترا ایک قاصد جو اُس کی قوم کا تھا نزدیک آیا اور کہا "اے شیخ مجھے حکم ہوا تھا کہ جیسا جلد ممکن ہو یہ پلندہ خاص تیرے ہاتھ میں دوں اور تجھ سے درخواست کروں کہ اسے فوراً پڑھ اور اگر کچھ جواب ہے تو میں ٹھہروں گا۔"

الدریم نے دیکھا تو پلندہ کی مُہر ٹوٹی ہوئی تھی۔ مگر اُس پر یہ پتہ لکھا تھا کہ شہر قیصریہ میں ولیر تیس گرٹیس کو ملے۔ جب شیخ نے معلوم کیا کہ خط زبان لاطینی میں ہے تو بڑبڑایا، کیونکہ اگر یونانی یا عربی میں ہوتا تو وہ پڑھ لیتا۔ لاطینی میں صرف اتنا معلوم کر سکا کہ کاتب کا نام میس سلا ہے تو ملازم سے دریافت کیا کہ یہودی کہاں ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ گھوڑوں کو میدان میں پھیرنے کو لے گیا ہے۔ شیخ نے پلندہ کمر میں رکھ لیا، اور گھوڑے پر پھر سوار ہوا۔ اس کے سوار ہوتے ہی ایک اجنبی جو معلوم ہوتا تھا کہ شہر سے آیا تھا، اُس کے نزدیک آیا اور کہا کہ "مجھے شیخ الدریم کی جس کا لقب عالی منش ہے تلاش ہے۔" اُس کی زبان اور پوشاک سے شیخ نے معلوم کیا کہ رومی ہے حالانکہ وہ لاطینی زبان پڑھ نہ سکتا تھا، مگر اس میں گفتگو کر سکتا تھا۔ پس اُس نے کہا "میں شیخ الدریم ہوں۔" اجنبی نے یہ سُن کر آنکھیں نیچی کر لیں۔

ذرا دیر میں پھر نگاہ اُٹھا کر اور سنجیدہ صورت بنا کر کہا، "میں نے سُنا ہے کہ گھوڑ دوڑ کے واسطے تمہیں ہانکنے والے کی ضرورت ہے" شیخ نے نظرِ حقارت سے کہا "جا اپنی راہ لے۔ میرے پاس ہانکنے والا ہے"۔ اور کہہ کر گھوڑے کو باگ کا اشارہ کیا۔ اجنبی نے پھر کہا "اے شیخ مجھے گھوڑوں کا بڑا شوق ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ تیرے پاس دُنیا میں سب سے عُمدہ گھوڑے ہیں"۔ اِس زمانہ سازی کے کلام نے ضعیف شخص کے دِل پر اثر کیا، اور اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ روکی گویا کہ اجنبی کی درخواست پر اُسے اپنے گھوڑے دکھائے۔ مگر کچھ تامل کر کے کہا "آج نہیں۔ آج نہیں کسی اور دن تجھے دکھاؤں گا۔ آج مجھے بہت کام ہے"۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو بڑھایا اور اجنبی شہر کی طرف چل دیا۔ یہ اجنبی مبیس سلا کا جاسوس تھا اور گھوڑ دوڑ کے روز تک ایک نہ ایک جاسوس اِسی بہانے سے بن خور کی تلاش میں شیخ کے پاس آتے تھے۔ جب شیخ میدان میں پہنچا تو کچھ دیر تک بن خور چوکڑی کو پھیرتا رہا۔ آخر جب پھیر چکا تو الدریم کے پاس آیا اور کہا "اے شیخ آج میں سیریٹیس کو واپس دے دوں گا کیونکہ اب میں چوکڑی کو رتھ میں جوتوں گا"۔

"اتنی جلدی؟"

"ایسے گھوڑوں کے ساتھ ایک دن کافی ہے۔ وہ مجھ سے نہیں ڈرتے بلکہ خوب سمجھتے ہیں اور اِس مشق کو پسند کرتے ہیں۔ یہ دیکھ چھوٹے گھوڑے کی باگ کو ہلایا جس کا نام الدبیرن ہے سب سے تیز ہے"

الدریم نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر اور آنکھیں مچکا کر دریافت کیا۔ "الدبیرن تو سب سے تیز ہے، اور سب سے آہستہ چلنے والا کون ہے؟"

بن خور نے انٹیرس کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ "یہ ہے مگر وہ جیتے گا۔ اے شیخ یہ ضرور جیتے گا، کیونکہ دن بھر دوڑ سکتا ہے اور آفتاب غروب ہوتے



ہوتے تیز سے تیز گھوڑے کے برابر پہنچ سکتا ہے"۔

الدریم نے کہا "بہت ٹھیک"۔ "مگر اے شیخ مجھے ایک خوف ہے"۔ شیخ یہ سُن کر سنجیدہ ہو گیا اور بن خور کی طرف تاکنے لگا۔ اُس نے کہا، "فتح حاصل کرنے کی حرص میں رُومی دھوکا دینے یا فریب کرنے سے نہیں چوکتا ہے۔ علی الخصوص گھوڑ دوڑ اور تماشوں میں تو بڑی چال چلتے ہیں۔ رتھوں کی دوڑ میں تو ہر قسم کی دغا بازی ضرور کرتے ہیں۔ گھوڑوں کو دوا دے کر بیمار کرتے سواروں کو رشوت دیتے، بلکہ مالکوں کو دھوکے دیتے ہیں پس اے شیخ میری التماس ہے کہ اپنے گھوڑوں کی خوب احتیاط کر۔ آج کے روز سے گھوڑ دوڑ تک کسی اجنبی کو گھوڑوں کے پاس نہ آنے دے، بلکہ گھوڑوں کے خیمے کے گرد رات دن پہرے مقرر کر کہ بڑی کوشش سے چوکسی کریں"۔ یہ کہتے ہوئے وہ خیمے تک آ پہنچے، اور الدریم نے جواب دیا "تیری خواہش کے موافق کیا جائے گا۔ واللہ سوائے میرے وفادار ہمراہیوں کے کوئی ہرگز اُن کے نزدیک نہ جانے پائیگا۔ آج رات ہی میں پہرے بٹھاؤں گا۔ لیکن بن ایریئیس (یہاں قالین پر بیٹھ کر اُس نے اپنے کمربند سے پلندہ نکالا) اسے دیکھ اور اپنی لاطینی زبان سے میری مدد کر۔ اسے پڑھ اور اپنے بزرگوں کی زبان میں مجھے سمجھا۔ لاطینی سے مجھے نفرت ہے"۔

اِس وقت بن خور شگفتہ دل تھا۔ پس کچھ لاپرواہی سے پڑھنے لگا جس وقت اُس نے پڑھا کہ "مبیس سلا کی طرف سے گریٹیس کو" تو رُک گیا، اور اُس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ الدریم نے یہ صورت دیکھ کر کہا: "مجھے اس کے مضمون کے سُننے کا اشتیاق ہے"۔

بن خور نے عذر معذرت کی اور پڑھنے لگا۔ یہ اُس خط کا نسخہ تھا، جو

میس تسلا نے بڑی احتیاط سے گرٹیس کے نام روانہ کیا تھا، پڑھتے ہوئے اُس کی آواز تھرتھرا نے لگی جب اُس نے یہ پڑھا کہ "یہ تو تجھ کو معلوم ہے کہ مجرم کی والدہ اور ہمشیرہ کو کیا سزا دی گئی تھی، مگر خاص مجرم جہازوں پر بھیجا گیا تھا تاکہ عمر بھر کھینے کا کام کرے" تو اُس کا دل زور سے بھر آیا، اور اُس کی آواز رُک گئی۔ خط اُس کے ہاتھ سے گر گیا اور اُس نے اپنا منہ چھپا لیا، اور آہ بھر کر کہا۔ "وہ مر گئیں، وہ مر گئیں، اور میں اکیلا باقی رہ گیا ہوں" الدریم اُس کی یہ حالت دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا "اے بن ابرٹیس میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ اس خط کو پہلے خود پڑھ لے جب سُن سکے گا تو مجھے بلا لینا اور میں واپس آؤں گا" یہ کہہ کر خیمہ سے باہر نکل گیا۔ بن حور قالین پر پڑا سرد آہیں بھرتا تھا۔ جب طبیعت کچھ سنبھلی تو خیال آیا کہ خط کا ایک حصہ پڑھنے کو ابھی باقی ہے۔ پس پڑھنا شروع کیا۔ جس وقت یہ فقرہ پڑھا کہ "میں اس امر کے معلوم کرنے کا خواہشمند ہوں کہ آیا اُس مجرم کی والدہ اور ہمشیرہ اب تک زندہ ہیں" تو یکایک باآواز بلند بول اُٹھا کہ "اُسے معلوم نہیں کہ وہ انتقال کر گئی ہیں یا نہیں۔ خداوند کا نام مبارک ہے۔ اب بھی کچھ اُمید ہے کیونکہ اگر اُن کا انتقال ہوتا تو میس تسلا کو ضرور خبر ملتی" کچھ تامل کر کے اُس نے خط کو دوبارہ زیادہ غور سے پڑھا۔ اور تب ایک ملازم کو بھیج کر شیخ کو بلایا۔ جب شیخ آکر برابر قالین پر بیٹھ گیا اور ملازم کو اشارہ کیا کہ خیمے سے نکل جائے، اور دونوں تنہا رہ گئے تو بن حور نے ایک سنجیدہ آواز سے کہا "اے مہربان شیخ جس وقت میں آپ کا مہمان ہوا تھا تو اُس وقت میرا بالکل ارادہ نہ تھا کہ سوا اس کے کہ میں تیری چوکڑی کو بہ خوبی ہانک سکتا ہوں اپنی اور کیفیت بیان کروں، اور اسی وجہ سے میں نے اپنی داستان بیان کرنے سے انکار کیا تھا۔ پر چونکہ اتفاق سے یہ خط مجھے پڑھنے کو ملا اور کُل حال معلوم کر لیا اب لازم ہے کہ اپنا مفصل احوال تجھ سے



بیان کروں، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہم دونوں کا ایک ہی دشمن ہے اور ضرور ہے کہ دونوں مل کر اُس کا مقابلہ کریں۔ اب میں یہ خط پڑھتا ہوں اور اُس کا مضمون تجھے سناتا ہوں اور تو معلوم کرے گا کہ کس وجہ سے میرے دل پر اتنا بڑا اثر ہوا تھا۔ اگر اُس وقت تو نے مجھے کمزور دل یا طفل مزاج سمجھا تو تو مجھے معاف کر دے گا"

شیخ خاموش سنتا رہا جس وقت یہ فقرہ پڑھا کہ "اتنا کہنا ضروری ہے کہ بن حور کا خیر خواہ دغا باز شیخ الدریم ہے" تو شیخ غضب ناک ہو کر جوان شخص کی مانند کود کر کھڑا ہو گیا اور خیمے میں لمبے قدموں سے پھرنے لگا اور بار بار کہتا تھا "دغا باز۔ میں دغا باز ہوں"

بن حور نے کہا "اے شیخ ذرا صبر کر۔ تیری نسبت میس تسلا کی پرچے مگر سُن کہ وہ کیا دھمکی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ اب یہ دغا باز ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل سکے گا، بلکہ میکسنٹیس اس عرب کو گرفتار کر کے روم کو روانہ کرے گا تاکہ اپنے بداعمالوں کی سزا پائے" یہ سنتے ہی شیخ کو بڑا طیش آیا اور قہر آلودہ ہو کر کہنے لگا "روم کو۔ مجھ الدریم کو دس ہزار نیزہ بردار سواروں کے شیخ کو روم بھیجے گا۔ یا اللہ۔ یہ گردن کشی اور مغروری کب ختم ہو گی۔ میں آزاد ہوں۔ میری رعایا آزاد ہے۔ اب کیا غلام ہو کر مریں گے جو میرا ہے کیا میں اُس کا مالک نہیں۔ کیا میں اپنی زندگی کے واسطے ایک رومی کا احسان مند ہوں گا۔ کاش کہ میں پھر جوان ہوتا۔ کاش میری عمر سے بیس یا دس یا صرف پانچ ہی برس کم ہو جاتے" یہ کہتا تھا اور دانت پیستا تھا اور تیز قدموں سے خیمے میں ادھر اُدھر پھرتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد شتابی سے بن حور کے پاس آیا اور زور سے اُس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا "اے بن ابریس اگر میں

تیری مانند جوان، قوی اور ہتھیاروں کا مشتاق ہوتا۔ اگر تیری مانند انتقام لینے کا میرا کوئی خاص مدعا ہوتا۔ مگر اب میرے اور تیرے درمیان کوئی پردہ نہ ہونا چاہیے اے بن حور۔ اے بن حور۔"

یہ نام سن کر بن حور حواس باختہ ہوگیا۔ وہ نہایت متحیر اور پریشان ہو کر شیخ کے منہ کو تاکتا تھا، اور زبان سے کوئی بات نہ نکلتی تھی۔

"بن حور۔ میں کہتا ہوں کہ اگر میں تیری جگہ ہوتا۔ جو بے انصافیاں اور ظلم تیرے ساتھ ہوئے ہیں، اگر ان کے نصف بھی میرے ساتھ ہوتے تو میں ہرگز آرام نہ لیتا نہ صبر کر سکتا۔ میں تھک کر سب قوموں کو ابھارتا۔ آزادی کے واسطے کوئی جنگ نہ ہوتی جس میں میں شامل نہ ہوتا۔ روم کے خلاف کوئی لڑائی نہ ہوتی جس میں میں شریک نہ ہوتا۔ اگر کچھ نہ کر سکتا تو میں پارتھی ہی ہو جاتا۔ اگر انسان مجھے مدد نہ دیتے تو بھی میں اپنی کوشش کو ترک نہ کرتا۔ ہا ہا ہا۔ واللہ میں بھیڑیوں کی سنگت قبول کرتا، اور شیر ببروں اور شیروں کو اُمید سے اپنا رفیق بناتا کہ روم کے خلاف اُن کی صف آرائی کر سکوں۔ میں ہر ایک وسیلے کو کام میں لاتا۔ غرض کہ رومیوں کے نیست و نابود کرنے میں میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا۔ نہ اُن سے جان بخشی چاہتا۔ نہ اُن کی جان کی امان دیتا۔ ہر ایک رومی شے کو پھونک دیتا اور ہر رومی زن و بچے کو تہ تیغ کرتا۔ رات دن میں ہر ایک دیوی دیوتا سے منت کرتا کہ طوفان، خشک سالی، گرمی، سردی اور ہر اقسام کے زہروں سے جو ہوا میں ملے ہوتے ہیں میری مدد کریں۔ آہ۔ ایک لمحے کو بھی میں آرام نہ کرتا۔ میں۔ میں۔"

چونکہ شیخ کا دم چڑھ گیا تھا۔ وہ ہانپتا اور ہاتھ ملتا خاموش رہ گیا۔ بن حور حیرت زدہ سا سنتا رہا۔ اُسے تو یہ فکر پیدا ہوگئی کہ میرا اصلی نام اِس شیخ کو کیونکر معلوم ہوا۔ نہ تو میں نے اُسے بتایا اور نہ اِس خط سے میرے نام کا کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ پس



اُس نے ذرا تامل کر کے شیخ سے اوّل یہ دریافت کیا کہ "یہ خط کیونکر تیرے ہاتھ لگا؟"

الدریم نے جواب دیا "میرے آدمی شہروں کے درمیان سڑکوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک قاصد سے یہ خط چھینا ہے۔"

"کیا لوگ جانتے ہیں کہ وہ تیری رعیت ہیں؟"

"نہیں۔ لوگ اُن کو قزاق جانتے ہیں اور میرا کام ہے کہ اُن کو گرفتار کر کے قتل کروں۔"

"پھر اے شیخ تو نے میرا نام حور کہا، جو میرے باپ کا نام ہے۔ مجھے تو یہ خیال تھا کہ دنیا میں کوئی بھی میرا اصلی نام نہیں جانتا ہے۔ تجھے کیونکر یہ نام معلوم ہوا؟"

الدریم نے کچھ تامل کیا اور تب سنبھل کر کہا "میں تجھے جانتا ہوں۔ مگر زیادہ کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔"

"تو کسی نے تجھے منع کیا ہے کہ مجھے نہ بتا۔"

الدریم خاموش رہا اور تب چل دیا۔ مگر جب بن حور کی مایوسی کی صورت دیکھی تو پھر واپس آ کر کہا "اِس امر پر زیادہ گفتگو نہ کر۔ میں شہر کو جاتا ہوں۔ واپس آ کر ممکن ہے کہ مفصل طور پر سب کچھ تجھ سے کہہ دوں۔ خط مجھے دے۔" بن حور نے خط کو احتیاط سے لپیٹ کر اور لفافے میں رکھ کر شیخ کو دیا۔ چونکہ اپنی سواری اور ساتھی سنگھاتیوں کے لئے شیخ کو کچھ توقف کرنا تھا اُس نے بن حور سے سوال کیا "تو کیا کہتا ہے؟ میں نے تجھے بتایا کہ اگر میں تیری جگہ ہوتا تو کیا کرتا۔ مگر تو نے کچھ جواب نہیں دیا؟"

بن حور نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا "اے شیخ میرا جواب دینے کا ارادہ

تھا اور مَیں جواب دُوں گا - جو کچھ تُو نے کہا ہے مَیں سب کروں گا۔ سب کچھ
جو انسان کے احاطۂ قدرت میں ہے، مَیں نے تو مدّت سے اپنے تئیں انتقام
کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ پچھلے پانچ برس کا ہر گھنٹہ تو اسی خیال میں صرف
ہُوا ہے۔ مَیں نے ایک لمحہ کے واسطے بھی اِس امر کو فروگذاشت نہیں کیا۔ مَیں
نے جوانی کے عیش ترک کئے۔ رُوم کے ناز و غمزے میرے لئے حرام تھے۔ میری
تو صرف یہ تمنّا تھی کہ انتقام کی خاطر تربیت پاؤں۔ مَیں رُوم کے اعلیٰ معلّموں اور
مدرّسوں کے پاس گیا مگر حکمت اور منطق کے معلّموں کے پاس نہیں، کیونکہ اُن کے
واسطے تو مجھے فرصت نہ تھی۔ مَیں نے پٹے بازوں نیز گھوڑ دوڑ کے جیتنے والوں
کی صحبت اختیار کی اور وُہ میرے اُستاد ہُوئے۔ لشکر کے قواعد دانوں نے مجھے
اپنا شاگرد قبول کیا اور میری لیاقت پہ وُہ نازاں تھے۔ اے شیخ مَیں سپاہی ہُوں
لیکن جن اُمور کا مجھے خیال ہے اُن کے واسطے ضرور ہے کہ مَیں کپتان ہُوں۔ اِسی
خیال کے باعث مَیں پارتھیوں کی مُہم میں شریک ہُوا ہُوں۔ جس وقت یہ مُہم ختم ہو گی
اور خدا مجھے صحیح سالم لے آئے گا تب (اِس موقع پر بن حُور نے ایک جذبے
میں آکر آواز بلند کی) میں ہر ایک امر میں ایک ایسا دشمن ہُوں گا جس نے خاص رُومیوں
سے تعلیم پائی ہے۔ اُس وقت رُومیوں کو اُن سب بدسلوکیوں کا جو اُنہوں نے
مجھ سے کی ہیں، حساب دینا ہو گا۔ اے شیخ یہ میرا جواب ہے۔"

اِلدیم نے اپنا ہاتھ بن حُور کے کاندھے پر رکھا اور دل سوزی سے کہا "اے
بن حُور اگر تیرا خدا تیری مدد کرے تو اس سبب سے ہے کہ وُہ مر گیا ہے۔ مگر مَیں قسم کھا
کر کہتا ہُوں کہ میرے بہت آدمی، میرے گھوڑے، میرے اُونٹ اور تیاری
کے واسطے ایک وسیع دشت یہ سب تیری نذر ہیں۔ فی الحال اتنا کافی ہے۔ رات
پڑنے سے پہلے مَیں تجھ سے پھر مِلوں گا۔"

یہ کہہ کر شیخ خیمے سے نکل گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہُوا۔



# چھبّیسواں باب

## آقا اور غلام

جو خط پکڑا گیا تھا وُہ اکثر امُور کی نسبت جو بن حُور سے متعلق تھے قطعی و شافی
تھا۔ اُس میں قریب قریب کاتب مِیسَلا کا اقرار تھا کہ جو بیباکانہ سلوک اُس کی
والدہ اور ہمشیرہ سے کیا گیا وُہ اُس میں شریک تھا۔ اُس سلوک کے واسطے جو کچھ
کارروائی کی گئی، اُس میں اُس نے حصّہ پایا تھا اور اُس سے ہنُوز مزے اُڑاتا
تھا۔ اُس کے یکایک ظاہر ہو جانے سے اُسے خوف ہُوا، بلکہ وُہ اُسے اپنے
لئے رحمت سمجھتا تھا۔ وُہ تجویز کر رہا تھا کہ آئندہ کے واسطے محفوظ رہنے کو کیا
کرنا چاہئے اور جو کچھ اُس کا شریکِ جُرم [illegible] صلاح دے اُس پر عمل کرنے
کو مستعد تھا۔ یہ سب خیالات اُس کے دل میں پیدا ہُوئے اور باہر میدان میں پھرتا
ہُوا گھنٹوں تک اُن پر غور و فکر کرتا رہا۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ شیخ الدیرم کو میرا
اصلی نام کیونکر معلوم ہُوا۔ اُس نے وہم کے بہت ہی گھوڑے دوڑائے، مگر کوئی
اطمینان بخش جواب نہ ملا۔ پھر جو داستان اُس نے بلطسر سے سُنی تھی وُہ بھی اُس
کو یاد آ گئی۔ اُسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہودیوں کا بادشاہ بقول پیر مرد کے دلوں
پر سلطنت کیونکر کرے گا۔ اُس کا دل تو یہی کہتا تھا کہ اُس بادشاہ کی سلطنت
سلیمان کی سلطنت سے بڑھ کر ہو گی، اور وُہ اُس کے ماتحت فوج کشی کر کے اپنا
انتقام حاصل کرے گا۔ یہ سوچتے سوچتے وُہ خیمہ میں پھر داخل ہُوا اور روٹی کھا کر

ملازموں کو حکم دیا کہ گھوڑے نکالیں اور رتھ بھی گھسیٹ لائیں۔ رتھ کو دیکھ کر وُہ بڑا دلشاد ہُوا، کیونکہ اُس کی خواہش کے مطابق وُہ یُونانی نمونہ کی تھی، کیونکہ اُس کی رائے میں یہ نمونہ رُومی نمُونے سے بُہت بہتر تھا۔ وُہ زیادہ چوڑی، نیچی اور مضبُوط تھی۔ پھر رتھ میں اُس نے گھوڑے جوتے اور قدم قدم اُن کو میدان میں لے گیا، اور وہاں اُن کو کئی گھنٹے تک خُوب پھیرا۔ گھوڑے خاطر خواہ اُس کی مرضی کے موافق باگ کو مانتے تھے اور اُسے کامل اطمینان ہو گیا کہ میں ضرور فیروزمند ہُوں گا۔ شام کو خیمے میں واپس آیا اور گھوڑوں کی بخُوبی خبرگیری کرا کے شیخ کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔ آخرکار اُس نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سُنی، اور تھوڑی دیر میں ملوک نظر آیا۔ اُس نے گھوڑے پر سے اُتر کر کہا، بن اریئس، شیخ الدریم نے تجھے سلام کہا ہے اور درخواست کی ہے کہ تم سوار ہو کر شہر کو آؤ، کیونکہ وہ منتظر ہے۔ بن حور بغیر سوال کئے اُس بڑے خیمے میں گیا جہاں گھوڑے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی الڈری بران گھوڑا ہنہنا کر اُس کی طرف آیا۔ گویا یہ کہتا تھا کہ مجھ پر سوار ہو۔ بن حور نے اُسے خُوب پچکارا، مگر سواری کے واسطے اُسے انتخاب نہ کیا، کیونکہ چوکڑی کے گھوڑے تو اُس کی رائے میں خاص گھوڑ دوڑ کے واسطے مخصُوص تھے۔ بس ایک اور گھوڑے پر زین ڈلوا کر اُس پر سوار ہُوا اور دونوں ملوک اور وُہ شہر کی جانب روانہ ہُوئے۔ دریا کو ایک کشتی میں عبُور کیا اور چکر دے کر تاکہ کوئی شہری اُن کو نہ ملے وُہ سمونائڈس کے مال گودام کے مقابل آ گئے۔ یہاں ملوک نے کہا "کہ اُتر بیٹھے کیونکہ مقام مقصُود پر آ پہنچے ہیں"۔ بن حور نے موقعہ پہچان لیا اور دریافت کیا کہ شیخ کہاں ہے؟ ملوک نے جواب دیا کہ "میرے ہمراہ آیئے اور میں بتاؤں گا"۔ ایک نگہبان نے گھوڑے تھام لئے اور یہ اُتر کر مکان کی ڈیوڑھی پر آ گئے۔ اندر سے کسی نے کہا "خُداوند کے نام پر اندر داخل ہو"۔ ملوک دروازے پر رُک گیا اور بن حور تنہا داخل ہُوا۔ کمرہ وُہی تھا جس میں اوّل مرتبہ



اُس کی سمونائڈس سے ملاقات ہُوئی تھی۔ اُس میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ صرف سمونائڈس کی کُرسی کے پاس پیتل کے ہفت شاخہ آدم قد ڈنڈے پر سات چراغ روشن تھے۔ چند قدم بڑھ کر بن حور ٹھہر گیا۔ کمرے میں تین شخص موجُود تھے جو اُس کے منتظر تھے۔ یعنی سمونائڈس، الدریم اور آستر۔ اُس کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہُوا کہ ان کو مجھ سے کیا کام ہے؟ اور کہ یہ میرے خیرخواہ یا دُشمن ہیں؟ آخرکار اُس کی نگاہ آستر پر ٹھہری جس کی آنکھیں رحم اور ہمدردی سے بھری تھیں۔ اتنے میں سمونائڈس نے کہا۔

"بن حور۔ ہمارے باپ دادوں کے خُداوند خُدا کی سلامتی تُجھ پر ہو۔ میں تجھے سلام کہتا ہُوں" اور تب ذرا تامل کر کے کہا "میں اور میرے متعلقین"۔ سمونائڈس اپنی معمُولی آرام کُرسی پر بیٹھا تھا۔ وُہی شاہی سر، زرد چہرہ، کامل وضع جس کے رُعب سے مہمان اُس کے شکستہ اعضا اور بیڈول جسم کو فراموش کرتے تھے۔ بن حور نے اثر پذیر ہو کر جواب دیا "سمونائڈس۔ تیری پاک سلامتی مجھے قبُول ہے اور جس طرح بیٹا باپ کو جواب دیتا ہے ویسا ہی میرا جواب ہے لیکن میرے اور تیرے درمیان کوئی منافقانہ کلام نہ ہو، بلکہ سب گفتگو صاف ہو"۔

اس پر سمونائڈس نے آستر کی طرف اشارہ کر کے کہا "اے بیٹی آقا کے واسطے کُرسی رکھ"۔

آستر نے لپک کر ایک کُرسی بن حور کے واسطے رکھ دی اور متعجبانہ سمونائڈس سے بن حور کو اور بن حور سے سمونائڈس کو تاکتی رہی۔ ذرا تامل کر کے بن حور نے کُرسی اُٹھا کر سمونائڈس کی کُرسی کے مقابل اُس کے قدموں کے پاس رکھ کر کہا۔ "میں یہاں بیٹھوں گا"۔ تب اُس کی اور آستر کی آنکھیں دو چار ہُوئیں۔ اُس نے

آستر کی آنکھوں میں شکر گزاری اور آستر نے اُس کی نگاہ میں نیازمندی اور تحمل نمایاں دیکھے۔ سموناڈس نے سر جھکایا اور تب آستر سے کہا کہ بیٹی کاغذات لے آ۔ کمرے کی دیواروں میں اکثر طاق تھے جن میں مضبوط کواڑ لگے تھے۔ آستر اُن میں سے ایک کے پاس گئی اور قفل کھول کر چند اوراق جو لپیٹے ہوئے تھے، نکالے اور لاکر اپنے والد کو دیئے۔ سموناڈس نے اوراق کی لپیٹ کھولتے ہوئے کہا "اے بن حور تُو نے خوب کہا کہ میرے اور تیرے درمیان معاملہ صاف صاف ہو۔ میں نے بھی پیش دستی کر کے کُل حساب کتاب مفصل طور پر تیار کر رکھا ہے۔ اس میں میری رائے کے موافق دو امور مشتمل ہیں۔ اوّل تیری جائداد کا حساب۔ دوم تیرا اور ہمارا تعلق۔ اِن دونوں اُمور کی دستاویز میں مفصل کیفیت درج ہے۔ از راہ عنایت اِن کو ملاحظہ فرمائیے۔"

بن حور نے اوراق لے لئے اور تب الدیرم کی جانب نگاہ کی۔ سموناڈس نے کہا "بزرگ شیخ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے، بلکہ دستاویز کے آخر میں تم اُس کے دستخط پاؤگے، کیونکہ ایسی دستاویز پر گواہی ہونی ضروری تھی۔ وہ تیرا خیر خواہ ہے جیسا وہ میرا مددگار رہا ویسا ہی تیرا بھی رہے گا۔"

بن حور نے جواب دیا کہ شیخ کی خیر خواہی سے تو میں بخوبی واقف ہوں اور مجھے ابھی یہ ثابت کرنا ہے کہ میں اُس کی دوستی کے لائق ہوں۔ مگر ان دستاویز کو تو میں بعد میں احتیاط سے پڑھوں گا۔ فی الحال تُو ان کو اپنے پاس رکھ، اور اگر تکلیف نہ ہو تو اِن کا مختصر بیان مجھے زبانی سنا دے۔"

سموناڈس نے پہلا ورق لے کر کہا، "رومیوں سے جو کچھ تیرے والد کا نقد میں بچا سکا وہ اِس میں تفصیل وار درج ہے۔ جائداد تو کچھ نہ بچی تھی کیونکہ رومی قزاقوں نے ضبط کر لی تھی اور نقدی بھی صرف یوں بچ گئی تھی کہ ہمارے



یہودی قاعدے کے مطابق زر نقد کچھ نہ تھا، صرف ہُنڈیاں تھیں جو ہُنڈیاں میں نے روم، اسکندریہ، دمشق، کارتھیج اور ولنشیا غرضیکہ ہر ایک تجارتی شہر سے جمع کیں۔ سو یہودی نقدی کے ایک سو بیس توڑے تھے (ہمارے ملک کے حساب کے موافق تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے کے قریب تھا) اس سرمایہ سے جو میں نے حاصل کیا اُس کا حساب یہ ہے:۔

| | |
|---|---|
| جہاز | ۶۰ توڑے |
| مال جو گودام میں ہے | ۱۱۰ 〃 |
| اونٹ وگھوڑے وغیرہ | ۲۰ 〃 |
| مال جو بازاروں پر آتا ہے | ۷۵ 〃 |
| مال خانے | ۹۰ 〃 |
| ہُنڈی میعادی | ۵۴ 〃 |
| نقدی | ۳۲۴ 〃 |

(۷۳۳ توڑے یا سوا لاکھ اُنسٹھ ہزار روپے)

اس کُل زر میں ایک سو بیس توڑے جو تیرے والد کے تھے جمع کر، تو تیرا کُل سرمایہ آٹھ سو ترپن توڑے ہے (یا بیس لاکھ اُنسٹھ ہزار روپے) یہ سب تیرا ہے اور اے بن حور دُنیا میں سب سے زیادہ تُو تونگر ہے، اور کوئی ایسا امر نہیں جو تیرے واسطے احاطۂ امکان میں نہ ہو۔" اور تب اوراق ترتیب دے کر بن حور کو دیئے۔ وہ تو حیرت زدہ تھا اور نہ جانتا تھا کہ کیا کہے۔ آخر کو بھاری اور رُکھ رُکتی آواز سے بولا "یہ سب تو میرے واسطے آسمان سے گویا ایک نُور اُترا ہے۔ تاہم وہم و وسوسوں اور اندیشوں کی تاریک رات کو جس میں میں کئی برس سے مشغول رہا تھا دُور کرنے میں تو عنقریب نا اُمیدی اور مایوسی کی دلدل میں پھنس گیا تھا لیکن اوّل خداوند کا ہزار ہزار

شکر ہو کہ اُس نے مجھے ترک نہیں کیا اور تب اے سموناڈس میں تیرا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تیری وفاداری اُن دردوں کے جو رد جفا سے قدر میں کہیں زیادہ ہے۔ تو نے کہا کہ کوئی ایسا امر نہیں جو میرے واسطے ناممکن ہے۔ پس کیا ایسے شاندار استحقاق کے موقعہ پر مجھ سے زیادہ کوئی شخص نیاتش ہو سکتا ہے؟ پس اے شیخ الدریم میرا بھی گواہ ہو۔ جو کلام میں اس وقت کہتا ہوں تو اُسے سُن اور اپنے دل کی تختی پر نقش کر اور اے آستر اس نیک شخص کے نیک فرشتے تو بھی کان لگا۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنا داہنا ہاتھ جس میں اوراق تھے سموناڈس کی طرف بڑھایا۔ "جو کچھ مال و متاع اُن دستاویز میں درج ہے، کیا جہاز۔ مکانات اور تجارتی مال۔ کیا اونٹ گھوڑے اور نقدی۔ کُل مال میں اے سموناڈس تجھ کو اور تیری اولاد کو ہمیشہ کے واسطے ہبہ کرتا ہوں۔"

اِس کلام پر آستر آبدیدہ ہو کر مُسکرائی اور الدریم جلدی جلدی اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ صرف سموناڈس با اطمینان رہا۔ بن حُور نے کچھ سنبھل کر پھر کہا "سب کچھ تجھے اور تیری اولاد کو دیتا ہوں۔ صرف شرط یہ ہے کہ ایک سو بیس توڑے جو میرے والد کے تھے وہ تُو مجھے دے دے اور میری والدہ اور ہمشیرہ کی تلاش میں تُو دل و جان سے میری مدد کر۔"

سموناڈس کا جی آمنڈ آیا۔ مگر ضبط کر کے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا "اے بن حُور میں نے تیری طبیعت کی کیفیت معلوم کی اور میں شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ اُس نے ایسی طبیعت کے ساتھ تجھے میرے پاس بھیجا ہے۔ اگر میں نے تیرے والد کی عین حیات اور بعد میں اُس کے نام کی یادگاری کی وفاداری سے خدمت کی تو کیا ممکن ہے کہ میں تیری خدمت میں کوتاہی یا پہلوتہی کروں گا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جو شرط تُو لگاتا ہے، وہ ناممکن ہے۔ تُو نے کُل دستاویز کو نہیں پڑھا ہے۔ اس ضمیمے کو لے اور پڑھ۔"



بن حُور نے ضمیمہ لیا اور پڑھا۔ نقشہ حُور کے غلاموں کا جو سموناڈس جائداد کے کارندے نے پیش کیا۔

۱۔ عُمرہ مصری جو یروشلیم کے محل کی محافظ ہے۔

۲۔ سموناڈس سربراہ کار جو انطاکیہ میں ہے۔

۳۔ آستر سموناڈس کی دُختر۔

بن حُور کے تو وہم میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ شریعت کے موافق بیٹی بھی باپ کے ساتھ غلام رہتی ہے۔ اُس نے جب آستر کو اوّل مرتبہ دیکھا تھا تو اُس وقت ہی سے اُس کے دل میں تو اُس کے لئے محبت پیدا ہو گئی تھی۔ پس اُس نے اُس نازنین کے شرمسار چہرے پر نظر کر کے اور دل کو تھام کر مستقل آواز سے کہا۔

"جس شخص کے پاس چھ سو سے زیادہ توڑے ہوں، وہ فی الواقع دولتمند ہے اور جو چاہے سو کر سکتا ہے مگر نقدی سے زیادہ نایاب اور جائداد سے زیادہ قیمتی وہ عقل و فہم ہے جس نے یہ دولت جمع کی اور وہ دل جس کو اتنی دولت گمراہ نہ کر سکی۔ اے سموناڈس اور تو اے آستر خوف مت کھا۔ الدریم میرا گواہ ہو گا کہ جس وقت مجھ کو یہ اطلاع ہوئی، کہ تم میرے خادم ہو، اُسی دم میں نے تم کو آزاد کر دیا اور جو میں زبان سے کہتا ہوں سو تحریر میں لاؤں گا۔ کیا یہ کافی نہیں ہے؟ کیا میں اور کچھ کر سکتا ہوں؟"

سموناڈس نے کہا "اے بن حُور تُو فی الحقیقت غلامی کو سہل کرتا ہے مگر میں نے غلطی کی۔ بعض امر ایسے ہیں کہ باوجود اتنی دولت کے پھر بھی تُو نہیں کر سکتا ہے۔ تُو شریعت کے مُطابق ہمیں آزاد نہیں کر سکتا۔ میں ہمیشہ کے واسطے تیرا غلام ہوں، کیونکہ ایک روز میں تیرے والد کے ساتھ دروازہ پہ گیا، اور ستاری کا سوراخ

اُب تک میرے کان میں ہے۔"

"کیا میرے والد نے یہ کیا تھا؟"

سموناڈس نے شتابی سے کہا "اُس پر الزام نہ لگا۔ اُس نے اِس قسم کا غلام مجھے اِس واسطے قبول کیا تھا کیونکہ مَیں اس پر بضد ہُوا تھا اور اُس کارروائی سے کبھی نہیں پچھتایا۔ وُہ قیمت مَیں نے اپنی راحیل کے واسطے جو میری بچی کی ماں تھی ادا کی، کیونکہ راحیل آمادہ نہ تھی کہ تا وقتیکہ مَیں اُس کی مانند نہ ہو جاؤں وہ ہرگز میری جورو نہ ہوگی۔"

"کیا وُہ ہمیشہ کے واسطے غلام تھی؟" "ہاں۔"

بن حُور دیر تک مضطرب کمرے میں ٹہلتا رہا۔ تب یکایک رُک گیا اور کہا "مَیں پہلے بھی مالدار تھا۔ مَیں فیاض اریّس کے عطیے سے مالدار ہوگیا۔ اب کثیر دولت ہاتھ آئی ہے اور ساتھ ہی وہ عقل و فہم جس نے اُسے جوڑا۔ کیا اِس سب معاملہ میں خدا کا کوئی خاص مقصد نظر نہیں آتا؟ اے سموناڈس مجھے صلاح دے مجھے راست بات کے معلوم کرنے اور اُس کے عمل میں لانے میں مدد دے۔ میری مدد کر کہ مَیں اپنے خاندان کے لائق ہوں اور جو شریعت کے مطابق تو میرا ہے مَیں حقیقت اور عمل میں تیرا ہُوں گا۔ مَیں موت تک وفادار رہُوں گا۔"

سموناڈس کا چہرہ منور ہوگیا اور وہ بولا "میرے آقا متوفی کے فرزند مَیں مدد کرنے سے زیادہ کرونگا۔ مَیں بدل وجان تیری خدمت کروں گا۔ جسم تو میرا کام کا نہ رہا، وُہ تو تیرے خاندان کی خاطر برباد ہوگیا۔ مگر دل وجان سے مَیں تیری خدمت کروں گا۔ اور اِس پر مَیں خدا کی قربان گاہ اور اُس کی قربانی کی قسم کھاتا ہُوں مگر جو حقیقت میں تُو نے مجھے مقرر کیا ہے۔ باضابطہ بھی اُسے عمل میں لے آ۔"

بن حُور نے جلدی سے کہا "کہ بیان کر۔"



"چونکہ مَیں سربراہ کار ہُوں تو تیری جائداد کی ذمہ داری میری ہوگی۔"

"اپنے تئیں سربراہ کار جان۔ یا تُو تحریر چاہتا ہے؟"

"تیرا کلام کافی ہے۔ تیرے والد نے بھی مجھے اِسی طرح مقرر کیا تھا۔ اب یہ معاملہ کامل طور پر صاف ہوگیا۔" یہ کہہ کر سموناڈس رُک گیا۔

"میری طرف سے تو کامل طور پر فیصل ہوگیا ہے۔"

سموناڈس نے آستر کا ہاتھ اپنے کاندھے پر سے اُٹھا کر کہا "اے راحیل کی بیٹی تُو بھی بول۔" آستر کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور وہ شرما گئی۔ مگر ذرا دیر تامل کرکے وہ بن حور کی طرف آگے بڑھی اور شیریں آواز سے بولی "مَیں اپنی ماں سے بہتر نہیں ہُوں۔ پر اے آقا چونکہ وہ رحلت کر گئی ہیں مجھے اجازت دے کہ اپنے والد کی خدمت کروں۔"

بن حُور نے اُس کا ہاتھ لیا اور کرسی کے پاس لے جا کر کہا "تُو نیک بیٹی ہے۔ اپنی مرضی کے موافق کر۔" اِس کلام پر سموناڈس نے آستر کو گلے سے لگا لیا، اور کچھ عرصے کے واسطے کمرے میں بالکل خاموشی ہوگئی۔

---

# ستائیسواں باب

## سلطنتِ موعودہ

کچھ دیر کے بعد سموناڈس نے سر اُٹھا کر کہا "اے آستر۔ رات بہت ہو چکی مبادا ہم میں سے کوئی تھک جائے قبل اس کے کہ یہ معاملہ ختم ہو۔ پس روٹی کا حکم دے۔"

آستر نے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم روٹی اور کچھ دا ئین لے آیا جو آستر نے ہر ایک کے روبرو پیش کی۔ جب ہر ایک کھانے لگا تو سمونا نڈس نے پھر گفتگو شروع کی۔

"اے نیک آقا میری رائے میں ابھی یہ معاملہ کامل طور پر فیصل نہیں ہوا۔ بعد ازاں میری اور تیری زندگی اُن دو دریاؤں کی مانند رواں ہوگی جن کے پانی مل کر بہتے ہیں مگر میری رائے میں اگر معاملہ صاف ہو جائے تو پانی عمدہ طور پر بہے گا۔ پچھلی مرتبہ جب تم میرے پاس آئے تھے تو ظاہر صورت میں میں نے تمہارے دعوے سے انکار کیا تھا جس دعوے کو اس وقت میں نے پورے طور پر قبول کر لیا ہے۔ مگر حقیقتِ حال ایسا نہ تھا۔ یقین جان کہ ایسا نہ تھا۔ آستر اُس کی گواہ ہے کہ میں نے تجھے پہچان لیا تھا، اور میں نے تجھے ترک نہیں کر دیا تھا۔ اس کا گواہ مُلوک ہے۔"

بن حور یکایک بول اُٹھا "مُلوک"۔

"میری مانند جو شخص اس طرح کرسی سے بندھا ہوا ہو اُس کے واسطے ضرور ہے کہ جس دُنیا سے وہ بے رحمی سے خارج کر دیا گیا ہے، اگر اُسے تحریک دینا چاہے تو دُور اندیش اور ہوشیار آدمی نوکر رکھے۔ ایسے نوکر میرے بہت سے ہیں اور مُلوک اُن سب میں اوّل ہے اور بعض اوقات (اِس موقع پر اُس نے بزرگ شیخ پر نگاہ کی) نیک دل اور بہادر اشخاص مثل الدریم قبائلی سے بھی مدد لیتا ہوں۔ اس سے بھی دریافت کر۔ میں نے تیرا انکار کیا یا تجھے فراموش کیا۔"

بن حور نے شیخ کی طرف نگاہ کر کے کہا۔ "اے نیک الدریم اس نے تجھ سے میری بابت کہا ہے۔" الدریم نے جواب میں اپنا سر ہلا دیا، مگر اُس کی آنکھیں روشن ہوگئی تھیں۔

سمونا نڈس نے کہا "اے میرے آقا کیا بغیر آزمائے ہم کسی آدمی کی نسبت کہہ سکتے ہیں، کہ وہ کس طبیعت کا آدمی ہے۔ میں نے تجھے ضرور پہچانا۔ میں نے



تجھ میں تیرے باپ کی شکل دیکھی مگر مجھے علم نہ تھا کہ تو کس قسم کا آدمی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے واسطے دولت کا مل جانا ایک لعنت ہے۔ ممکن تھا کہ تم بھی ایسے ہوتے۔ پس میں نے مُلوک کو تعینات کیا کہ تیری مفصل کیفیت دریافت کرے۔ گویا وہ میری آنکھیں اور کان تھا۔ اُسے الزام نہ دے۔ وہ تیری نسبت اچھی خبر لایا۔"

بن حور نے دل سے جواب دیا "میں اُسے ملزم نہیں ٹھہراتا۔ تیری نیکی میں حکمت تھی۔"

سوداگر نے درد انگیزی سے کہا "تیرا کلام میرے لئے پسندیدہ بلکہ روح افزا ہے۔ میرے کل شبہات رفع ہوگئے۔ اب خداوند کی مرضی کے موافق اُن دریاؤں کو رواں ہونے دو۔ جس قدر تیری دولت بڑھتی جاتی تھی، مجھے اکثر تعجب آتا تھا، کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ میرے کاروبار میں پروردگار کی خاص عنایت اور شفقت تھی۔ جب بادِ سموم تاجروں کے مال کو دشت میں برباد کرتی تھی، تو میرے اجناسِ تجارت کے اُوپر سے گرد اُڑ کر جاتی تھی۔ وہ بحری طوفان جو اور سوداگروں کے جہازوں کو تباہ کرتے تھے، میرے جہازوں کو جلد تر بندرگاہ میں پہنچا دیتے تھے اور طرفہ تر یہ ماجرا ہے کہ گو میں اس قابل نہ تھا کہ چل پھر کر خود اپنے کاروبار کو دیکھ سکوں، مگر میرے کارندوں میں سے کسی نے مجھ سے بدعہدی یا بے ایمانی نہیں کی۔ کبھی کسی نے میرا مال نہیں مارا۔ غرضیکہ عناصر نے میری مدد کی اور میرے ملازم ہمیشہ وفادار رہے۔"

بن حور نے کہا "یہ بڑی عجیب بات ہے۔"

"یہی میں کہتا تھا اور برابر سوچتا تھا۔ آخر کار میری بھی یہی رائے قائم ہوئی، کہ ان سب معاملوں میں ضرور خداوند کا ہاتھ ہے۔ مگر تمہارے موافق

میرا بھی یہی سوال تھا کہ خُداوند کا مقصد کیا ہے؟ اُس کا کوئی کام بے مطلب نہیں ہوتا۔ مَیں نے اِس امر پر خُوب غور اور خوض کیا اور مجھے یقین ہو گیا جو خُداوند کی مرضی ہے۔ وُہ ضرور کسی نہ کسی وقت اُس کو مُجھ پر ظاہر کر دے گا۔ اور میرا اعتقاد ہے کہ اُس نے اپنی مرضی مُجھ پر روشن کی ہے۔ کیونکہ بہت برس گُذرے کہ مَیں یروشلیم کے شمال کی جانب شہر کے باہر بادشاہوں کے مقبروں کے قریب بیٹھا تھا کہ تین شخص ایسے بڑے سپید اُونٹوں پر جو پاک شہر میں کبھی نظر نہ آئے اِس طرف سے گُذرے۔ یہ تینوں اجنبی تھے۔ اور دُور دراز مُلک سے آئے تھے۔ اِن میں سے پہلے نے رُک کر مُجھ سے یہ بات دریافت کی کہ یہُودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے کہاں ہے اور گویا میری حیرت کو کم کرنے کی نیّت سے یہ بھی کہا کیونکہ ہم نے پُورب میں اُس کا ستارہ دیکھا اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں۔ مَیں اُن کا مطلب نہ سمجھا۔ مگر اُن کے پیچھے پیچھے دمشق کے پھاٹک تک چلا گیا۔ راہ میں جو کوئی اُن کو ملا ہر ایک سے بلکہ پھاٹکوں کے نگہبانوں سے بھی اُنھوں نے یہی سوال پُوچھا اور ہر ایک نے جس نے یہ سوال سُنا، میرے موافق تعجب کیا۔ مگر تم نے بلطشر کو دیکھا ہے؟"

بن حُور نے کہا "اور اُس کی داستان بھی سُنی ہے۔"

سمونائڈس نے بہ آوازِ بلند کہا "مُعجزہ۔ فی الواقع ایک مُعجزہ اے نیک آقا جس وقت اُس نے اپنی داستان مُجھ سے بیان کی تو مجھے ایسا معلوم ہُوا گویا کہ اپنی تمنّا کا جواب سُنتا تھا۔ گویا خُداوند کا مقصد مُجھ پر روشن ہو گیا کہ جب بادشاہ آئے گا تو غریب ہوگا۔ بے کس اور لاچار ہوگا۔ نہ اُس کے ملازم ہوں گے، نہ لاؤ لشکر ہوگا۔ نہ اُس کے شہر نہ قلعہ جات ہوں گے۔ مگر ایک بادشاہت قائم کرے گا، اور رُوم کو تحس نحس کرے گا اور اُسے صفحۂ روزگار سے مٹا ڈالے گا۔ اے آقا دیکھ اور غور کر تُو قوی و توانا ہے۔ تُو نے جنگی قواعد اور ہتھیاروں کی خُوب مشق کی ہے۔ دولت تیرے پاس بہتات سے ہے۔ دیکھ خُداوند نے تجھے موقع دیا ہے۔ کیا ضرور نہیں کہ اُس کا مقصد تیرا مقصد ہو۔ کیا ممکن ہے کہ تجھ سے زیادہ کوئی اقبال مند ہو۔"

بن حُور نے سرگرمی سے دریافت کیا "مگر اُس کی بادشاہت۔ بلطشر تو کہتا ہے کہ اُس کی بادشاہت رُوحوں پر ہو گی۔"

سمونائڈس میں یہُودی فخر زور پر تھا۔ پس اُس نے کچھ نظرِ حقارت سے کہا "اے آقا بلطشر نے بڑی بڑی عجیب باتیں بلکہ مُعجزے دیکھے ہیں۔ جب وُہ اُن کا تذکرہ کرتا ہے تو مَیں اُن کا دل سے یقین کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے وُہ باتیں خُود دیکھی اور سُنی ہیں۔ مگر وُہ تو مصری ہے، اور نو مرید بھی نہیں ہے۔ وُہ تو مُشکل سے اُن مذکوروں سے واقف ہو سکتا ہے، جو خُداوند نے اسرائیل سے کئے ہیں۔ انبیاء کو خُداوند سے الہام ہوتے تھے اور ضرور ہے کہ مَیں اُن پر ایمان لاؤں۔ "اے آستر تورہ تو نے آ" جب آستر کتاب لینے کو گئی تو سوداگر نے اپنی گفتگو یُوں قائم رکھی "اے نیک آقا اُن سب بزرگوں کا مفصّل ذکر کرنا تو ناممکن ہے جو خُداوند نے اپنی دُور اندیشی اور کارسازی سے اسیری کے ختم ہونے پر انبیاء کے بعد اسرائیل کے درمیان بھیجے۔ وُہ غیب دان جنھوں نے کتابیں لکھیں اور لوگوں کو تعلیم دی۔ اُن سے اِس بادشاہ کی نسبت دریافت کر۔ مثلاً حنوک کی کتاب میں جو بھیڑوں کے بادشاہ کا ذکر ہے وُہ کون ہے؟ یہ وُہی بادشاہ ہے جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ اُس میں لکھا ہے۔ ایک تخت اُس کے لئے قائم کیا گیا۔ وُہ زمین کو مارتا اور بادشاہ اپنے تختوں پر لرزاں ہیں اور اسرائیل کے گنہگارے آگ کے غار میں پھینک دیئے گئے ہیں۔" ایسے ہی سلیمان کے مزامیر کا گویا رقمطراز

ہے" اَے خُداوند دیکھ اَور جو وقت تُو جانتا ہے۔ اُس پر شاہ اسرائیل ابن داؤد کو مبعُوث کر، تاکہ وُہ اسرائیل تیرے فرزندوں پر اَے خُدا حکُومت کرے۔ وُہ غیر قوموں کے لوگوں کو اپنے جُوئے کے نیچے لائے گا، تاکہ اُس کی خدمت کریں۔ اَور وُہ راست کار بادشاہ ہوگا جس نے خُدا سے تعلیم پائی ہے ... کیونکہ وُہ ہمیشہ کے واسطے اپنے مُنہ کے کلام سے کُل زمین پر حکُومت کرے گا" اَور پھر عزرا مُوسیٰ ثانی کا کلام سُن جو اُس نے رات کے وقت رویا میں دیکھا اَور اُس سے دریافت کر کہ وُہ شیر ببر کون ہے جس کی انسانی آواز ہے اَور جو عُقاب سے جس کا مطلب رُوم ہے کلام کرتا ہے وُہ کہتا ہے" تُو نے چھُوٹوں سے محبت کی اَور محنت کش کے شہروں کو پامال کیا اَور اُن کی دیواروں کو مُنہدم کیا۔ حالانکہ اُنہوں نے تیرا کُچھ نقصان نہیں کیا۔ اِس لئے دفع ہو تاکہ زمین تازہ دم ہو کر بحال ہو جائے، اَور اُس کے انصاف اَور خُداترسی پر جس نے اُسے خلق کیا اُمید رکھے" اِس کے بعد عقاب پھر نظر نہیں آیا .... اَے آقا یقیناً یہ شہادتیں کافی ہیں لیکن چشمے کے مُنہ کی راہ کھُلی ہُوئی ہے۔ پس اُس کو دیکھیں۔ اَے آستر پہلے تھوڑی دیر دم لے آ" تازہ دم ہو کر سمونا ئدس نے بن حُور سے دریافت کیا" اَے آقا کیا تُو انبیاء پر ایمان لاتا ہے؟ مَیں جانتا ہُوں کہ تُو لاتا ہے۔ کیونکہ تیرے عزیز واقارب کا یہی اعتقاد تھا۔ اَے آستر مُجھے وُہ کتاب دکھا جس میں حضرت یسعیاہ کی رویا ہے" تب اوراق کو کھول کر اُس نے پڑھا" وُہ لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے بڑی روشنی دیکھتے اَور اُن پر جو مَوت کے سائے کے مُلک میں رہتے تھے نُور چمکا .... کیونکہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولّد ہُوا اَور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اَور سلطنت اُس کے کاندھے پر ہوگی۔ ... اُس کی سلطنت کے اقبال اَور سلامتی کی کُچھ انتہا نہ ہوگی۔ وُہ داؤد کے تخت پر اَور اُس کی مملکت پر آج سے لے کر اَبد تک حکُومت کریگی، اَور



عدالت اَور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا" اَے آقا کیا تُو انبیاء پر ایمان لاتا ہے؟ اَے آستر خُداوند کا وُہ کلام دے جو میکاہ نبی کو پہنچا ہے" آستر نے وُہ اَوراق دیئے، اَور اُس نے پڑھا" لیکن تُو اَے بیت اللحم ہرچند کہ تُو یہُوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے، تو بھی تُجھ میں سے وُہ شخص نکل کے مُجھ پاس آئے گا جو اسرائیل میں حاکم ہوگا" یہ وُہی بچّہ تھا جس کو بلطشضر نے غار میں دیکھا اَور سجدہ کیا۔ اَے آقا کیا تُو انبیاء پر ایمان لاتا ہے؟ اَے آستر مُجھے حضرت یرمیاہ کا کلام دے" اُس سے اوراق لے کر سمونائدس نے پڑھا" دیکھ وُہ دن آتے ہیں۔ خُداوند کہتا ہے کہ مَیں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالُوں گا اَور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اَور اقبال مند ہوگا اَور عدالت وصداقت زمین پر کریگا۔ اُس کے دنوں میں یہُوداہ نجات پائے گا اَور اسرائیل سلامتی سے سکُونت کرے گا۔ وُہ بادشاہ کی مانند بادشاہی کرے گا۔ کیا تُو انبیاء پر ایمان لاتا ہے؟ اَے بیٹی اب اُس ابن یہُوداہ کا کلام دے جس میں کوئی عیب نہ تھا" آستر نے دانی ایل کی کتاب دی اَور اُس نے کہا" اَے آقا سُن، مَیں نے رات کی رویتوں کے وسیلے دیکھا اَور کیا دیکھتا ہُوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا ....
اَور تسلط اَور حشمت اَور سلطنت اُسے دی گئی کہ سب قومیں اَور اُمتیں اَور مختلف زبان بولنے والے اُس کی خدمت گذاری کریں۔ اُس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اَور اُس کی مملکت ایسی جو زائل نہ ہوگی۔ اَے آقا کیا تُو انبیاء پر ایمان لاتا ہے؟"

بن حُور نے بہ آوازِ بلند کہا" کافی ہے۔ مَیں ایمان لاتا ہُوں"
سمونائدس نے دریافت کیا" پھر اگر بادشاہ غریبی میں آئے گا تو کیا میرا آقا اپنی تجارت میں سے اُس کی مدد نہ کرے گا؟"

"اُس کی مدد نہ کروں گا؟ اپنی آخری مثقال اور آخری دم تک اُس کی مدد کروں گا۔ مگر اُس کی غریبی کا کیوں ذکر کرتے ہو؟"

سموناڈس نے کہا "اے آقا مجھے خداوند کا وہ کلام دے جو زکریاہ کو آیا ہے۔"

اُس نے تلاش کر کے اوراقِ مطلوبہ دئیے اور تب اُس نے یہ کہہ کر کہ "سنو کہ بادشاہ کس طرح یروشلیم میں داخل ہوگا" اور یہ پڑھا "اے صیہون کی بیٹی تو نہایت خوشی کر۔ اے یروشلیم کی بیٹی تو خوب للکار کہ دیکھ تیرا بادشاہ تجھ پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات دینا اُس کے ذمے ہے۔ وہ فروتن ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر ہاں گدھی کے بچے پر سوار ہے۔"

بن حور باہر کی طرف تاکنے لگا۔ ذرا دیر کے بعد سموناڈس نے دریافت کیا "اے آقا تو کیا دیکھتا ہے؟"

اُس نے اُداسی سے جواب دیا "روم۔ روم اور اُس کا لشکر۔ میں اُن کے کیمپوں میں رہا ہوں۔ میں اُن کو جانتا ہوں۔"

سموناڈس نے کہا "آہ۔ تو بھی بادشاہ کے واسطے لشکروں کا مالک ہوگا، اور اپنے بہادروں کو لاکھوں میں سے انتخاب کرے گا۔ بن حور نے تعجب سے دریافت کیا "کیا لاکھوں سے؟"

اے آقا تجھے معلوم نہیں کہ اسرائیل کیسا قوی ہے۔ تم اُس کی نسبت یہ خیال کرتے ہو کہ وہ ایک غمزدہ ضعیف شخص ہے جو بابل کے دریاؤں کے کنارے روتا ہے، مگر اگلی عیدِ فسح کو یروشلیم کو جا اور دیکھ۔ جو وعدہ خداوند نے یعقوب سے فدان آرام سے آتے کیا تھا، اُس کے موافق یہ قوم بڑھتی رہی۔ ہاں اسیری میں کبھی موقوف نہیں ہوئی۔ اُس کی تعداد مصر کی غلامی میں بھی بڑھتی گئی۔ رومیوں



نے اُن کو عاجز کیا مگر یہ بھی اُن کی ترقی کا باعث ہوا۔ اب فی الواقع وہ گروہ بلکہ گروہوں کی گروہ ہوگئی ہے۔ اے آقا رومی لشکروں کی طرف سے نگاہ پھیر کر اُن ایمانداروں کی گروہ کو شمار کر جو اُس قدیم حکم کے کہ "اے اسرائیل اپنے خیمے کو چل" منتظر ہے۔ اُن کا شمار کر جو فارس، مصر، حبش، ہسپانیہ اور یونان میں ہیں۔ پھر اُن کو گن جو یہاں انطاکیہ میں ہیں یا جو روم کی ناپاک دیواروں کے ملعون سائے میں رہتے ہیں۔ پھر اُن کا شمار کر جو دُنیا کے ہر خطے میں آباد ہیں۔ جب تو نے اُن کُل کی مردم شماری کی ہے، تب تجھ کو معلوم ہوجائے گا کہ کتنے تلوار چلانے والے تجھے مل سکتے ہیں اور دیکھ کہ جو ایک بادشاہت اُس کے واسطے تیار ہے جو تمام دُنیا میں ہاں صیہون اور روم میں عدالت اور صداقت قائم کرے گا، جس کا جواب یہ ہے کہ جو اسرائیل کر سکتا ہے سو یہ بادشاہ کر سکتا ہے۔"

اس تصویر نے حاضرین پر بڑا اثر پیدا کیا۔ شیخ الدریم پر تو اُس نے بگل کی صدا کا سا کام کیا اور اُس نے کھڑے ہو کر بہ آوازِ بلند کہا "کاش کہ میں پھر جوان ہو جاؤں۔"

بن حور خاموش بیٹھا رہا۔ سموناڈس کی گفتگو تو اُس کے واسطے ایک دعوت تھی کہ اپنی جان و مال اُس مخفی وجود پر نثار کر دے جو اُس کی اور پارسا مصری کی اُمید کا مرکز ہے۔ اُس نے تو گویا ایک نامعلوم در کھول دیا جس میں سے بن حور پر یکایک ایک نور روشن ہوگیا۔ بڑی دیر تک وہ غور و فکر میں غلطاں و پیچاں رہا۔ تب یہ سوال کیا "اے سموناڈس۔ جو کچھ تو نے کہا میں یقین کرتا ہوں، کہ بادشاہ آئے گا اور حضرت سلیمان کی مانند اُس کی بادشاہت ہوگی اور میں بھی اپنی جان و مال اُس پر قربان کرنے کو مستعد ہوں مگر پھر کیا؟ کیا ہم اندھوں کی مانند کام کریں۔ کیا ہم بادشاہ کی آمد تک یا جب تک وہ مجھے طلب کرے ہم

اُس کے منتظر رہیں۔ تُم تجربہ کار اور آزمُودہ کار ہو۔ پس تُم جواب دو۔"

سمونا مڈس نے جواب دیا "ہماری مرضی پر تو یہ بات منحصر نہیں ہے۔ یہ خط (یہاں اُس نے میس سلا کا خط دکھایا) کارروائی کرنے کا اشارہ ہے۔ جو اِتحاد میس سلا اور گرمٹس میں ہے ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نہ ہمارے پاس یہاں فوج ہے۔ نہ رُوم میں ہمارا کچھ رسُوخ ہے۔ جو تُم انتظار کرو گے تو وہ تُم کو ہلاک کر دیں گے۔ مجھے دیکھو اور انصاف کرو کہ وہ کیسے رحیم ہیں (اپنے جسم کی حالت یاد کر کے وہ تھرتھرانے لگا) اے نیک آقا تُم ارادے میں مضبوط ہو مگر مجھے یاد ہے کہ جوانی میں دُنیا میرے واسطے کیسی خوشنما تھی۔"

بن حُور نے کہا "تاہم تُم نے اپنے تئیں قُربان کیا۔" "ہاں عشق کی خاطر۔"

"کیا ایسی ہی قوی اور وجہ تحریک نہیں ہوسکتی۔ مثلاً عالی حوصلگی۔"

"بنی اسرائیل کے واسطے عالی حوصلگی ممنُوع ہے۔ لیکن انتقام۔"

اِس پر سمونا مڈس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اور اُس نے کہا "انتقام تو یہُودی کا حق ہے۔ وُہ تو شرع سے جائز ہے۔"

الدریم نے بآوازِ بلند کہا "شُتر بلکہ کُتّا بھی تو بے انصافی کو یاد رکھتا ہے۔" سمونا مڈس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بادشاہ کے واسطے ایک خدمت ہے جو اُس کی آمد کے قبل ہونی چاہیئے۔ اِس میں تو کچھ شُبہ نہیں، کہ اسرائیل اُس کا داہنا ہاتھ ہوگا۔ مگر افسوس کہ وُہ صُلح کا ہاتھ ہوگا جس میں جنگ کی ہوشیاری نہیں ہے۔ اسرائیل کا شمار لاکھوں ہے مگر اُن میں ایک بھی تجربہ کار اور جنگ آزمُودہ نہیں ہے۔ اے بیٹے ضرور ہے کہ کوئی بادشاہ کے داہنے ہاتھ پر قائم ہو، اور جو سب سے عُمدہ طور پر روائی کرے۔ اِس سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟"



یہ سُن کر بن حُور سُرخ ہوگیا مگر اُس نے کہا "میں سمجھا مگر صاف کہہ یہ ایک بات ہے کہ یہ یا وُہ کام کیا جائے مگر کس طور پر کیا جائے یہ دُوسری بات ہے۔"

"شیخ اور تُو اے آقا دونوں سردار ہوگے۔ مگر دونو کا کام علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ میں یہاں رہ کر کاروبار کرتا رہُوں گا اور احتیاط کرُوں گا کہ چشمہ خُشک نہ ہونے پائے۔ تُو یروشلیم اور جنگل کو جا اور اسرائیل کے جوانوں کا شمار کر اور اُن کو دہاکوں اور سینکڑوں میں تقسیم کر کے اُن کے کپتان مُقرّر کر اور اُن کو قواعد اور ہتھیاروں کی مشق سکھا۔ اور ہتھیاروں کو جو میں تیرے واسطے مہیّا کرُوں گا غاروں میں پوشیدہ طور پر جمع کر۔ اوّل مُلک پیریہ سے شرُوع کر کے گلیل کو جا۔ وہاں سے یروشلیم صرف ایک قدم ہے۔ پیریہ میں دشت تیری پُشت پر اور الدریم تیرا مددگار ہوگا۔ وُہ راستوں کی حفاظت کرے گا۔ تاکہ تیرے علم بغیر کوئی گُذرنے نہ پائے۔ شیخ تیری بہت نوع سے امداد کرے گا۔ میں تو صرف خدمتگار کا کام کرُوں گا۔ میں نے الدریم سے سب کچھ انتظام کر لیا ہے۔ اب تُو کیا کہتا ہے؟" بن حُور نے الدریم کی طرف نظر کی۔ عرب نے جواب دیا "اے بن حُور جو وُہ کہتا ہے سو صحیح ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے اور وُہ اُس پر راضی ہے۔ پر اگر تُو چاہے تو میں اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے قسم کھا سکتا ہُوں۔"

سمونا مڈس - الدریم اور آستر تینوں بن حُور کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔ بن حُور نے کچھ رنجیدہ آواز سے کہا "اے سمونا مڈس اور اے فیاض شیخ میں اب بخُوبی سمجھ گیا کہ اِس تجویز کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر میں اِسے قبُول کر کے اُس پر عمل کرُوں تو ضرور ہے کہ اپنے دل چین اور اُمیدوں کو آئندہ کے واسطے جواب دُوں کیونکہ تب تو میں واجب القتل سمجھا جاؤں گا۔ اور رُومی شکاری میرے تعاقب میں ہوں گے، اور لازمی بات ہے کہ شہروں کے نزدیک قبروں میں اور پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لُوں اور سُوکھی روٹی

کھایا کروں ۔ اس کے کہنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے کچھ انکار یا اعتراض ہے ، کیونکہ اب تو کوئی چارہ نہیں اور مجھے منظور ہے کہ جو خدمت تم نے میرے واسطے مقرر کی ہے اُسے قبول کر دوں اور چونکہ یہاں ٹھہرنا میرے لئے ایک ذلیل موت ہوگی ، اس لئے لازمی ہے کہ فوراً کام شروع کر دوں "

سمونا ئدس نے بہ آوازِ بلند کہا "کاش کہ ابراہام کا خدا ہماری مدد کرے "

بن خور نے زندہ دلی سے کہا "اے رفیقو ایک بات ہے کہ آپ کی اجازت سے تماشوں کے بعد تک میں آزاد رہوں گا ۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں سلا میری جان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے ۔ تا وقتیکہ وہ گریٹس رومی حاکم سے جواب نہ پائے اور سات روز سے پہلے وہ جواب نہیں پا سکتا ہے ۔ خواہ کچھ کیوں نہ ہو چوگان کے کھیل سے تو میں ہرگز غیر حاضر نہ ہوں گا "

اس کلام پر الدریم خوش ہوا اور سمونا ئدس نے کہا " یہ اچھی بات ہے ۔ کیونکہ اس اثنا میں میں تمہارے واسطے ایک کام کر سکتا ہوں ۔ تم نے کہا تھا کہ ایرئیس سے تم کو جائداد ملی ہے ۔ کیا وہ حقیقت میں ہے "

در مسینم کے نزدیک ایک دیہاتی تفریحی محل ہے ، اور شہر روم میں مکانات ہیں "

" میری تجویز یہ ہے کہ یہ جائداد فروخت کر کے نقد بنا لیا جائے ۔ مجھے ایک فہرست دو اور میں مختار نامہ تیار کر کے ایک کارندہ کو فوراً روانہ کر دوں گا ۔ اس مرتبہ شاہی خزانوں سے تو ہم پیش دستی کریں گے "

" کل تم کو فہرست اور حساب دے دوں گا ۔ تو اب اس رات کا کام تمام ہوا ۔ آستر روٹی اور داہن لے آ ۔ اور اگر شیخ الدریم یہاں شب باش ہوں گے تو ہم پر شفقت کریں گے اور تو نے آ "



" میرے گھوڑے لے آؤ ، میں واپس جاؤں گا ۔ اس وقت روانہ ہونے میں دشمن کو کچھ معلوم نہ ہوگا ، اور تب الدریم کی طرف نگاہ کر کے کہا " اور چوکڑی مجھے دیکھ کر خوش ہوگی "

پو پھٹنے پر وہ اور ملوک خیمے کے دروازے پر گھوڑوں سے اُترے ۔

---

# اٹھائیسواں باب

## بازی

اگلی رات چوتھی گھڑی کے قریب بن حور آستر کے ہمراہ مال خانے کے بالا خانے پر کھڑا تھا ۔ نیچے گھاٹ پر لوگوں کی ایک تعداد ادھر اُدھر بھاگ کر کام کر رہی تھی ، کیونکہ جہاز پر مال لد رہا تھا ۔ اُسی جہاز پر سمونا ئدس کا ایک کارندہ روم کو روانہ ہونے کو تھا تاکہ وہاں بن حور کی جائداد کو فروخت کر آئے ۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بن حور نے آستر سے سوال کیا کہ " کیا تم نے روم کا شہر دیکھا ہے ؟" جب اُس نے انکار کیا تو اُس نے پھر دریافت کیا کہ " تم دیکھنا چاہتی ہو ؟" آستر نے پھر انکار کیا ۔ جب اُس سے استفسار کیا گیا کہ کیا وجہ ہے تو آستر نے تھرتھراتی آواز سے کہا کہ " مجھے روم کے شہر سے خوف آتا ہے " ۔ بن حور نے اُس کے چہرے پر محبت آمیز نگاہ کی ، کیونکہ اُسے اپنی ہمشیرہ یاد آگئی ۔ اس لئے کہ جس روز گریٹس رومی حاکم کے چوٹ لگی تھی اور اُس پر مصیبت آئی تھی تو وہ اسی طرح

ترشہ کے ہمراہ کوٹھے پر کھڑا تھا، اور اسی خیال سے اُس کے دل میں آستر کی طرف محبت پیدا ہوگئی۔ آستر نے دھیمی آواز سے یہ بھی کہا "رُوم کے متعلق مجھے کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اُس شہر میں محلّات دلپسند ہیں اور اُس کی آبادی گنجان ہے۔ میرے واسطے تو وُہ ایک عجائب المخلوق ہے جس کے قبضے میں دُنیا کی سب سے خوشنما سرزمین ہے۔ اور جو لوگوں کو تباہ اور ہلاک کرنے کے واسطے پھُسلا کر اپنی طرف بُلاتا ہے۔ ایک عجائب المخلوق جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ایک درندہ جانور جو خُون سے خُوب سیر ہے۔ کیوں؟" یہ کہہ کر وُہ رُک گئی۔ مگر بن حُور نے جو صدمہ اُٹھایا کر زیادہ ہوئے۔ اُس نے زیادہ نزدیک آکر اور اُس کے چہرے کی طرف پیار کی نگاہ کرکے دریافت کیا۔ "تُم کیوں اُسے اپنا دُشمن بناتے ہو؟ کیوں اُس سے صُلح نہیں کر لیتے تاکہ آرام سے زندگی بسر کرو۔ تُم نے بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ جو پھندے دُشمن نے بچھائے تھے، اُن سے تُم بچ نکلے۔ رنج و الم نے تمہاری جوانی کو خراب کیا ہے۔ تو کیا مناسب ہے کہ عُمر کے باقی حصّے کو بھی اُسی کی نذر کرو؟"

بن حُور نے اُس کی جانب سر جُھکا کر نرم آواز سے دریافت کیا "اے آستر تُم کیا چاہتی ہو کہ میں کروں؟"

آستر نے کچھ تامّل کرکے یہ سوال کیا "کیا رُوم کے پاس جو تمہاری جائداد ہے، وُہ رہنے کا مکان ہے؟" "ہاں"۔ "کیا وُہ خوشنما مکان ہے؟" "ایک محل ہے جو باغات کے درمیان واقع ہے۔ اُس کے اندر اور باہر فوارے ہیں، جابجا گوشوں میں سنگی مُورتیں نصب ہیں۔ اُس کے چوگرد پہاڑیوں پر تاکستان لگے ہوئے ہیں۔ دُور سے سمندر بھی خُوب نظر آتا ہے۔ نزدیک ہی قیصر کا ایک دیہاتی محل ہے۔ مگر رُوم کے باشندوں کی رائے میں میرا محل زیادہ خوشنما اور خوبصورت ہے۔"

"کیا وہاں بہت شور و غل تو نہیں ہوتا ہے؟"



"نہیں" "مگر یہ سوال کیوں کیا؟" "اے نیک آقا۔"

"اے آستر یہ نہیں۔ مجھے آقا مت کہہ۔ دوست بلکہ اگر چاہے تو بھائی کہہ میں تیرا آقا نہیں ہوں اور نہ ہرگز ہوں گا۔ مجھے بھائی کہہ۔" آستر کا چہرہ خوشی سے بشاش ہوگیا اور اُس کی آنکھیں شادمانی سے روشن ہوگئیں۔ مگر کچھ تامّل کرکے کہا "یہ طبیعت میری سمجھ میں نہیں آتی جو ایسی زندگی کو ترجیح دیتی ہے جو......"

بن حُور نے فقرہ یُوں ختم کیا "جو سرزوری بلکہ خُون ریزی کی ہو؟"

آستر نے کہا "ہاں وُہ طبیعت جو ایسی زندگی کو اُس زندگی پر جو دیہاتی محل میں آرام و آسائش سے بسر ہوسکتی ہے، ترجیح دیتی ہے۔"

"آستر تُم غلطی کرتی ہو۔ اس میں میری مرضی کا کوئی سوال نہیں۔ افسوس رُوم ایسا مہربان نہیں ہے۔ میں تو مجبوراً یہ کرتا ہوں۔ یہاں توقف کرنا موت ہے اور اگر میں رُوم کو جاؤں تو بھی نتیجہ یہی ہوگا یا زہر کے پیالے سے یا قاتل کے تیر سے مارا جاؤنگا اور نہیں تو جھوٹی قسم کھا کر کے حاکم سے قتل کا فتویٰ مجھ پر دلوا دیں گے۔ میسیلا اور گریٹس میرے والد بزرگوار کی جائداد لُوٹ کر مالدار ہوگئے ہیں۔ اور اب اُسے اپنے قبضہ میں قائم رکھنا اُن کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ آپس میں راضی نامہ ہونا ناممکن ہے کیونکہ اس صورت میں اُن کو میرے دعوے کا اقبال کرنا ہوگا۔ آستر تاوقتیکہ میرے عزیزوں کا پتہ نہ لگے، میرے لئے یہ انہونی بات ہے کہ میں آرام کی زندگی بسر کروں۔ اگر خوش قسمتی سے وُہ مجھے مل جائیں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ اُن کو بڑے تصدیعے اُٹھانے پڑے تو کیا مجرموں کو سزا دینی نہ چاہیئے۔ اور اگر ظلم سے وُہ ہلاک ہوئے تو کیا قاتلوں کو چھوڑ دینا چاہیئے؟

اس فکر میں مجھے رات کو بہت کم نیند آتی ہے۔"

آستر نے تھرتھراتی آواز سے دریافت کیا "تو کیا یہ معاملہ ایسا خراب ہے۔"

کیا اس کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا؟"

بن حُور نے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا "کیا تم کو میری بڑی فکر ہے؟" اُس نے سادگی سے جواب دیا کہ "ہاں" اِس پر بن حُور نے اُس کے ہاتھ پر بوسہ دے کر کہا۔

"استر تم میرے واسطے دُوسری ترضہ ہوگی"

"ترضہ کون ہے؟" "میری چھوٹی بہن جس کو رُومیوں نے مجھ سے چھین لیا۔ اور ضرور ہے کہ میں اُسے پھر پاؤں ورنہ آرام اور خوشی میرے واسطے حرام ہیں"

اتنے میں بالاخانے پر مشعل کی روشنی نظر آئی اور دونوں نے دیکھا کہ ملازم سمونائڈس کی کُرسی دھکیل کر لا رہے ہیں۔ دونوں اُس کی طرف گئے۔ سمونائڈس نے خاص کارندے کو بن حُور کی جائداد کی نسبت جو رُوم میں تھی تحریری ہدایت سپرد کی اور جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اب تو بن حُور آنے والے بادشاہ کی خدمت میں یُوں شامل ہو گیا کہ کسی نوع سے نکل نہیں سکتا تھا۔

تماشے سے ایک روز پہلے دوپہر کے بعد شیخ الدریم نے اپنے خیمے اُکھاڑے اور جو اسباب گھوڑ دوڑ کے لئے ضروری تھا، اُسی کو چوگان کے نزدیک لا کر ایک وسیع خیمے میں رکھا۔ باقی کُل سامان اپنے وطن کو روانہ کر دیا کیونکہ اُس کو اور بن حُور کو بخوبی معلوم تھا کہ میس سلا کا رُومی دربار میں بڑا رسوخ ہے۔ گو وہ یہ بھی جانتے تھے کہ چوگان کی گھوڑ دوڑ کے بعد تک میس سلا ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے گا۔ اگر اس میں شکست پائے گا علی الخصوص اگر بن حُور سے ہارے گا تو جو کچھ وہ کر سکتا ہے فوراً ہی کرنا شروع کر دے گا۔ ممکن ہے کہ گریٹس کی صلاح کا بھی انتظار نہ کرے۔ پس اُنھوں نے بھی ایسا ہی انتظام کیا۔ ملوک نے آ کر شیخ کو ایک کاغذ دیا اور کہا "یہ نوٹس چوگان کے منتظموں نے مشتہر کیا ہے۔



اِس میں تیری چوکڑی کا نام درج ہے، اور دوڑ کا انتظار کئے بغیر اے شیخ میں فتح کی تجھے مُبارکباد کہتا ہوں" اور تب بن حُور کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے بن ایریس تجھے بھی مُبارکباد دیتا ہوں۔ اب کوئی وجہ باقی نہیں ہے جس سے تُو میس سلا کا مقابلہ نہ کرے۔ دوڑ کی کُل ابتدائی شرائط پُوری کر دی گئیں، بلکہ منتظم اعلیٰ نے خود اُس کا مجھے یقین دلا دیا ہے"

بن حُور نے کہا "ملوک میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں"

ملوک بولا "تمہاری وردی کا رنگ سپید اور میس سلا کا قرمزی اور طلائی ہے۔ لوگ بازار میں سپید فیتے فروخت کر رہے ہیں۔ کل کے روز شہر کا ہر ایک عرب اور یہودی سپید فیتہ لگائے ہوگا۔ بلکہ میں نے چھ ہزار مثقال چاندی کی شرطیں لگائی ہیں۔ حالانکہ میں نے جو یہودی ہوں یہ ناجائز کام کیا ہے، مگر یہ موقع ایسا ہی ہے"

بن حُور نے کہا "اے ملوک بازی الدریم اور میس سلا کی چوکڑیوں کے درمیان لگا"

ملوک نے کچھ دیر سوچ کر کے کہا "مگر اس سے تیرا مقصد بالکل صاف ظاہر ہو جائے گا"

ملوک میں تو یہی چاہتا ہوں۔ میرا یہی مقصد ہے کہ بازی سے ہی میس سلا کو تباہ کر دوں، اور گھوڑ دوڑ میں اُسے شکست دُوں۔ بھلا باپ یعقوب اِس سے ناراض نہ ہوگا"

"جیسا تو چاہتا ہے ایسا ہی ہوگا"

"سُن اے ملوک۔ توڑوں کی بازی لگا جہاں تک میس سلا سے بازی لگ سکے۔ پانچ دس بلکہ بیس توڑے لگا دے، اور اگر تجھے ضمانت کی ضرورت ہے تو

سمونانڈس کے پاس جا اور اُس سے کہہ بیری بھی منتا ہے " اور ہمارے باپ دادوں کا خُدا ہماری طرف ہووے۔ ملوک یہ بھی خیال رکھ کہ گھوڑ دوڑ کے وقت نفخ کے پھاٹک کے پاس ہی تُو کھڑا ہونا اور دَوڑ کو خُوب غور سے دیکھنا " اس موقع پر المدیم نے نوشس کا کاغذ بن حُور کو دکھایا۔ اُس میں چھ چوکڑیاں درج تھیں، اور ایک لاکھ روپے کا انعام اور سبز پتّوں کا ایک تاج مقرر تھا۔ فہرست میں چوکڑی کے مالک کا نام۔ گھوڑوں کے رنگ اور سوار کا نام اور اُس کی وردی کا رنگ درج تھا۔ چنانچہ شیخ کی چوکڑی کی یہ کیفیت لکھی تھی۔ المدیم وشت کے شیخ کی چوکڑی۔ کمید رنگ۔ اُن کی اوّل دَوڑ۔ بن حُور ایک یہودی سوار۔ وردی کا رنگ سپید۔

" بن حُور۔ یہودی سوار۔ ایرٹیس کی بجائے یہ نام کیونکر درج ہُوا ؟" مسوچ کر دونوں نے معلوم کیا کہ یہ میس سلا کی کارروائی ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس جہاز میں بن حُور رُوم سے انطاکیہ کو آیا تھا اُس میں ایک ضعیف یہودی بھی مُسافر تھا جس نے بہت سی خبریں بن حُور کو بتائی تھیں اُس کا نام سنبلط تھا۔ یہ شخص فوج کا گماشتہ اور رُوم میں سکُونت کرتا تھا۔ اُس کے ذریعہ ملوک نے میس سلا سے بازی لگائی۔ میس سلا نے اپنی کُل جائداد کا ہر ایک حصّہ بن حُور کے خلاف بازی میں لگا دیا۔ اُسے اپنی جیت کا ایسا بھروسہ تھا کہ سنبلط کے چھ گُنا دینے پر خُوش تھا۔ چنانچہ بہت سے شریف زادوں رئیس زادوں اور دیگر اہلکاروں کے رُوبرُو ایک یادداشت بدیں مضمون تحریر کی گئی۔

" رتھ کی دَوڑ۔ میس سلا رُومی نے سنبلط متوطن رُوم سے بازی لگائی، کہ وُہ بن حُور یہودی کو رتھ کی دَوڑ میں شکست دے گا۔ بازی کی رقم بیس توڑے ہیں۔ سنبلط کو چھ گُنا دے گا "

جب شرط تحریر ہو گئی تو میس سلا نے نزدیک آکر اور تمسخر سے ہنس کر کہا " مگر اے یہودی تیرے پاس بیس توڑے ہیں بھی یا نہیں۔ اس کا ثبوت تو دے۔"

سنبلط نے ایک کاغذ نکال کر کہا " اسے پڑھ لے"۔ میس سلا نے کاغذ لے کر پڑھا جس پر یہ لکھا تھا " مقام انطاکیہ۔ ماہ طمس کی سولہ تاریخ۔ سنبلط متوطن رُومی کے پچاس توڑے رُومی سکّہ میری کوٹھی میں جمع ہیں۔ سمونائڈس "

پچاس توڑے سُن کر حاضرین بڑے حیرت زدہ ہُوئے، بلکہ ایک نے کہا " جعلی تحریر ہے۔ یہ یہودی جھُوٹا ہے۔ سوا قیصر کے کس کے پاس پچاس توڑے ہیں؟" مگر میس سلا نے سب کو خاموش کر دیا۔ سنبلط نے ایک اور رُومی رئیس زادے سے پانچ توڑوں کی بازی لگا کر تحریر دے دی۔ رات کو اتنی بھاری بازی کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ جب بن حُور کو اس کی اطلاع ہُوئی ہوئی تو بڑا دلشاد ہُوا اور رات کو بڑی میٹھی نیند سویا۔

---

# اُنتیسواں باب

## دَوڑ

آخرکار دَوڑ کا دن آپہنچا۔ ایک لاکھ سے زیادہ تماشبین چوگان میں جمع ہُوئے۔ جو ہار جیت کا موقع تھا وہاں ایک بہت بڑا وسیع اور اُونچا چبُوترہ تیار کیا گیا تھا

اور اُس کے اوپر عمدہ اور قیمتی سائبان اور شامیانے لگائے گئے تھے، اور ایک بلند کرسی پر رُومی حاکم بڑے جاہ و جلال کے ساتھ آکر بیٹھا۔ اور اُس کے دو طرفہ رئیس اور شریف زادے اور شریف زادیاں بالترتیب صفوں میں بیٹھے تھے۔
سمونائدس اور شیخ الدریم بھی ایک عمدہ طور پہ بیٹھے تھے جہاں سے دوڑ بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ اُن کے ہمراہ بزرگ بلطسر اور اُس کی بیٹی اور آستر بھی تھے۔
ملوک بار بار بازیوں کی خبریں لاکر سُناتا تھا۔ دوڑ سات چکّر کی تھی کہ جو آخری چکّر میں سب سے آگے آئے وُہی فتحیاب مانا جائے۔ چکّروں کے شمار کے واسطے جیت کے ستُون کے اُوپر سات چوبی گولے اور سات مچھلیاں رکھی تھیں۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ جب چوکڑیاں ایک چکّر دے لیں تو ایک گولا اور ایک مچھلی اُتارلی جائے گی، اور یُوں چکّروں کا شمار کیا جائے گا۔ تین بجے چوکڑیوں کی دوڑ شرُوع ہوگئی۔ کچھ ضرُور نہیں کہ دوڑ کا مفصّل بیان کیا جائے اتنا کہنا کافی ہے کہ اوّل ہی چکّر میں ایک رتھ ٹُوٹ گیا اور اُس کا سوار گھوڑے کے سمُوں کے نیچے آگیا۔ دُوسرے چکّر میں بن حُور جو دوڑ کے پرلے سرے پر تھا موقع پاکر اپنا رتھ میس سلا کے برابر لے آیا۔ میس سلا نے اُسے پہچان کر اپنا چابک پھرایا اور بہ آواز بلند کہا ”عشق کا دیوتا پست ہو اور جلا دیو فلک بلند ہو“ دوبارہ بھی آواز بلند کی۔ اور بن حُور کی چوکڑی پر زور سے چابک کا ہاتھ مارا۔ چابک کا لگنا تھا، کہ چوکڑی سرپٹ ہوگئی کیونکہ اُن سے سوا محبّت کے بن حُور نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا۔ تماشبین اِس معاملہ کو دیکھ کر نہایت متعجّب ہوئے۔ بن حُور کے خیر خواہ تو ایسے طیش میں آئے کہ ممکن تھا کہ کچھ کر گذرتے مگر ملوک نے سب کو روکا۔ پانچویں چکّر میں تین چوکڑیاں پیچھے رہ گئیں۔ اب صرف میس سلا اور بن حُور کی چوکڑیوں کے درمیان دوڑ تھی۔ جس وقت



آخری چکّر شرُوع ہُوا تو بن حُور نے اپنی چوکڑی کی راس ڈھیلی کردی اور چابک کا اشارہ دیا۔ چوکڑی نے ہرن کی مانند لمبیاں لمبی شرُوع کیں۔ ایک آن میں اِس صُورت سے گویا کہ اتفاقیہ امر ہو بن حُور نے میس سلا کے رتھ کے برابر آکر اپنا رتھ اُس کے رتھ سے ٹکرا دیا۔ ٹکر کا لگنا تھا کہ میس سلا کا رتھ پاش پاش ہوگیا، اور میس سلا اپنی چوکڑی کے درمیان جا پڑا۔ پیچھے سے ایک رتھ ایسی تیزی سے آیا کہ میس سلا چوکڑی کے نیچے آگیا۔ لوگوں نے تو سمجھا کہ وُہ مارا گیا۔ مگر مرا تو نہیں، مگر سخت زخمی ہُوا اور بن حُور نے فتح پائی۔ ملوک نے اپنی جگہ سے بن حُور کی چالاکی کو بخوبی دیکھا۔ قاعدے کے موافق جس وقت وُہ فتح کے پھاٹک سے گذرا تو ایک انبوہ اُس کے گرد مُبارکباد دینے کو جمع ہوگیا۔

دوڑ کے آخر ہونے پر رُومی حاکم اپنی کُرسی سے اُٹھ کھڑا ہُوا، اور تماشبینوں نے معلُوم کیا کہ اب تماشا ختم ہوگیا۔ پس سب نے چلنا شرُوع کر دیا۔ بن حُور شیخ کے ہمراہ اُس کے خیمے میں آیا، کیونکہ اُن کا ارادہ تھا کہ آدھی رات کو دمشق کی طرف روانہ ہو جائیں۔ شیخ لقصد ہُوا کہ بن حُور اس فتح کے صلے میں اُس سے انعام واکرام قبُول کرے۔ مگر جتنا شیخ اصرار کرتا تھا، اُتنا بن حُور انکار کرتا تھا۔ آخر کار اُس نے کہا ”اَے شیخ کیا تُم دل وجان سے میرے خیرخواہ نہیں ہو۔ اپنی قُوّت اور قُدرت کو اُس بادشاہ کے واسطے جو آنے والا ہے جمع رکھ۔ کون جانے کہ یہ مجھے اُسی کی خاطر دی گئی ہو جس کام کے واسطے میں تیار ہُوں۔ اُس میں تیری امداد کی مجھے بڑی ضرُورت ہوگی۔ اور اُس وقت میں جو کچھ چاہُوں گا بلا تامّل تُجھ سے مانگ سکوں گا۔“
اثنائے گفتگو میں دو قاصد آئے۔ ایک تو ملوک اور ایک اجنبی تھا۔

اوّل ملوک بلایا گیا۔ اُس نے پہلے بڑی خوشی سے مبارک باد دی اور تب کہا کہ "سموناطس نے مجھے بھیجا ہے کہ تم کو اطلاع دُوں کہ گو رُومی فریق نے انعام کی نقدی دینے میں بہت سے اعتراض کئے لیکن آخر کو انعام تمہارے لئے وصول ہو گیا ہے۔ مگر جب سنبلط نے اپنی بازی کے روپے کا تقاضا کیا تو رُومیوں نے رُومی حاکم کے رُوبرُو اپیل کی اور اُس کے اِس معاملے کو قیصر کے پاس فیصلے کے واسطے بھیج دیا ہے۔ لیکن اِس امر کا تمام شہر میں چرچا ہو رہا ہے۔"

اِس پر بن حُر نے سوال کیا "کیا میس سلا نے بازی کا روپیہ ادا کیا؟"

"میس سلا نے انکار تو کیا مگر سنبلط نے بھی رُومی حاکم کے رُوبرُو اپیل کی ہے اور ابھی معاملہ زیرِ تجویز ہے۔"

"مگر سموناطس کیا کہتا ہے؟" "میرا مالک ہنستا ہے اور بڑا دلشاد ہے اگر میس سلا بازی کا روپیہ ادا کریگا تو بالکل تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر ادا نہ کریگا تو اُس کی آبرو اُتر جائے گی، اور وہ سب لوگوں میں بے عزت اور بدنام ہو جائیگا۔ اس لئے سموناطس کہتا ہے کہ اس کی فکر نہ کر کیونکہ میس سلا ضرور روپیہ ادا کریگا۔"

الدریم نے خوشی سے ہاتھ مل کر کہا۔ "اب ہم روانہ ہو دیں۔ سموناطس سب کچھ درست کرے گا۔ نام اور فخر ہمارا ہے۔ میں گھوڑوں پر زین ڈالنے کا حکم دیتا ہُوں۔"

ملوک نے کہا۔ "ذرا تامّل کیجئے۔ کیونکہ ایک اجنبی قاصد باہر انتظار کرتا ہے۔ کیا میں اُسے بُلاؤں؟"

"اللہ جل شانہٗ۔ میں تو بھول گیا تھا۔" ملوک باہر سے ایک خوشرو نوجوان کو بلا لایا۔ اُس نے گھٹنہ ٹیک کر کہا۔ "بزرگ بلطسر کی بیٹی ایرس نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ کی فتح پر آپ کو مبارک باد دُوں۔"



"میرے دوست کی بیٹی مہربانی کرتی ہے۔ میری طرف سے اُسے یہ تحفہ دینا۔" اور ایک قیمتی انگشتری اپنی اُنگلی سے اُتار کر اُس نوجوان کو دی۔ اُس نے کہا کہ "اُنہوں نے مجھے یہ بھی حکم دیا تھا کہ تجھ سے یہ درخواست کروں کہ تو جوان بن حُر کو یہ پیغام پہنچا دے کہ بزرگ بلطسر چند روز کے واسطے ایدرنی کے محل میں مقیم ہے اور اگر بن حُر کل چار گھڑی کے قریب اُس کی ملاقات کو آئیگا تو وہ خوش ہوگی۔" الدریم نے بن حُر کی طرف نگاہ کر کے کہا "تو کیا کہتا ہے؟" "اے شیخ اگر تُو اجازت دے تو میں خوشرو مصری کی ملاقات کو جاؤنگا۔" الدریم نے ہنس کر کہا کیا نوجوان اپنی جوانی کا لطف نہ اُٹھائے۔ اور بن حُر نے قاصد سے کہا "جا اور جس نے تجھے بھیجا ہے اُس سے کہہ کہ مقررہ وقت پر میں حاضر ہُوں گا۔"

نوجوان سلام کر کے رُخصت ہُوا۔ آدھی رات کو الدریم نے دشت کی راہ لی۔ مگر ایک گھوڑا اور ایک رہنما بن حُر کے واسطے چھوڑ گیا۔

دُوسرے دن وعدے کے مُطابق بن حُر ایدرنی کے محل کو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو پھاٹک کھلا پا کر بے دھڑک اندر گھس گیا اور زینے پر چڑھ کر محل میں داخل ہُوا، مگر کوئی ملازم نظر نہ آیا۔ یہ خیال کر کے کہ نوکر اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے وہ اندر کے کمرے میں جو بڑا وسیع اور آراستہ تھا اور جس کا دروازہ یکایک اُس کے واسطے کھل گیا داخل ہُوا۔ اُس کا اندر قدم رکھنا تھا کہ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اس پر اُسے بڑا تعجب ہُوا۔ مگر کسی قسم کا شبہ ابھی اُس کے دل میں پیدا نہیں ہُوا۔ بلکہ یہ خیال کرتا تھا کہ جس وقت ایرس مصری نازنین آئے گی تو دروازہ کھل جائے گا۔ اُسی فکر میں تھوڑی دیر ایک کرسی پر بیٹھا رہا۔ ذرا دیر میں بھاری قدموں کی آواز آئی اور جب دروازہ کھلا تو دو قوی ہیکل آدمی اندر آئے۔ اب تو یہ

سمجھ گیا کہ کسی پھندے میں پھنس گیا ہوں جس سے ممکن ہے کہ شاید زندہ نہ بچ سکوں۔ پس مقابلہ کرنے کو مستعد ہو کر سوال کیا کہ "تم کون ہو؟" دونوں میں جو سردار معلوم ہوتا تھا، اُس نے ہنس کر جواب دیا کہ "ہم وحشی ہیں۔"

"یہ ابدرنی کا محل ہے۔ تم کو کس کی تلاش ہے؟ دُور کھڑے رہ کر جواب دو۔" وحشی نے رُک کر پوچھا کہ "تم کون ہو؟" "رُومی۔" "کیا کوئی دیوتا یہودی کو رُومی بنا سکتا ہے۔" اس عرصے میں بن حُور نے دونوں وحشیوں کو خوب غور سے دیکھ لیا اور اُن میں سے ایک کو پہچان کر دریافت کیا، "تم تھارڈ شمالی ہو اور تم رُوم میں اکھاڑے کے اُستاد تھے اور میں تمہارا شاگرد ہوں۔"

تھارڈ نے جواب دیا: "میں نے اپنی زندگی میں کسی یہودی کو جنگی نہیں بنایا۔" "مگر میں اپنے کلام کو ثابت کر سکتا ہوں۔" "کیونکر؟" "تم یہاں مجھے قتل کرنے کو آئے ہو؟"

"یہ سچ ہے۔" "تم اپنے ہمراہی کو مجھ سے کُشتی کرنے دو اور تب تم کو ثابت ہو جائے گا۔" تھارڈ نے اپنی زبان میں اپنے ہمراہی سے کچھ بات کی۔ اس نے رضامندی ظاہر کی اور کُشتی کرنے کو تیار ہو گیا۔ کوئی دس منٹ تک دونوں نے خوب زور کیا۔ پھر بن حُور نے موقع پا کر اور اُسے کمر سے پکڑ کر اور سر سے اُونچے اُٹھا کر زمین پر ایسا دے مارا کہ وہ چاروں شانے چت فرش پر گرا اور اُس کا دم فنا ہو گیا۔ تھارڈ لپک کر بن حُور کے پاس آیا اور کہا "یہ تو میرا ہی پیچ تھا جو تم نے کیا۔ تم تو یہودی نہیں ہو۔ تم تو یہودی نہیں ہو۔ تم کون ہو؟" "کوینٹس اریئس رُومی حاکم کو جانتے تھے؟" "کوینٹس اریئس وہ تو میرا مربی تھا۔ اُس کا ایک بیٹا تھا۔" "ہاں! میں اُس سے خوب واقف تھا۔ وہ تو میرا شاگرد تھا۔" "میں اریئس کا بیٹا ہوں۔" "مگر اُس نے تو مجھ سے کہا تھا



کہ یہاں ایک یہودی مجھے ملے گا جس کے قتل کرنے سے دیوتا خوش ہوں گے۔"

"کس نے تم سے یہ کہا تھا؟" "میسلا نے۔" "تھارڈ یہ کب کہا تھا؟" "کل رات۔" "میں نے تو سنا تھا کہ وہ سخت زخمی ہوا ہے۔" "وہ اپنی زندگی میں تو پھر چل پھر نہ سکے گا۔ اُس نے اپنے پلنگ پر پڑے پڑے یہ کہا تھا۔" "اُس نے کتنا روپیہ تجھے دینا کیا تھا؟" "ایک ہزار۔" "یہ روپیہ میں تجھے دوں گا، اور اگر تو میری بات پر رضامند ہو گا تو چار ہزار روپے تجھے اور دوں گا۔" تھارڈ نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور بن حُور نے کہا "تمہارا ہمراہی میرا ہم شکل ہے۔ میں اپنے کپڑے اُتار کر اُسے پہنائے دیتا ہوں، اور اُس کے آپ پہنتا ہوں۔ تب ہم دونو دروازے بند کر کے ساتھ ساتھ باہر نکل جائیں گے اور تم جا کر میسلا کو کہہ دو، کہ میں یہودی کو مار آیا ہوں۔" یہ کہہ کر بن حُور نے مُردے کے کپڑے آپ پہن لئے اور اپنے اُس کو پہنا دئے اور تھارڈ کو وعدے کے مطابق نقدی دے دی۔ تھارڈ خوش خوش بن حُور کے ہمراہ محل سے باہر نکل گیا۔ بن حُور نے سمونائڈس کے مکان کی راہ لی۔ راہ میں سوچتا جاتا تھا کہ اگر تھارڈ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور میسلا کو رپورٹ کر دی تو اُسے ضرور یقین ہو جائے گا کہ اس مرتبہ میں زندہ نہیں بچا ہوں۔ اور میری طرف سے بے فکر ہو جائے گا۔ سمونائڈس کے مکان پہنچ کر اُسے کل کیفیت کہہ سنائی اور یہ رائے قائم کی گئی کہ چند روز کے بعد بن حُور کی تلاش کی جائے۔ بلکہ رُومی حاکم کو بھی اس کی رپورٹ کی جائے۔ جب اُس کا پتہ نہ لگے گا تو میسلا اور گریٹس بڑے خوش ہوں گے۔ وداع کے وقت آستر دروازے کے باہر زینے تک بن حُور کے ہمراہ آئی۔ اُس نے کہا "اب میں یروشلیم کو جاؤں گا اور اے آستر اگر میری والدہ مل گئی تو تُو اُس سے ملنے کے واسطے یروشلیم

کو ضرور آنا، اور تم ترفہ کی بہن ہوگی۔" یہ کہہ کر اُس نے اُس کا بوسہ لیا اور رُخصت ہو کر دشت کی راہ لی۔ رات کو سمرناندس نے پوشیدہ طور پر وحشی کی لاش دفن کرا دی اور مِسّلا کے نام سے ایک قاصد گریٹس حاکم کی طرف روانہ کیا، تاکہ اُسے بن حُور کے مارے جانے کی خبر دے۔

---

# تیسواں باب

## دو قیدی

جس رات بن حُور روانہ ہُوا کہ شیخ الدریم کے پاس دشت میں جائے، اُس سے تیس دن کے عرصے میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہُوئی جو اُس کے بڑے موافقِ حال تھی۔ قیصر نے ویلریس گریٹس کو واپس رُوم کو طلب کر لیا، اور پنطس پیلاطس اُس کی جگہ مُقرّر ہُوا۔ اِس امر کی نسبت لوگ بڑے فکرمند تھے کہ اِس تبدیلی کی کیا خاص وجہ تھی، مگر سمرناندس سوداگر نے سیجینس کو جو قیصر کا منظورِ نظر تھا، بطور رشوت کے پانچ توڑے رُومی سکّہ دے کر یہ تبدیلی کرائی تھی، تاکہ بن حُور کے واسطے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کی تلاش آسان ہو جائے۔ جو روپیہ اُس نے خرچ کیا سو گھوڑوں کی جیت کا روپیہ تھا جو مِسّلا کے ذریعہ رُومی شریف زادوں سے جیتا گیا تھا۔ اُس زمانے میں یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی نیا حاکم مُقرّر ہوتا تھا تو اوّل یہ حکم دیتا تھا کہ جیل خانوں میں جو قیدی



موجود ہوں، اُن کے نام اور جُرم کی فہرستیں تیار کی جائیں۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ سینکڑوں قیدی رہائی پا جاتے تھے۔ پس پنطس پیلاطس نے بھی یہی حکم جاری کیا کہ مُلک یہودیہ کے کُل جیل خانوں اور زندانوں کی فہرستیں فوراً تیار کی جائیں اور پیش ہوں۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ شہر یروشلیم میں کوہ موریا کے دو تہائی حصّے پر اہلِ مقدونیہ نے انٹونیا کا بُرج تعمیر کیا تھا۔ مگر بعد میں ہیکل کی حفاظت کے واسطے اُسے قلعے کی صورت میں بنا لیا تھا۔ جس وقت رُومیوں کی سلطنت یہاں قائم ہوئی تو اُس میں رُومی فوج کی بارکیں بن گئیں۔ اِس قلعے کے نیچے تہ خانے تھے۔ جو شاہی زندان اور جنگی جیل خانوں کا کام دیتے تھے۔ جس وقت رُومی حاکم کا حکم آیا تو جیل خانے کے داروغہ نے محافظ سے رپورٹ طلب کی۔ محافظ کی رپورٹ درج کی جاتی ہے: "اب آٹھ برس کا عرصہ ہُوا کہ ویلریس گریٹس نے مجھے قلعے کے زندان کا محافظ مُقرّر کیا۔ جس دن میں مُقرّر ہُوا وہ روز مجھے خوب یاد ہے، کیونکہ اُس صبح شہر میں ایک بلوہ ہُوا تھا۔ یہودیوں نے بغاوت کر کے گریٹس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جس وقت گریٹس گھوڑے پر سوار بازار سے گذر رہا تھا تو ایک یہودی نے کوٹھے پر سے ایک کھپرا پھینک کر اُسے مار ڈالنے کی کوشش کی۔ سینکڑوں یہودی قتل ہوئے اور اکثر رُومی بھی مارے گئے۔ شام کے وقت رُومی حاکم یہاں آیا اور مجھے طلب کیا اور یہ کنجیاں مجھے دیں جن کی تعداد کُل کوٹھڑیوں کی تعداد کے موافق تھی، اور مجھے یہ کہا کہ یہ تمہارے عہدے کی نشانی ہیں، انہیں اپنے پاس سے ہرگز علیحدہ نہ کرنا۔ علاوہ اس کے اُس نے میز پر تین نقشے کھولے اور مجھے بُلا کر کہا کہ یہ کُل کوٹھڑیوں کے نقشے ہیں۔ اوّل اُوپر کے حصّے کا ہے۔ دُوسرا درمیانی حصّے کا، اور تیسرا سب سے نیچے کے حصّے کا۔ تیسرے نقشے کی پانچویں کوٹھڑی پر اُنگلی رکھ کر کہا کہ ان میں تین آدمی قید ہیں، جو بڑے

بدمعاش ہیں۔ اُن کو یہ سزا دی گئی ہے کہ اُن کی آنکھیں نکالی گئیں اور اُن کی زبانیں کاٹی گئیں اور زندگی بھر کے واسطے وہ قید کئے گئے ہیں۔ خبردار کسی وجہ سے اُن کی کوٹھڑی کا دروازہ ہرگز نہ کھولنا۔ صرف اُن کو روٹی اور پانی ایک سوراخ سے جو اُس کوٹھڑی میں ہے دے دیا کر۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر وہ مر جائیں تو کیا کروں۔ حاکم نے جواب دیا کہ اگر مر جائیں تو یہی کوٹھڑی اُن کی قبر ہوگی۔ وہ اسی واسطے وہاں قید کئے گئے ہیں کہ مر جائیں اور دُنیا سے خارج ہو جائیں۔ یہ کوٹھڑی کوڑھیوں کی ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے مجھے چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر محافظ نے ایک نقشہ داروغہ کے رُوبرو میز پر پھیلایا، جس کی نقل یہ ہے، اور کہا کہ یہ نقشہ صحیح نہیں ہے اور نہ حاکم کا بیان درست تھا، کیونکہ کوٹھڑیاں پانچ نہیں بلکہ چھ ہیں، اور چھٹی کوٹھڑی اِن پانچوں کوٹھڑیوں کے نیچے ایک دالان کی مانند لمبی ہے۔ اِس زندان کا ایسا نقشہ ہونا چاہیئے۔ اِس موقعہ پر محافظ نے میز پر یہ نقشہ کھینچا۔ جس وقت کل تُم نے مجھے حکم دیا تھا کہ زندان کا بخوبی ملاحظہ کروں تو میں نے سب کوٹھڑیاں کھولیں اور گو آٹھ برس میں میں نے نمبر ۵ کا دروازہ کبھی نہیں کھولا مگر کل جب کھولنے کی کوشش کی تو قفل تو نہیں کھلا لیکن دروازہ گر پڑا، کیونکہ اُس کی چولیں گل گئی تھیں۔ کوٹھڑی میں گھسنے پر صرف ایک آدمی ملا جو ضعیف اندھا اور بے زبان تھا۔ اُس کے بال ایسے لمبے تھے کہ کمر سے نیچے لٹکتے تھے۔ اور اُس کا پوست مانند سوکھے چمڑے کی مانند تھا۔ اُس کی انگلیوں کے ناخن اتنے بڑھ گئے تھے کہ خم کھا کر پرندے کے پنجوں کی مانند ہو گئے تھے۔ چونکہ روز مرّہ میں تین آدمیوں کے واسطے روٹی اور پانی دیا کرتا تھا، میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اُس کے ہمراہی کہاں ہیں۔

گذرگاہ

| V | IV | III | II | I |
| --- | --- | --- | --- | --- |

| V | V | III | II | I |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| VI | | | | |



اُس نے سر ہلا کر انکار کیا۔ پس میں نے کوٹھڑی کے ہر حصّے کو خوب غور سے دیکھا کیونکہ مجھے یہ خیال تھا کہ شاید اُن کی ہڈیاں ملیں گی مگر اُس کی دیواریں اور فرش بالکل خشک تھے اور کسی لاش کا ذرا بھی پتا نہ ملا۔ میں نے اُس ضعیف شخص کو کوٹھڑی سے نکال کر غسل کرایا۔ اُس کے بال کتروائے اور اُسے کپڑے پہنوا کر اور قلعے کے پھاٹک سے باہر لے جا کر رخصت ہونے کا حکم دیا۔ اُس وقت تو وہ چلا گیا، مگر آج وہ پھر آ موجود ہُوا، اور اشاروں سے درخواست کی کہ نمبر ۵ کوٹھڑی میں واپس جانے کی اجازت ملے۔ جب پہریدار اُسے لئے جاتے تھے تو دوڑ کر وہ میرے قدموں پر گر پڑا، اور اشاروں سے التجا کی کہ میں خود اُس کے ہمراہ جاؤں۔ میرے ذہن میں تین قیدیوں کا خیال تھا۔ پس میں اُس کے ہمراہ ہو لیا۔ جب کوٹھڑی میں داخل ہوئے تو مجھے ایک سوراخ کے پاس لے گیا جو کل مجھے نظر نہ آیا تھا، اور اُس سے مُنہ لگا کر ایک جانور کی سی اُس نے آواز دی۔ چند لمحوں میں ایک دھیمی سی آواز آئی۔ مجھے بڑا تعجب ہُوا اور اُسے ہٹا کر میں نے خود زور سے آواز دی۔ پہلے کچھ جواب نہ ملا مگر دوبارہ پکارنے سے یہ آواز آئی کہ "اے خُداوند تیری ستائش ہو"۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہُوا کہ یہ آواز عورت کی تھی۔ میں نے پھر سوال کیا کہ "تم کون ہو" تو جواب ملا کہ "اسرائیل کی ایک عورت ہُوں جو اپنی بیٹی کے ہمراہ اِس قبر میں بند ہے جلد ہماری مدد کرو ورنہ ہم مرے"۔ میں نے اُن کو تسلّی دی کہ گھبراؤ مت تمہارے پاس دوڑ کر آیا ہُوں۔

یہ رپورٹ سُن کر داروغہ جلدی سے اُٹھا اور کہا "تم نے اچھا کیا۔ میں کل معاملہ سمجھ گیا۔ یہ نقشہ غلط ہے اور تین قیدیوں کی داستان بھی غلط تھی۔ اِس میں ویلیریس گرٹیس کی کوئی چال تھی۔ آؤ ہم اُن عورتوں کو رہا کریں"۔

"مگر اُن کی کوٹھڑی کا دروازہ تو تیغا کیا ہُوا ہے۔" فوراً معماروں کو حکم

دے کہ اپنے اوزار لے آئیں۔"

اِس موقعہ پر رُکنا ضروری ہے۔ کیا ناظرین کو یہ کلام سُن کر کہ "اسرائیل کی ایک عورت ہُوں جو اپنی بیٹی کے ہمراہ قبر میں بند ہے۔ جلد ہماری مدد کرو ورنہ ہم مرے۔" یہ خیال پیدا نہیں ہُوا ہوگا کہ ممکن ہے کہ یہ ہمارے بن حُور کی والدہ اور ہمشیرہ ہوں۔ یہ خیال صحیح ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اب بیان کریں کہ اُن کی کیا کیفیت ہُوئی تھی جس وقت بن حُور کو میسّلا نے گرفتار کرایا تھا تو اُس وقت اُس کی والدہ اور ترضہ ہمشیرہ بھی گرفتار ہُوئی تھیں اور رات کے وقت گرٹیس (میسّلا کی صلاح و مشورے سے) اُن کو غلاموں کی حراست میں قلعے کے اندر لے آیا۔ اور نمبر ۶ کوٹھڑی میں جو کوڑھیوں کی کوٹھڑی کہلاتی تھی بند کرا کے دروازے کو انہیں غلاموں سے چُنوا دیا۔ صرف ایک سوراخ اتنا چوڑا رہنے دیا کہ جس سے روٹی اور پانی اندر پہنچایا جا سکے اور ایک اندھا اور بے زبان قیدی نمبر ۵ کوٹھڑی میں بند کیا تاکہ وہ اُن کو روٹی اور پانی وقت پر دے دیا کرے۔ ہاں اُن غلاموں کو جو اُن کو پکڑ کر لائے تھے دُوسرے روز قتل کرا دیا۔ اِن ظالموں کا یہ مقصد تھا کہ رفتہ رفتہ یہ خُود مر جائیں گی اور کوئی ہم پر یہ الزام نہ لگا سکے گا کہ ہم نے اُن کو قتل کرایا تھا۔ نیز اُن کی کل جائداد کے مالک ہو گئے۔ صرف وہ محل جس میں یہ رہتی تھیں قیصر کی ملکیت کا اشتہار لگا کر بند کر دیا، تاکہ لوگ نہ کہہ سکیں کہ بن حُور کی جائداد کے خُود مالک بن بیٹھے تھے۔ جب ماں اور بیٹی کو اُس کوٹھڑی میں جس میں صرف پہاڑ کی ایک دراڑ سے روشنی آتی تھی قید ہُوئے ایک عرصہ گذر گیا (کیونکہ دِن اور تاریخ کا شمار بھُول گئی تھیں) تو اُن کے کپڑے گل کر بدن سے گر گئے، اور اُن کے جسم پر کوڑھ کے نشان نمایاں ہُوئے اور رفتہ رفتہ یہ بالکل کوڑھی ہو گئیں مگر اس مُصیبت میں بھی والدہ کا بھروسہ خُداوند اسرائیل کے یہوواہ پر قائم رہا۔



ایک روز ہمارا یہوداہ (بن حُور) ضرور ہم کو اِس قید سے رہا کرائے گا۔ جب ترضہ زیادہ مضطرب ہوتی تو اُس کی ماں اُس کو برابر تسلّی دیتی اور سمجھاتی کہ خُداوند پر ایمان رکھ وہ بلا شک ہم کو رہائی بخشے گا۔ خُداوند اپنے بندوں کو جو اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں ہرگز ترک نہیں کرتا۔ کل رات مَیں نے ایک خواب دیکھا، اور مَیں نے تیرے بھائی کو ایسا صاف دیکھا جیسا تجھ کو دیکھ رہی ہُوں۔ تُو جانتی ہے کہ ہمیں خوابوں کا یقین کرنا لازم ہے، کیونکہ ہمارے باپ دادے ایسا کرتے تھے۔ خُداوند اکثر اُن سے خوابوں میں باتیں کرتا تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ہم دونوں ہیکل میں خوبصورت پھاٹک کے مقابل مستوُرات کے صحن میں ہیں، اور بہت سی عورتیں جمع تھیں۔ تب تیرا بھائی پھاٹک کے سامنے میں کھڑا ہو گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، گویا کہ ہماری تلاش میں ہے۔ میرا دل دھڑکنے لگا، مگر سنبھل کر مَیں اُس کی طرف ہاتھ پھیلا کر دَوڑی۔ اُس نے میری آواز سُنی اور مُجھے دیکھا مگر پہچانا نہیں۔ ایک لمحے میں پھر وہ غائب ہو گیا۔ ترضہ نے کہا "اے ماں حقیقت حال بھی تو ایسا ہی ہوگا کیونکہ ہماری صُورتیں تو بالکل بدل گئی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم اپنے تئیں اُس پر ظاہر کر سکتے ہیں۔" اتنے میں کوٹھڑی کی چھت پر آدمیوں کے قدموں کی آواز آئی اور ماں نے کہا "وہ آتے ہیں۔ وہ آتے ہیں۔ تا ابد خُداوند کی ستائش ہو۔" اتنے میں آواز آئی، کہ "کوٹھڑی میں کون ہے؟" ماں نے جواب دیا۔ "اسرائیل کی ایک عورت ہُوں جو اپنی بیٹی کے ہمراہ اِس قبر میں بند ہیں۔ جلد ہماری مدد کرو ورنہ ہم مرے۔" فوراً لوگوں نے دروازے کی دیوار توڑنی شروع کر دی۔ ترضہ خوشی کے اضطراب میں کہنے لگی "وہی ہے اے اماں وہی ہے۔ اُس نے ہمارا پتہ لگا لیا۔" آخر دروازہ کھُل گیا۔ ایک آدمی مشعل لے کر اندر گیا۔ تب وہ تین آدمی اور مشعل لے کر آگے بڑھے اور ایک

طرف کو کھڑے ہو گئے، تاکہ داروغہ کو داخل ہونے کو جگہ دیں۔ جس وقت وُہ اندر آیا تو ماں زور سے بولی "ہمارے نزدیک نہ آؤ۔ ناپاک۔ ناپاک" کیونکہ کوڑھی ہونے کی وجہ سے اُن پر یہ فرض تھا کہ یہ پکار کر ہر ایک کو اطلاع دیں۔ داروغہ یہ سُن کر کُچھ ٹھٹھرا گیا مگر دریافت کیا کہ "تُم کون ہو؟" ماں نے یہ جواب دیا "دو عورتیں ہیں جو بھُوک اور پیاس سے مرتی ہیں مگر ہمارے نزدیک نہ آؤ۔ نہ اِس کوٹھری کے فرش اور دیواروں کو چھُوؤ۔ ناپاک۔ ناپاک"

داروغہ نے کہا "اَے عورت اپنی داستان مجھے سُنا۔ اپنا نام بتا اور یہ کہہ کہ کب تُم یہاں قید کی گئی تھیں۔ کس نے تُم کو قید کیا، اور کس جُرم کے واسطے قید کیا؟"

"کسی زمانے میں شہر یروشلیم میں ایک شہزادہ بِن حُور نامی تھا جو تمام معزّز رُومیوں کا خیرخواہ تھا اور قیصر اُس کا دوست تھا۔ میں اُس کی بیوہ ہُوں، اور جو میرے ساتھ ہے وُہ اُس کی بیٹی ہے۔ میں کیونکر بتاؤں کہ ہم کس واسطے قید کئے گئے ہیں، کیونکہ میں اِس کی وجہ نہیں جانتی ہُوں۔ مگر ممکن ہے کہ ہم اِس واسطے قید کئے گئے کہ دولتمند تھے۔ ویلیریئس گریٹس تُم کو بتا سکتا ہے کہ ہمارا مُدعی کون تھا، اور کس وقت ہماری قید شروع ہُوئی، کیونکہ میں تو نہیں بتا سکتی۔ دیکھو کہ ہماری کیا حالت ہُوئی ہے۔ دیکھو اور ترس کھاؤ" جو کُچھ ماں نے کہا، داروغہ نے ایک تختی پر لفظ بلفظ لکھ لیا اور تب پُر رحم آواز سے کہا "اَے عورت میں ابھی تُمہارے واسطے کھانا اور پانی بھیجتا ہُوں"

"اَے فیاض رُومی ہم تیری منّت کرتے ہیں کہ کپڑے اور طہارت کے واسطے پانی بھی بھیج دے"۔ "تُمہاری خواہش کے مُطابق کیا جائے گا"

"خُداوند بھلا کرے اور اُس کی سلامتی تُمہارے ساتھ ہو"۔ اِس پر داروغہ نے



کہا کہ "میں پھر آ کر تُم کو دیکھ نہیں سکتا۔ پس تُم اپنی تیاری کرو، اور آج رات میں تُم کو قلعے کے پھاٹک پر پہنچا کر رہا کر دُوں گا۔ تُم شریعت سے تو واقف ہو۔ الوداع" یہ کہہ کر دروازے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر میں غلام ایک مٹکا پانی، دو گوڈے دو دست مال اور کھانے کو روٹی اور گوشت لائے اور ایک ایک جوڑا پوشاک بھی لائے، مگر زمین پر رکھ کر فوراً بھاگ کر نکل گئے۔ پھر رات گئے بر قندار اُن کو کوٹھڑی میں سے نکال کر قلعے کے باہر لے گئے اور وہاں اُس نے کہا کہ "تُم آزاد ہو جہاں چاہو جاؤ" جس وقت اُنہوں نے اپنے باپ دادوں کے شہر میں اپنے تئیں آزاد پایا تو راستے ہی میں گھُٹنے ٹیک کر دِل و جان سے خُداوند یہوواہ کا شُکر یہ ادا کیا کہ قید سے تو ہم کو رہائی بخشی۔ آگے بھی تو ہمارا مددگار ہو۔

---

# اکتیسواں باب

## محبّت کی آزمائش

اب ہم تِرزہ اور اُس کی والدہ کو یہیں چھوڑ کر پھر اپنے سُورما بِن حُور کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں۔ جس وقت وُہ شیخ الدریم کے وطن میں پہنچا تو اُس نے یہ کام شروع کیا، کہ کوہستان کے غاروں اور کھوؤں کا ملاحظہ کرے اور یہ انتظام کرے، کہ کس صُورت میں اُن سے اسلحہ خانوں اور سپاہیوں کی بارکوں کا کام لے سکے گا۔ روزمرّہ دُور دُور کا سفر کرتا اور اِسی طرز سے اپنا وقت صرف کرتا

تھا۔ ایک روز ایک قاصد خبر لایا کہ گریٹس رومی حاکم کو قیصر نے روم میں طلب کر لیا
اور فلنٹس پیلاطُس اُس کی جگہ رومی حاکم مقرر ہوا۔ یہ خبر تو بجلی کی طرح اُس کے
دل سے گذر گئی۔ اُسے خیال ہوا کہ گریٹس کے چلے جانے اور مبیس متاہ کے اِرتج
ہونے میں اب میرا کام بن جائے گا۔ اب میں بلا کسی خوف کے والدہ اور ہمشیرہ
کی تلاش کر سکوں گا۔ اب نقدی کے زور سے میں یروشلیم کے ہر قید خانے اور
زندان کی تلاش کر دوں گا۔ کیونکہ ایسا کون سا رومی عامل ہے، جو رشوت نہیں
لیتا اور جس وقت وہ مل جائیں گی تو اُن کو رہا کرانے میں چنداں دقت پیش نہیں
آئے گی۔ چونکہ پیلاطُس کو تو اُنہیں قید رکھنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔ پھر اُن کو کسی
محفوظ جگہ میں رکھوں گا اور خود آنے والے بادشاہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف
ہو جاؤں گا۔ اُس رات اُس نے شیخ الدریم سے مشورہ کیا اور اُس کی رضامندی
حاصل کر کے اگلے روز یروشلیم کی طرف روانہ ہوا۔ شیخ موصوف نے تین عرب
اُس کے ہمراہ کر دیئے۔ دریا یردن کو عبور کر کے وہ خود شہر یریحو میں آیا، اور
یہاں اپنے ہمراہیوں اور گھوڑوں کو چھوڑ دیا، کیونکہ اُس نے یہ مناسب سمجھا کہ
تنہا پا پیادہ یروشلیم کو جانا بہتر ہے۔ یہاں ملوک سے بھی ملاقات ہوتی تھی۔ جوں جوں
یروشلیم کے قریب پہنچتا جاتا تھا، اُسے اپنے لڑکپن کی بہت سی باتیں یاد آتی تھیں۔
بہت سے حالات از سرِ نو تازہ ہو گئے۔ شہر کے جب نزدیک آیا تو خیال آیا کہ
کہاں جا کر ٹھہرنا چاہیئے۔ دل نے تو یہ جواب دیا کہ اپنے محل میں جا کر رہے، کیونکہ
سمونائیڈس نے اُسے کہہ دیا تھا کہ عمرہ مصری دایہ اب تک اُس محل میں رہتی ہے
مگر پھر سوچا کہ اگر وہاں جا کر رہا تو بہت جلد لوگ تاڑ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔
پس یہ رائے قائم کی کہ عام مسافروں کی مانند سرائے میں جا کر رہے۔ مگر عمرہ سے
ملنے کے واسطے محل کو جایا کروں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ باغ گتسمنی کے برابر سے



گذر کے مچھلی پھاٹک کی راہ سے شہر میں داخل ہوا۔ چونکہ شام ہو گئی اُس کے دل
نے بھی تحریک کی اور طبیعت نے مجبور کیا کہ پہلے اپنے محل کو دیکھے اور تب سرائے
کو جائے۔ جس وقت وہاں پہنچ گیا تو اُس کے شمالی پھاٹک پہ رُکا۔ پھاٹک کے برابر
ایک تختہ لگا ہوا تھا جس پہ یہ نقش تھا "یہ قیصر کی ملکیت ہے۔" اُسے دیکھ کر
اُس کا دل بھر آیا۔ لیکن طبیعت کو قابو میں لا کر ایک پتھر سے پھاٹک کو تین
مرتبہ کھٹکھٹایا۔ اُسے یہ اُمید تھی کہ آواز سُن کر عمرہ گو دروازہ نہ کھولے، تاہم
برابر کی کھڑکی سے ضرور دیکھے گی۔ کچھ دیر اُس نے صبر کیا اور جب کوئی آواز نہ آئی
تو گھوم کر مغرب کے پھاٹک کی طرف گیا۔ اُس پھاٹک کے برابر چار کھڑکیاں تھیں۔
یہاں بھی پتھر سے پھاٹک کھٹکھٹایا اور کھڑکیوں کی طرف دیر تک تاکتا رہا، مگر
عمرہ نے اپنے موجود ہونے کا کوئی پتہ نہ دیا۔ مجبوراً جنوب کے پھاٹک کی طرف
گیا۔ یہاں بھی ایک تختہ لگا تھا۔ غصے میں آ کر اُس نے تختہ کو زور سے کھینچ کر
اُکھاڑ لیا اور ایک گڑھے میں پھینک دیا، اور سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا۔ دل ہی دل میں خداوند
سے دعا کرتا تھا کہ آنے والے بادشاہ کو جلد لا۔ چونکہ سفر سے تھکا ماندہ تھا اور چاند
بھی خوب چمک رہا تھا۔ سیڑھیوں پر لیٹ گیا اور نیند آ گئی۔ اس عرصے میں دو
عورتیں انٹونیا کے قلعے کی جانب سے اُس طرف کو آئیں، اور ایک نے دوسری
سے کہا۔ "اے ترضہ یہی گھر ہے۔ مگر ہمیں یہاں بہت رُکنا نہ چاہیئے، کیونکہ اگر
صبح ہو گئی تو لوگ ہم کو شہر سے باہر نکال دیں گے۔" ترضہ بے دل ہو کر پتھروں پہ گر
گئی، اور سرد سانس بھر کر کہا "ہاں میں بھول گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا
کہ گھر کو جاتی ہوں، مگر ہم تو کوڑھی ہیں اور ہمارا کوئی گھر نہیں۔ کوڑھی تو مُردے گنے
جاتے ہیں۔"
ماں نے ترضہ کو جھک کر محبت سے اُٹھایا اور کہا "ہمیں کچھ خوف نہیں

آؤ آگے چلیں۔" اتنے میں اُن کی نگاہ ایک نوجوان پر پڑی اور نزدیک آکر معلوم
کیا کہ وہ سوتا ہے۔ اُس موقع پر نوجوان نے ایک سرد سانس کھینچی اور کروٹ
بدلی۔ کروٹ بدلنے میں رومال جس سے اُس کا مُنہ ڈھنپا تھا ہٹ گیا۔ ماں نے
جھک کر دیکھا اور چونک پڑی۔ پھر ذرا تامّل کر کے غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھ
آسمان کی طرف بلند کر کے خداوند سے کچھ دُعا مانگی اور تب دوڑ کر ترفنہ کے پاس
آئی اور دہشت ناک مگر دبی آواز سے کہا "خداوند حق کی قسم یہ جوان میرا بیٹا تیرا
بھائی ہے۔"

"میرا بھائی۔ یہودا" ماں نے شوق سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر دھیمی آواز
سے کہا "آ۔ ہم دونو ایک اور مرتبہ صرف ایک مرتبہ اُس کی صورت اور دیکھ لیں۔
تب اے خداوند اپنی بندیوں کی مدد کر۔" دونوں ہاتھ میں ہاتھ دئے ہوئے دبے
پاؤں سیڑھیوں کے نزدیک آئیں۔ جب اُن کی پرچھائی بن حُور پر پڑی تو وہ رُک
گئیں۔ اُس کا ایک ہاتھ پھیلا ہوا سیڑھی پر رکھا تھا، اور مٹھی کھلی تھی۔ ترفنہ نے
بے تحاشا گھٹنے ٹیک دئے اور چاہا کہ اُس کی ہتھیلی پر بوسہ دے مگر ماں نے
اُسے روکا اور دبی آواز سے کہا "زنہار ایسا نہ کرنا۔ زنہار ایسا نہ کرنا۔ ناپاک
ناپاک۔" ترفنہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئی گویا کہ بن حُور کوڑھی تھا۔ ماں کا دل تو بہت
چاہتا تھا کہ بیٹے کو اپنی چھاتی سے لگا کر ہزار بوسے دے مگر بڑے حوصلے سے اُس
نے اپنی طبیعت کو قابو میں کیا۔ لیکن اُس نے یہ طاقت کہاں سے پائی کہ اُس تحریک
کو روکا۔ اے پڑھنے والے یہ مادری محبت کی طاقت تھی۔ اگر اُسے ہفت اقلیم کی
دولت بھی ہاتھ لگتی تو بھی کوڑھ کا بوسہ وہ ہرگز اپنے بیٹے کے رخسارے پر نہ دیتی
لیکن اُس نے اُس کے پاؤں کی طرف جا کر گھٹنے ٹیک دئے اور بیٹے کے جوتوں
کے تلوں کو بار بار چوما۔ اس موقع پر بن حُور نے پھر کروٹ لی اور خواب میں بڑبڑایا۔



"اے ماں عمرہ کہاں ہے؟" ترفنہ ماں کے مُنہ کو تاکتی تھی۔ ماں نے اضطراب
کی حالت میں زمین پر سر جھکا لیا اور سرد آہیں بھرنے لگی۔ اُس وقت جو کچھ اُس
کے دل پر گذرتا تھا صرف وُہی جانتی تھی مگر اس خیال سے اُس کو کچھ تسلی ہوئی۔
اُس بیٹا خواب میں بھی اُس کو یاد کرتا ہے۔ تھوڑی دیر دونوں اُس کو تاکتی رہیں، اور
تب دل کڑا کر کے پیچھے ہٹ کر سڑک کے پار پھر سائے میں جا کھڑی ہوئیں اور
اس امر کی منتظر تھیں کہ اُن کا عزیز جاگے تو ممکن ہے کہ وہ اُن کو خود پہچان لے۔
اتنے میں ایک اور عورت محل کے گوشے پر نظر آئی۔ اُن دونوں نے اُسے بخوبی غور
سے دیکھا کہ ایک پستہ قد سیاہ فام اور سر سپید ہے جو ملازموں کا جامہ پہنے تھی،
اور ہاتھ میں سبزی کی ایک ٹوکری لئے تھی۔ سیڑھیوں پر ایک مرد کو سوتے دیکھ کر
وہ رُک گئی، اور اُس کے نزدیک گئی۔ ماں بیٹی نے ایک حیرت کی آواز سُنی اور دیکھا
کہ عورت اپنی آنکھیں ملتی اور بن حُور کو بار بار دیکھتی ہے۔ تب یکایک اُس کا ہاتھ اُٹھا
کر بڑے شوق سے اُسے بوسہ دیا۔ جس سے وہ جاگ اُٹھا اور بے اختیار اپنا ہاتھ
کھینچ لیا۔ مگر جب خوب طور پر عورت کو دیکھا تو کہا "اے عمرہ اے عمرہ کیا تو ہے؟"
وفادار ملازمہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر اُسے گلے سے لگا کر خوشی کے آنسو بہائے۔
حلیمی سے بن حُور نے اُس کے ہاتھ اُٹھا کر سیاہ چہرے پر جو آنسوؤں سے تر تھا محبت کا بوسہ دیا
اور ماں بیٹی نے اُسے یہ پوچھتے سُنا "میری ماں اور ترفنہ۔ اے عمرہ اُن کی خبر مجھے
بتا۔ میں تیری منت کرتا ہوں۔ جلد مجھے بتا" یہ سُن کر عمرہ پھر رونے لگی۔ "اے
عمرہ تو نے اُن کو دیکھا ہے۔ تو جانتی ہے وہ کہاں ہیں۔ مجھے بتا کیا وہ گھر میں ہیں؟"
ترفنہ کچھ آگے بڑھی، مگر ماں نے اُس کا مطلب معلوم کر کے اُسے پکڑ لیا اور کہا۔
"زنہار۔ اُس کے پاس نہ جانا۔ ناپاک ناپاک۔" عمرہ بن حُور کا یہ شوقیہ سوال سُن کر
اور چیخ کر روئی۔ لیکن اُس نے دریافت کیا "کیا تو اندر جاتی تھی؟ تو آ۔ میں تیرے ہمراہ

داخل ہوں گا۔ رُومیوں نے (خدا کی لعنت اُن پر ہو) جھوٹ بولا۔ یہ مکان میرا ہے۔ عمرہ! ہم اندر داخل ہوں۔" ذرا دیر میں دونوں مکان کے اندر چلے گئے اور ماں بیٹی دیکھتی رہ گئیں۔ سرد آہیں بھرتی وہ روانہ ہوئیں اور شہر کی گلیوں میں وہ آوارہ پھرتی رہیں۔ صبح کو قبل اس کے کہ شہر کے پھاٹک کھولے جائیں، لوگوں نے اُنہیں دیکھا اور اُن پر پتھر پھینکے اور حکم دیا کہ "نکل جاؤ تم تو مُردوں میں سے ہو۔ مُردوں کے پاس جاؤ۔" یوں ماں بیٹی شہر سے باہر نکال دی گئیں، تاکہ کسی گورستان میں جا کر رہیں۔

ماں اور بیٹی کو یہاں چھوڑ کر ہم عمرہ کے ہمراہ جاتے ہیں۔ وہ بن حور کو مکان کے اندر لے گئی اور اُس کمرے میں لے آئی جس میں وہ رہا کرتا تھا۔ دیکھا تو ہر ایک شے اُسی قرینے سے رکھی ہے جس طرح کہ وہ چھوڑ گیا تھا۔ عمرہ روزمرہ اس کمرے کو صاف کرتی تھی کیونکہ اُس کا دل گواہی دیتا تھا کہ کسی روز میرا عزیز مالک ضرور آئے گا، اور اپنے کمرے میں پھر رہے گا۔ جب کمرے میں بیٹھے تو بن حور نے پھر اپنی والدہ اور ہمشیرہ کی نسبت دریافت کیا۔ مگر وہ کیا خبر دے سکتی تھی۔ بہت دیر گفتگو کے بعد بن حور نے عمرہ سے کہا کہ اتنے بڑے مکان میں تنہا رہنے سے تم کو خوف معلوم ہوتا ہوگا۔ اگر پسند کرو تو میں ایک چھوٹا مکان تمہارے واسطے خرید دوں کہ اس میں رہا کرو۔" مگر عمرہ نے انکار کیا بلکہ اُس سے اصرار کیا کہ خود محل میں آ کر رہے۔ لیکن بن حور نے اُسے سمجھایا کہ فی الحال اُسے ضرور ہے کہ سرائے میں رہ کر اپنے عزیزوں کی تلاش کرے۔ جب رات بہت گذر گئی تو سرائے کو چلا گیا۔ دوسرے روز معمول کے مطابق عمرہ مچھلی پھاٹک کے پاس کھانے کی اشیا خریدنے کو گئی۔ وہاں اُس نے ایک شخص کو ایک داستان کہتے سنا جس سے اُس کے کان کھڑے ہو گئے اور بڑے غور سے سننے لگی۔ یہ شخص اُن مشعل برداروں میں سے ایک تھا جو



جیل خانے کے داروغے کے ہمراہ نمبر ۲ (کوڑھیوں کی کوٹھڑی) میں داخل ہوئے تھے، جہاں بن حور کی والدہ اور ہمشیرہ قید تھیں اور کوڑھی ہو گئی تھیں اور کیونکر داروغہ نے اُن کو رہا کر دیا۔ یہ داستان سُن کر وفادار خادمہ ایک سکتے کے عالم میں ہو گئی۔ جب اُس کے ہوش و حواس درست ہوئے تو خریداری کر کے مکان کو شتابی سے واپس آئی۔ اب تو اُس کو یہ اضطراب تھا کہ کس قدر جلد بن حور کو اُس کے عزیزوں کی خبر دے۔ کبھی ہنستی تھی کبھی روتی تھی۔ تھوڑی دیر میں کھانے کی تیاری کرنے لگی کیونکہ اُس کو اُمید تھی کہ بن حور ضرور آئے گا اور مناسب ہے کہ اُس کے آنے کے قبل سب تیاریاں کر لے۔ کام کرتے کرتے وہ یکایک رُک گئی، اور سوچنے لگی کہ اگر بن حور کو یہ کہا گیا کہ اُس کی والدہ اور ترضہ کوڑھی ہیں، تو اُس کو بڑا صدمہ ہوگا اور وہ کوہستانی غاروں اور قبروں میں جہاں سب کوڑھی رہتے ہیں، ضرور اُن کی تلاش کرے گا، اور خود اُن کی مانند کوڑھی ہو جائے گا۔ یا خدا میں کیا کروں۔ تُو ہی مجھے ہدایت دے۔ آخر کو اُس کی محبت نے اُسے تحریک کی۔ وہ جانتی تھی کہ عموماً سب کوڑھی صبح کے وقت قبروں سے نکل کر پانی پینے کے واسطے عین رجیل کے کنوئیں کے نزدیک آتے ہیں، مگر کنوئیں سے کچھ فاصلے پر اپنے گھڑے رکھ کر آپ دُور جا کھڑے ہوتے ہیں، اور ضرور ہے کہ ترضہ اور اُس کی والدہ بھی پانی کے واسطے وہاں آئیں۔ پس اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھانا کہ بن حور کو اُن کی بالکل خبر نہ دے۔ مگر خود صبح کے وقت عین رجیل کے کنوئیں پر جائے۔ کچھ رات گذرے بن حور آیا اور یہ آپس میں بہت سی باتیں کرتے رہے۔ پر عمرہ نے اُس کے عزیزوں کا کچھ حال نہ بتایا۔ مگر یہ قرار پایا کہ کل مَلُک یروشلیم میں آ جائیگا تب اُن کی تلاش شروع ہو۔ علی الصبح اُس نے ایک ٹوکری عمدہ عمدہ کھانوں سے جو وہ جانتی تھی کہ اُس کی مخدومہ کسی زمانے میں پسند کرتی تھی آراستہ کی، اور

ایک چھوٹا گھڑا ہاتھ میں لے کر مچھلی پھاٹک سے جو سب سے پہلے کھلتا تھا، باہر نکل کر عین آتیل کے کنوئیں کی راہ لی۔ وہاں پہنچ کر کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کے انتظار کرنے لگی۔ چند بہشتی آکر پانی کھینچنے لگے اور ایک نے اُسے اشارہ کیا کہ اپنا گھڑا بھروا لے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ تھوڑی دیر میں غاروں اور کھنڈروں سے کوڑھی آنے لگے اور یہ ہر ایک کو غور سے دیکھتی تھی، مگر کسی کو نہ پہچانا۔ کچھ عرصے میں دو عورتیں آئیں۔ دونوں کے بال بالکل سپید تھے اور جو عمر میں بڑی تھی، وُہ دُوسری کو چلنے میں سہارا دیتی تھی۔ رفتہ رفتہ وُہ کنوئیں کے نزدیک آنے لگیں۔ بہشتیوں نے کنکر اُٹھا کر اُن کی طرف پھینکنا اور چلانا شروع کیا: "ناپاک ناپاک!" عمرہ نے اپنے دل میں کہا کہ فی الواقعہ یہ عورتیں کوڑھیوں کی ریت و رواج سے بالکل ناواقف ہیں اور ضرور اجنبی ہیں۔ یہ خیال کر کے وُہ چند قدم اُن کی طرف بڑھی۔ مگر یہ سوچ کر کہ یہ تو بڑی ضعیف ہیں، اور میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا، اب میں واپس جاؤں گی۔ جس وقت وُہ پھرنے لگی تو ایک کوڑھن نے اُس کا نام لے کر بُلایا۔ مصری نے گھڑے کو زمین پر رکھ کر اور پیچھے پھر کر تھرتھرا کر دریافت کیا۔ "کس نے مجھے بُلایا؟" عمرہ نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ "تم کون ہو؟" "ہم وُہ ہیں جن کی تم تلاش کرتی ہو۔" عمرہ اپنے گھٹنوں پر گر گئی۔ "اے مخدومہ، اے مخدومہ۔ چونکہ اب آپ کا خُدا میرا خُدا ہے، اس لئے اُس کا ہزار ہزار شکر ہو کہ مجھے تمہارے پاس لے آیا۔" اور حیرانی کی حالت میں گھٹنوں پر چل کر اُن کے نزدیک آنے لگی۔ لیکن ترضہ کی والدہ نے حکم دیا: "اے عمرہ دُور جا۔ نزدیک مت آ۔ ناپاک ناپاک۔" اس کلام پر عمرہ مُنہ کے بل زمین پر گر گئی۔ مگر یکایک پھر گھٹنوں پر کھڑے ہو کر دریافت کیا: "اے مخدومہ ترضہ کہاں ہے؟" "اے عمرہ میں یہاں ہوں۔ کیا میرے واسطے تھوڑا پانی نہیں لائے گی؟" اپنی معمولی



عادت کے مطابق وُہ فوراً اُٹھی اور ٹوکری کو کھول کر کہا: "دیکھو اس میں روٹی اور گوشت ہے۔" تب اُس نے چاہا کہ رومال کو زمین پر دسترخوان کے موافق بچھا دے مگر ترضہ کی ماں نے اُسے روکا۔ "اے عمرہ ایسا مت کر۔ جو لوگ کنوئیں پر ہیں ممکن ہیں کہ تم کو پتھراؤ کریں اور ہمیں پینے کو پانی نہ دیں۔ ٹوکری کو یہیں چھوڑ دے اور گھڑے کو لے جا کر بھر لا۔ ہم اُسے قبرستان میں لے جائیں گے۔" "اے عمرہ شتابی کر۔" جس وقت عمرہ گھڑا لے کر کنوئیں پر آئی تو لوگوں نے دریافت کیا کہ "یہ کوڑھی کون ہیں؟" اُس نے جواب دیا کہ "کسی زمانے میں وُہ مجھ پر بڑی مہربان تھیں۔" پھر گھڑا بھر کر واپس آئی اور دُور رکھ کر کہا "کیا میں تمہارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتی ہوں؟" ماں نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔

"ہاں۔ میں جانتی ہوں کہ بِن ہُور اپنے گھر آگیا ہے۔ پرسوں رات میں نے اُسے محل کی سیڑھیوں پر سوتے دیکھا اور تُو نے آ کر اُسے جگایا۔" "اے مخدومہ تُم نے دیکھا اور نزدیک نہیں آئیں؟" "یہ تو اُسے ہلاک کر دینا ہوتا۔ اب میں اُسے ہرگز گلے نہیں لگا سکتی۔ اب میں اُسے بوسہ نہیں دے سکتی۔ اے عمرہ میں جانتی ہوں کہ تم اُس سے محبت رکھتی ہو۔" وفادار ملازمہ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی اور گھٹنے ٹیک کر کہا "میں اُس کے واسطے اپنی جان بھی دینے کو مستعد ہوں۔" "اے عمرہ میں یہ چاہتی ہوں کہ تُو اُس کو یہ نہ بتا کہ ہم کہاں ہیں، یا یہ کہ تُو نے ہمیں دیکھا ہے۔" "مگر وُہ تو تمہاری تلاش کر رہا ہے۔ وُہ تو دُور مُلک سے آیا ہے، کہ تمہیں ڈھونڈ نکالے۔"

"مگر ضرور ہے کہ وُہ ہمیں نہ پائے۔ خُدا نہ کرے کہ وُہ ہماری مانند ہو جائے۔"

"اے عمرہ سُن۔ جس طرح کہ آج تُو ہمارے واسطے کھانا لائی ہے روزمرہ

صبح و شام تو اسی طرح سے آیا کر اور تب تھرتھراتی آواز سے کہا اور اُس کی خبر ہمیں دیا کر۔ لیکن ہماری نسبت اُس سے کبھی کچھ نہ کہنا۔ اَے عُمرہ۔ تُو نے سُنا؟"

"ہائے یہ تو بڑی مشکل بات ہوگی کہ میں روزمرّہ اُسے تمہاری بابت گفتگو کرتے سُنوں اور تمہاری تلاش میں چہار طرف پھرتے دیکھوں۔ ہاں اُس کی محبت کے اظہار دیکھوں اور اُسے اتنا بھی نہ بتاؤں کہ تم زندہ ہو۔"

"اَے عُمرہ۔ کیا تُو اُسے کہہ سکتی ہے کہ ہم تندرست ہیں؟" عُمرہ نے اپنے ہاتھوں سے مُنہ کو چھپا لیا اور رونے لگی۔ "نہیں تو۔ نہیں کہہ سکتی۔" "اِس واسطے بالکل خاموش رہ۔ اپنی زبان کو روک۔ اَب جا اور شام کو پھر آ۔ ہم تیرا انتظار کریں گے۔ اُس وقت تک والسّلام۔"

عُمرہ بولی: "اَے مخدومہ یہ بڑا بھاری بوجھ ہوگا اور مشکل سے برداشت کرنے کے قابل ہے۔"

والدہ نے ترضہ کو ٹوکری دے کر کہا "مگر کیا یہ زیادہ بھاری بوجھ نہ ہوگا کہ تُو اُس کو ہماری حالت میں دیکھے۔ آج پھر شام کو آنا۔" یہ کہہ کر چل دی۔ عُمرہ اُن کو تاکتی رہی جب تک کہ وہ نظر سے غائب نہ ہو گئیں۔ اب روزمرّہ عُمرہ کا یہ دستور تھا کہ صبح و شام اُن کے واسطے خوراک لاتی اور کنوئیں سے ایک گھڑا پانی بھروا کر اُن کے واسطے رکھ دیتی۔ گو ان مصیبت زدوں کے واسطے قبریں کوئی آرام کی جا نہیں تھیں، تاہم وہ خداوند کا ہزار ہزار شکر ادا کرتیں۔ کیونکہ قلعہ انٹونیا کی اندھیری کوٹھڑی سے تو بہت بہتر تھیں۔

ساتواں مہینہ جو عبرانی میں تشری اور انگریزی میں جولائی کہلاتا ہے اُس کی پہلی تاریخ کو مَلُوک یروشلیم میں پہنچا اور بن حُور سے مشورہ کر کے اُس کے عزیزوں کی تلاش شروع کی۔ اوّل ہی وہ قلعے کے جیل خانہ کے داروغہ کے پاس گیا۔



اور اُس سے حُور کے خاندان کی تواریخ اور گریٹس کا زخمی ہونا بیان کیا اور کہا کہ حُور کے رشتہ داروں کا ارادہ ہے کہ قیصر کے رُوبرو اپیل کریں، تاکہ اُن کی جائداد واگذاشت کی جائے، اور ملکی حقوق اُن کو پھر مل جائیں۔ ایسی اپیل پر ضرور ہے کہ کُل معاملے کی تحقیقات کی جائے۔ اُس وقت کُل عُقدہ حل ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں داروغہ نے ترضہ اور اُس کی والدہ کی کیفیت جتنی اُسے معلوم تھی کہہ سنائی اور یہ بھی بتایا کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ اُس نے اُن کو رہا کر دیا۔ یہ خبر پا کر مَلُوک دوڑ کر بن حُور کے پاس آیا۔ اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے کوڑھی ہونے کا حال سُن کر جو صدمہ اُس کو ہوا سو خُدا ہی جانتا ہے۔ روتا اور سرد آہیں کھینچتا تھا۔ اور بار بار چلّاتا تھا کہ "کوڑھی۔ کوڑھی۔ میری والدہ اور ترضہ کوڑھی۔ اَے خُداوند کب تک۔ اَے خُداوند" آخر کار وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور مضطرب آواز سے کہا "مجھے اُن کی تلاش کرنی ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ وہ موت کے نزدیک ہوں۔" مَلُوک نے دریافت کیا "کہاں اُن کی تلاش کرو گے۔" وہ صرف ایک ہی جگہ جا سکتی ہیں پس دونوں تلاش میں اُس پہاڑی کی طرف گئے جو بدمشورت کی پہاڑی کہلاتی ہے اور جہاں عموماً کوڑھی بھیک مانگنے کو آتے تھے۔

شام تک یہ برابر وہاں رہے۔ اکثر کوڑھیوں سے دو عورتوں کی نسبت دریافت کیا، مگر کچھ پتہ نہ پایا۔ اسی طرح دو مہینے تک روزمرّہ اُنہوں نے جستجو اور تحقیقات کی۔ آخر کسی نے اُن کو یہ خبر دی کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ حکام کے حکم سے دو کوڑھی عورتیں سنگسار کی گئی تھیں۔ اس پر بن حُور نے یقین کر لیا کہ یہی میری والدہ اور میری ہمشیرہ تھیں۔ سرائے کو لوٹ کر بستر پر پڑ گیا، اور تلخ دِل سے کہنے لگا "یہی کافی نہ تھا کہ میرے عزیز کوڑھی ہو جائیں، یہ کافی نہ تھا؟ آہ بلکہ ضرور تھا کہ شہر کے باہر پتھراؤ بھی کئے جائیں۔ میری والدہ مر گئی۔ میری ترضہ بھی مر گئی اور میں اکیلا باقی رہ گیا ہوں۔ اور کس واسطے۔ کب تک۔ اَے

خُداوند کب تک یہ رُومی سلطنت قائم رہے گی؟" جب یہ ماتم کر رہا تھا ایک قافلہ سرائے میں آیا اور بڑا غل شور ہونے لگا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہُوا، کہ یہ فریق گلیلؔ سے آیا ہے۔ زیادہ تر اُن میں سے جوان، مضبوط، پھُرتیلے اور محنت کش تھے۔ یہ فریق زیتیوں کی عید میں شامل ہونے کو آیا تھا۔ بِن حُور کو خیال آیا کہ ممکن ہے کہ یہ فریق میرے کام میں جو اُمید ہے کہ مجھے جلد شروع کرنا ہوگا، مددگار ہو۔ اتنے میں ایک قاصد آیا، جس کا گھبراہٹ سے چہرہ سُرخ تھا۔ اُس نے بڑے زور سے گلیلیوں کو کہا "یہاں تُم کیا کرتے ہو؟

"ربّی اور بزرگ ہیکل سے پیلاطُس کی طرف جاتے ہیں۔ آؤ شتابی کرو۔ ہم بھی اُن کے پیچھے جائیں۔" کُل گلیلی اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ "پیلاطُس پاس کس واسطے؟" چہار اطراف سے یہ سوال ہونے لگا۔ قاصد نے جواب دیا "اُنہوں نے ایک سازش دریافت کی۔ پیلاطُس نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جو نیا منبع وہ بنوا رہا ہے، اُس کا خرچ ہیکل کی نقدی سے دے۔"

"کیا خُدا کا روپیہ اِس طرح خرچ کرے گا۔ ایک مثقال بھی اگر اُس نقدی میں سے لے تب دیکھے گا کہ کیا ہوتا ہے۔"

قاصد نے کہا "جلدی کرو، ممکن ہے کہ ہماری ضرورت ہو۔ پس شتابی کرو۔" سب نے ایک آواز کہا "ہم تیار ہیں۔"

اِس موقعہ پر بِن حُور نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور بولا "اے گلیلی مردو! میں یہودا کے فرقے سے ہُوں۔ کیا تُم مجھے اپنے ہمراہ لے چلو گے؟"

ایک نے کہا "ممکن ہے کہ ہمیں لڑنا پڑے۔"

---

[1] گلیلی اسرائیل کے اشرف زبولون، اشکار اور نفتالی کے فرقوں سے تھے۔ مگر یہودی اِن کو حقیر جانتے تھے۔



"تو جاگتے ہیں تو میں پیلاطُس ہُوں گا۔" "تو جلدی آؤ۔" بِن حُور نے اپنا اُوپر کا جامہ اُتار دیا اور کمر بند کو کس کر کہا "تُم کہتے ہو کہ ممکن ہے کہ وہاں لڑنا پڑے مگر کن سے لڑنا پڑے؟"

"پہرے والوں سے۔" "مگر کیا تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟"

یہ سُن کر سب خاموش ہو رہے۔ مگر ایک نے کہا کہ پہلے چاہیئے کہ "ایک کو ہم اپنا سردار بنائیں۔" سب کی نگاہ بِن حُور کی طرف پھر گئی، اور حالانکہ اُس سے بخوبی واقف بھی نہ تھے، مگر ہم رائے ہو کر اُسے اپنا سردار انتخاب کیا اور پھر یہ بھیڑ یعنی اُس محل کی جانب روانہ ہُوئے جہاں پیلاطُس رُومی حاکم رہتا تھا۔ راہ میں اور بہت سے لوگ اُن کے ہمراہ ہو لئے۔ ایسا کہ کئی ہزار کا ہجوم ہو گیا۔ اُن سے پہلے ربّی اور یہودی بزرگ وہاں پہنچ کر محل کے وسیع صحن میں داخل ہو گئے تھے، اور اندر محل میں حاکم کے پاس درخواست پیش کرائی کہ باہر آ کر اُن کی عرض سُنے، مگر اُس نے باہر آنے سے اِنکار کیا۔ آخرکار ربیّوں نے کہلا بھیجا کہ جب تک تُو ہماری نہ سُنے گا، ہم واپس نہ جائیں گے اور جا بجا صحن میں بیٹھ گئے۔ حالانکہ صحن میں دو طرفہ ہرے درختوں کی صفیں تھیں، مگر اُن کے سائے میں نہیں، بلکہ دُور اُن کے سائے سے بچ کر بیٹھے، کیونکہ ربّی آئین نہ تھا کہ شہر یروشلیم کے اندر کسی نوع کی سبزی اُگنے نہ پائے اور یہی وجہ تھی کہ سلیمان بادشاہ نے جس وقت اپنی مصری ملکہ کے واسطے ایک باغ لگانا چاہا تو شہر کے باہر اُس وادی میں جو عین رجیل کے اُوپر تھی وہاں تیار کروایا۔

اب تو صحن میں یہودیوں اور گلیلیوں کا ایک بڑا بھاری ہجوم ہو گیا۔ لوگوں نے غُل شور مچانا شروع کیا۔ مگر پھر بھی پیلاطُس باہر نہیں آیا۔ دوپہر ہو گئی بلکہ کچھ بارش بھی ہُوئی لیکن لوگ پھر بھی ڈٹے رہے۔ تیسرے پہر کے قریب رُومی

سپاہیوں نے جو پھاٹکوں پر پہرے پر تھے، ہجوم کے پچھلے حصّے پر حملہ کیا۔ اُن
کا حملہ کرنا تھا کہ بن حور نے اپنے گلیلی ہمراہیوں کو حکم دیا کہ صحن میں جو درخت ہیں
اُن سے شاخیں توڑ کر ڈنڈے بنا لو، اور خود ایک مضبوط بھاری ڈنڈا لے
کر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اِس مار پیٹ اور لڑائی میں بہت سے یہودی اور
اکثر رُومی زخمی ہوئے، بلکہ مارے گئے، اور آدمیوں کے پیروں تلے روندے
گئے۔ ہجوم کا زیادہ حصّہ صحن سے باہر نکل آیا۔ جس وقت بن حور باہر نکلتا تھا
تو ایک رُومی صوبہ دار نے اُسے گالی دے کر دریافت کیا "کہ کیا تُو رُومی ہے؟"
بن حور نے کہا کہ "میں یہوداہ کے فرقے کا ہُوں اور یہاں پیدا ہُوا ہُوں۔ مگر تُو
کیا چاہتا ہے؟" صوبہ دار نے جواب دیا کہ "تُو مجھ سے لڑے"۔ بن حور نے
کہا۔ "میرے پاس تو ہتھیار نہیں ہیں"۔

"میں اپنے ہتھیار تجھے دوں گا اور خود کسی سپاہی سے لے لُونگا"۔

"میں راضی ہُوں اپنی تلوار اور ڈھال مجھے دے"۔

اِس عرصے میں لوگوں نے پھاٹک کے باہر ایک چکر باندھ لیا، اور
دونوں میدان میں اُترے۔ پہلے تو بن حور نے صوبہ دار کو کئی وار کرنے دیئے
اور خود بچاتا گیا آخر اُسے کہا کہ اب ہوشیار ہو جا کہ میں وار کروں گا اور اُس
کا داؤ بچا کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ صوبہ دار کا داہنا شانہ کھُل گیا اور وہ زمین پر
مُنہ کے بل گر پڑا۔ بن حور لپک کر اُس کی پُشت پر کھڑا ہو گیا اور شمشیر بازوں
کے قاعدے کے موافق سر سے بلند اپنی ڈھال پھرانے لگا۔ اتنے میں ایک
اور رُومی پھاٹک سے اُس کی طرف بڑھا اُسے بن حور نے کہا "تیرا ہمراہی سپاہی
کی مَوت مرا اور سوا اُس کی ڈھال اور تلوار کے میں اُس کا کچھ نہیں اُتاروں گا"۔
یہ کہہ کر وہ چل پڑا جب محل سے کچھ فاصلے پر پہنچا تو گلیلی ہمراہیوں سے مخاطب



ہو کر بولا "اے بھائیو تم نے بڑی بہادری دکھلائی۔ اب ضرور ہے کہ ہم سب پراگندہ
ہو جائیں۔ مبادا رُومی فوج ہمارا تعاقب کرے۔ لیکن آج رات تم سب بیت عنیا
کی سرائے میں جمع ہو جاؤ، کیونکہ مجھے ایک بڑی بھاری تجویز پیش کرنی ہے، جو اسرائیل
کے نفع کے لئے ہوگی۔ پس اگر تم آنے پر راضی ہو تو تلوار اور ڈھال بطور نشانی
کے لیتے آنا"۔ اُس کے ہمراہیوں نے اپنی رضامندی ظاہر کی اور پراگندہ ہو گئے
اور بن حور بھی جلد غائب ہو گیا۔

اُس روز تمام شہر میں دھوم مچ گئی کہ نوجوان یہودی نے رومیوں کا
مقابلہ کیا اور لوگوں کے دلوں میں ایک نئی اُمید پیدا ہوگئی کہ اگر خداوند پر بھروسہ
رکھ کر صبر سے انتظار کریں گے تو اسرائیل پھر آزاد ہو جائے گا۔

---

# بتّیسواں باب

## پیش رو

وعدے کے موافق گلیلی فریق بیت عنیا کی سرائے میں جو ویران پڑی تھی
جمع ہو گیا۔ بن حور نے اُن سے بیان کیا، کہ یہودیوں کا بادشاہ آتا ہے، اور
جب وہ آئے گا تو رومیوں کو نیست کرے گا، اور نہ صرف یہ بلکہ تمام دُنیا میں
حکومت کرے گا، اور اُس کی سلطنت قیصر سے زیادہ پُر زور اور سلیمان
سے زیادہ پُر شان ہوگی، اور تا ابد قائم رہے گی۔ گلیلیوں کی قومی خاصیت

تیزی۔ فخر۔ بہادری۔ وفاداری اور بلندیٔ خیال ہے پس بن حُور کا کلام سُن کے
وہ فوراً یکدل ہو کر اُس پر راضی ہو گئے کہ جو وہ ہدایت کرے گا، وہ بہ دل و جان
بجا لائیں گے۔ مگر اُن میں سے ایک نے سوال کیا کہ جو تُو نے کلام کیا ہے اُس
کا ثبوت تُو کیا رکھتا ہے۔ یعقوب و بیل کے بن حُور نے انبیاء کے صحیفوں کی اکثر
اسناد پیش کیں بلکہ یہ بھی کہا کہ بطلمیوس مصری انطاکیہ میں بادشاہ کا انتظار کرتا
ہے۔ اور چونکہ روایتوں کے موافق بھی مسیح موعود کا آنا تمام ملک میں مشہور تھا۔
اُن کا کلی یقین ہو گیا، کہ نہ صرف بادشاہ آتا ہے، بلکہ اُس کا آنا بہت نزدیک
ہے۔ اب قرار پایا کہ سب مُلک گلیل کو واپس جائیں اور وہاں بن حُور پہاڑوں
کے درمیان اُن کو جنگ کے قواعد سکھاتے۔ کیونکہ یہ ضروری تھا کہ رُومیوں نیز
ہیرودیس انتیپاس کو بھی خبر نہ ہو۔ تھوڑے عرصے میں بن حُور نے تین لشکر
جن میں پانچ پانچ ہزار جوان شامل تھے جمع کر لئے، اور اُن کو تلوار چلانے
اور بھالے پھینکنے کی مشق کرانے لگا۔ اگر وہ چاہتا تو اور بھی بھرتی کر لیتا، مگر
اُس نے یہ تدبیر کی کہ جو سپاہی عمدہ طور پر تیار ہو جاتے، اُن کو اُن کے شہر
اور بستیوں میں واپس بھیج دیتا تاکہ وہاں اپنے ہم شہریوں کو قواعد کی تعلیم دیں
لیکن اس موقعہ پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے بڑے لشکر کے واسطے ہتھیار اور
رسد کہاں سے دستیاب ہوتے تھے جواب میں یہ کہنا کافی ہے کہ سمونائڈس
تو ہتھیار بھیجتا تھا اور شیخ الدریم رسد مہیا کرتا اور دَرّوں کی نگہبانی کرتا تھا۔
ایک روز شام کے وقت جب بن حُور چند گلیلی سرداروں کے ہمراہ ایک غار کے
سامنے بیٹھا تھا تو ایک عربی قاصد آیا اور اُسے خط دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

مقام یروشلیم ماہ نیساں کی چوتھی تاریخ ایک نبی ظاہر ہُوا ہے جس کو
لوگ الیاس کہتے ہیں۔ وہ بہت سالوں تک جنگل میں رہا، اور ہماری نظروں



میں وہ ایک نبی ہے۔ اُس کی تعلیم ہے کہ ایک مجھ سے بڑا ہے، جس کی نسبت
وہ کہتا ہے۔ کہ وہ جلد آنے والا ہے"۔ اور اُس کے انتظار میں وہ دریائے یردن
کے مشرقی کنارے پر ٹھہرا ہُوا ہے۔ میں بھی اُسے دیکھنے اور اُس کا کلام سُننے
کو گیا تھا، اور جس کا وہ منتظر ہے، وہ لاریب وہی بادشاہ ہے، جس کا تم انتظار
کرتے ہو۔ آؤ اور خود اس کا فیصلہ کر لو۔ کل یروشلیم اُس نبی کو دیکھنے کے لئے
جاتا ہے، بلکہ چار طرف سے لوگ ہجوم کر کے آتے ہیں جس کنارے پر وہ رہتا
ہے آج کل اُس کی وہ کیفیت ہے جو عید فسح کے آخری دنوں میں کوہ زیتون
کی ہوتی ہے۔

ملوک"

اس کو پڑھ کر بن حُور کا چہرہ دمدمانے لگا اور اُس نے اپنے ہمراہیوں
کو کہا "اے رفیقو اس خط کے موافق ہمارا انتظار ختم ہُوا۔ بادشاہ کا پیشرو
ظاہر ہُوا ہے۔ اور اُس نے اُس کی آمد کی خبر دی ہے" یہ اُس کے ہمراہی بھی
اس خبر کو سُن کر نہایت خوش ہوئے۔ تب بن حُور نے اُن کو حکم دیا، "اب تیار ہو جاؤ
اور علی الصبح اپنے اپنے شہر اور مکان کو روانہ ہو اور جو تمہارے زیر کمان ہیں
اُن کو خبر دو کہ تیار رہیں اور جس وقت میرا حکم آئے اُسی وقت جمع ہو جائیں۔
اب میں جاتا ہوں تاکہ خود دیکھوں کہ آیا بادشاہ فی الواقع آتا ہے یا نہیں اور جیسا حال
ہوگا تم کو اطلاع دوں گا۔ اس اثنا میں اُس وعدے سے اپنے دل کو خوش
رکھو۔" پھر خود غار کے اندر جا کر دو خط لکھے۔ ایک شیخ الدریم کو اور ایک
سمونائڈس کو روانہ کیا، تاکہ جو خبر اُسے ملی تھی، اُس کی اطلاع اُن کو بھی ہو
جائے اور اُن کو پتہ بھی رہے کہ میں خود یروشلیم کو گیا ہوں۔ جب صبح صادق ہوئی
تو الڈیران پر سوار ہو کر اور ایک عربی رہبر کو ہمراہ لے کر دریائے یردن کی جانب
روانہ ہُوا، کوئی دو گھنٹے دن چڑھا ہوگا، کہ رہبر نے یکایک کہا کہ "ایک شتر سوار

آگے جاتا ہے۔" بن حور نے غور سے دیکھا تو معلوم کیا، کہ ایک بڑا سفید اُونٹ ہے۔ ایسا اُونٹ جو اُس نے بزرگ بلطسر کے پاس دیکھا تھا۔ جب نزدیک پہنچے کو تحقیق ہو گیا کہ وُہی بزرگ اَور اُس کی بیٹی ہیں، اور ایک سوار اُن کا رہبر اور چند ملازم ہمراہ ہیں۔ بلطسر نے اُسے دیکھ کر کہا "برحق خدا کی برکت تم پر ہو۔" بن حور نے جواب دیا۔

"خداوند کی سلامتی تم پر اور تمہارے ہمراہیوں پر ہو۔"

بلطسر نے کہا "مجھے کم نظر آتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم وُہی بن حور ہو جو شیخ الدریم کے مہمان تھے؟"

"اور تم وُہی بلطسر دانا مصری ہو، جس نے آئندہ کی پاک باتوں کی نسبت ایسا پُر اثر کلام کیا تھا کہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم مجھے یہاں ویرانے میں پاتے ہو۔ مگر تم یہاں کیا کرتے ہو؟"

بلطسر نے سنجیدگی سے جواب دیا "وُہ کبھی اکیلا نہیں ہے وُہ اُس جگہ ہے جہاں خدا ہے، اور خدا ہر جگہ ہے۔ مگر تمہارے سوال کا یہ جواب ہے کہ ہم ایک قافلے کے ہمراہ سفر کرتے ہیں، جو اسکندریہ کو جاتا ہے اور پاک شہر سے گذرے گا۔ پر چونکہ رومی بدرقہ کی وجہ سے قافلہ بہت آہستہ آہستہ کوچ کرتا ہے، ہم نے مناسب سمجھا کہ آگے بڑھ چلیں۔ کیونکہ رہزنوں کا تو ہمیں کچھ خوف نہیں۔ اس لئے ہم شیخ الدریم کی انگشتری پہنے ہوئے ہیں۔ اور درندوں اور جانوروں کا کچھ خطرہ نہیں، اِس لئے خداوند ہمارا حافظ ہے۔" کچھ آگے چل کر یہ ایک تنگ وادی میں پہنچے جس کے قرب میں تازہ اور شفاف پانی کا ایک چشمہ جاری تھا۔ یہاں اُنہوں نے تھوڑے عرصے کے واسطے مقام کیا۔ بلطسر کا وُہی خیمہ جس کا اِس داستان کے شروع میں ذکر ہوا ہے کھڑا کیا گیا اور بن حور نے بزرگ مصری اور اُس کی بیٹی



کے ساتھ کھانا کھایا اور سب تازہ دم ہوئے کھانے کے بعد مختلف قسم کی گفتگو شروع ہوئی۔ بات چیت کرتے ہوئے بلطسر نے بن حور سے دریافت کیا کہ "کیا تم بھی یروشلیم کو جاتے ہو؟"

"میں بھی پاک شہر کو جاتا ہوں۔"

"مجھے بڑا اضطراب ہے، کیونکہ کچھ عرصے سے مجھے پھر خواب نظر آتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک خواب بار بار نظر آتا ہے۔ ایک آواز مجھے تاکید کرتی ہے کہ جلدی کر، اُٹھ جس کا تُو اتنے عرصے سے انتظار کر رہا ہے سو اب نزدیک ہے۔"

بن حور نے متحیّر ہو کر دریافت کیا "کیا آپ کا مطلب اُسی سے ہے جو یہودیوں کا بادشاہ ہوگا؟" "اُسی سے۔" "تو آپ کو اُس کی نسبت اور زیادہ خبر نہیں ملی؟"

"خواب کی آواز کے سوا اور کچھ نہیں۔" "تو میں آپ کو وُہ خبر دے سکتا ہوں جس نے میرے دل کو شاد کیا، اور یقین ہے کہ تم بھی دل شاد ہو گے۔" یہ کہہ کر بن حور نے وُہ خط جو ملوک سے آیا تھا بزرگ مصری کو دیا۔ جب اُس نے اُسے پڑھا تو اُس کا جسم لرزتے اور اُس کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اُس نے اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھا کر شکریہ ادا کیا۔ اُس نے کوئی سوال نہیں کیا کیونکہ اُس کے دل میں کسی نوع کا شُبہ باقی نہ رہا، اور اُس نے کہا "اے خداوند تُو نے میرے حال پر بڑی مہربانیاں کی ہیں۔ اب میں تیری منت کرتا ہوں مجھے فرصت دے کہ میں نجات دہندے کو پھر دیکھوں اور اُسے سجدہ کروں تب تیرا بندہ سلامتی سے رخصت ہونے کو تیار ہوگا۔"

"اے بلطسر۔ اب چونکہ وُہ آگیا ہے کہ آپ اب بھی یہی خیال کرتے ہیں

کہ وُہ بادشاہ نہیں بلکہ نجات دہندہ ہوگا ؟"

بلطسر نے حلیم اور فکر مند نگاہ سے بن حُور کی طرف دیکھ کر یہ دریافت کیا جو تُم نے سوال کیا اُس کے معنے مَیں کیا سمجھوں ؟ جب سے میری اور تمہاری ملاقات ایک شیخ کے خیمے میں ہُوئی، رُوح جو قدیم میں ستارے کی صُورت میں میری راہنما تھی پھر ظاہر نہیں ہُوئی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سابق کے موافق مجھے نظر نہیں آئی لیکن مَیں یقین کرتا ہُوں کہ جو آواز مَیں خواب میں سُنتا ہُوں سو ہی رُوح ہے۔ اِس سے زیادہ مجھے کوئی الہام نہیں ہُوا"

بن حُور نے مؤدبانہ کہا "اُس وقت میرا اور آپ کا یہ اختلاف تھا کہ آپ کی رائے یہ تھی کہ وُہ بادشاہ ہوگا، مگر قیصر کی مانند نہیں۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ اُس کی بادشاہت دُنیاوی نہیں بلکہ رُوحانی ہوگی"

بزرگ مصری نے جواب دیا "اور آپ ابھی میری یہی رائے ہے۔ میرے اور تُمہارے اعتقاد میں یہ فرق ہے، کہ تُم تو انسانوں کے بادشاہ کا انتظار کرتے ہو اور مَیں رُوحوں کے نجات دہندے کا اُمیدوار ہُوں۔ اَے بن حُور مجھے اجازت دے کہ اپنے اعتقاد کے سمجھانے کی کوشش کروں تب ممکن ہے کہ جس وقت تُم کو یقین ہو جائے، کہ وُہ رُوحانی سلطنت جو وُہ قائم کرے گا قیصر کی حکومت سے ہر نوع میں بہتر ہوگی، تو تُم اِس وجہ کو بخُوبی سمجھ لوگے، کہ مجھے اُس عجیب شخص کے دیکھنے کا کیوں ایسا اشتیاق ہے۔ مَیں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ خیال کس زمانے میں پیدا ہُوا کہ ہر ایک انسان میں رُوح ہے۔ غالباً یہ خیال ہمارے پہلے والدین باغ عدن سے جس میں وُہ اوّل اوّل رکھے گئے اپنے ساتھ لائے۔ تاہم یہ تو ہم جانتے ہیں، کہ یہ خیال انسان کے دل سے ہرگز نیست نہیں ہُوا۔ ہاں اکثروں نے اُسے فراموش کر دیا۔ مگر پھر بھی بعض کے دلوں میں قائم رہا کسی کسی زمانے میں یہ خیال دُھندلا ہوکر پژمُردہ سا ہوگیا کسی میں اُس کی نسبت بڑے بڑے



شک وشُبے پیدا ہُوئے۔ پھر بھی خُدا نے اپنی بڑی رحمت سے گاہ بگاہ ایسے صاحبِ عقل بھیجے کہ لوگوں کے اعتقاد ازسرِ نَو تازہ ہوگئے۔ مگر سوال یہ اُٹھتا ہے کہ ہر انسان میں کس واسطے رُوح ہونی چاہیئے ؟ اَے بن حُور ایک لمحہ کے واسطے اِس تجویز کی ضرورت پر غور کر۔ یہ کبھی نہیں ہُوا کہ خلق اللہ نے یہ خواہش کی ہو کہ وُہ لیٹ جائیں اور مرجائیں اور ہمیشہ کے واسطے معدُوم ہو جائیں کبھی کوئی انسان ایسا نہیں ہُوا جس کے دل میں یہ تمنّا ہُوئی ہو کہ اُس کا انجام بہتر ہو۔ اِس خیال کی مخالفت میں کہ مَوت کے بعد نیست ہو جاتا ہے قوموں کی یادگاریں پختہ ثبُوت ہیں۔ ایسے ہی سنگی مُورتیں۔ کتبے اور تواریخ ہیں۔ ہمارے ایک مصری شاہ عظیم نے اپنی صُورت ایک چٹان میں ترشوائی۔ کیا جس وقت وُہ تیار ہوتی تھی۔ بادشاہ اپنے دل میں فخر یہ نہ کہتا ہوگا کہ اب مَوت بھی آجائے تو کچھ ڈر نہیں، کیونکہ یہ تصویر ابد میں قائم رہے گی ؟ اُس کی تمنّا پوری ہُوئی، کیونکہ آج کے دن تک وُہ صُورت موجود ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے بعد اُس نے کیا محفوظ رکھا صرف آدمیوں کے واسطے ایک یادگار۔ ایک نشان جو نمود کی مانند ہے وجُود ہے ایک پتھر کی داستان اور کچھ نہیں۔ مگر اس عرصے میں بادشاہ کا کیا ہُوا ؟ اُس کی لاش خوشبوؤں سے بھر کر شاہی مقبرے میں رکھی گئی، اور یہ صُورت اُس کی شکل صُورت کے موافق خوبصورت نہیں ہے۔ لیکن اَے بن حُور وُہ بادشاہ خود کہاں ہے۔ کیا وُہ نیست ہوگیا ہے ؟ دو ہزار برس گذرے ہیں کہ وُہ تمہاری اور میری موافق زندہ تھا۔ پھر کیا اُس کا آخری دم اُس کا انجام تھا ؟ اگر یہ امر تسلیم کیا جائے تو خُدا پر الزام لگتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہم خُدا کی بہتر تدبیر قبول کریں جو ہمارے واسطے مَوت کے بعد زندگی یعنی حقیقی زندگی حاصل کرتا ہے۔ زندگی جو ابدی ہے، گو ممکن ہے، کہ اُس میں حالت کی تبدیلیات واقع ہوں۔ مگر

تم یہ سوال کرو گے کہ خدا کی تدبیر کیا ہے؟ یہ کہ اُس نے تم میں سے ہر ایک کو پیدائش کے وقت ایک روح عنایت کی اور یہ سادہ قانون مقرر کیا کہ بغیر روح کے وسیلے حیاتِ جاودانی نہیں ہے۔ اِس قانون میں تم وہ ضرورت دیکھتے ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اب ضرورت کو چھوڑ کر اُس خوشی کی طرف متوجہ ہوں جو ہماری روح کے خیال سے پیدا ہوتی ہے۔ اوّل تو وہ موت کے خوف کو کھو دیتی ہے، کیونکہ مرنے والوں کو ایک بہتر حالت کی تبدیلی اور دانے کو ایک بیج کا بویا جانا دیتی جس سے ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ دوم مجھے دیکھو کہ کمزور، ماندہ، ضعیف جسم سکڑا ہوا اور بدزیب ہوں۔ میرے جھری دار چہرے پر نگاہ کرو۔ میرے ناقص حواس پر غور کرو اور میری مہین آواز کو سنو۔ پس اِس وعدے میں مجھے کس قدر خوشی ہے کہ جس وقت قبر میرے واسطے کھلے گی کہ میرے سال خوردہ جسم کو قبول کرے تو موجودات یعنی خدا کے محل کے پھاٹک کھل جائیں گے تاکہ مجھے جو ایک آزاد اور غیر فانی روح ہے، داخل ہونے دیں۔ کاش کہ میں تمہیں بتا سکوں کہ آیندہ زندگی میں کیا اعلیٰ شادمانی ہوگی۔ مگر نہ کہو کہ میں اُس کی نسبت کچھ نہیں جانتا، کیونکہ میں یہ جانتا ہوں اور اتنا جاننا میرے واسطے کافی ہے کہ روح کا ہونا الٰہی فضیلت ہے۔ ایسے وجود میں نہ خاک ہے اور نہ کوئی کثیف شے ہے، بلکہ ضرور ہے کہ ہوا سے زیادہ باریک، روشنی سے زیادہ غیر محسوس اور نور سے زیادہ صاف ہو۔ غرض کہ وہ زندگی کامل پاکیزگی ہے۔ اب اے بن حور یہ باتیں جان کہ کیا مناسب ہے کہ میں خود آپ یا تجھ سے یہ بحث کروں، کہ روح کی کیا شکل ہے یا وہ کہاں رہتی ہے۔ وہ کیا کھاتی یا پیتی ہے۔ کیا اُس کے بازو ہیں، یا وہ کیا پہنتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ زیادہ زیبا ہے کہ خدا پر بھروسہ رکھوں۔ خلقت کی کل تحریریں اُس کی کامل حکمت کی گواہ ہیں۔



وہ سوسن کو پہناتا۔ گلاب کو خوشبو دیتا، شبنم کے قطرے ٹپکاتا۔ ہاں وہ خلقت کیلئے سرود پیدا کرتا ہے۔ غرضیکہ اُس نے ہم کو اِس عبادت کے واسطے ساخت کیا اور اُس کی شرائط مقرر کیں اور میرے واسطے یہ ایسی مضبوط کفالت ہے کہ ایک ننھے پنچھی کے موافق بھروسہ رکھ کر میں اپنی روح کی ساخت اور موت کے بعد کی زندگی کے کل انتظام اُسی پر چھوڑ دیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اب تم سے میرا یہ سوال ہے کہ آیا یہ انسانی زندگی جو ہر نوع کی مصیبتوں سے پُر اور ایسی کوتاہ ہے، اُس کامل اور ابدی زندگی سے جو روح کے واسطے مقرر ہے قابلِ ترجیح ہے؟ لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے، کہ دونوں زندگیاں شادمانی میں برابر ہیں، پھر بھی کیا ایک گذشتہ ایک برس سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ اور اِس سے آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اِس زمین پر ستر برس کی زندگی اُس بقا سے جو خدا کے ساتھ ہو بہتر ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس زندگی میں بھی عقدے ہیں، اور ہزارہا لوگ اُن کے حل کرنے میں اپنی زندگی صرف کر دیتے ہیں۔ مگر بعد کی زندگی کے عقدوں کے مقابل یہ کیا ہیں؛ خدا کی پہچان سے بہتر کون سا علم ہے؟ اُس زندگی میں میرے لئے یہ سارے بھید کھل جائیں گے۔ اُس وقت مجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ خداوند نے کیونکر نیست سے ہست کیا اور کیونکر تاریکی سے نور پیدا ہوا۔ یہ سارے راز مجھے معلوم ہو جائیں گے۔ ہاں مجھے الٰہی علم حاصل ہوگا۔ اے بن حور بعد کی زندگی کا علم ایسا تاریک ہو گیا ہے کہ اُس کے سمجھنے میں بڑی دقت پڑتی ہے، بلکہ یوں کہہ سکتا ہوں کہ وہ علم بالکل گم ہو گیا ہے لیکن اگر تو اُس کی تلاش کرے تو تجھے مل سکتا ہے۔ اور اگر تجھے مل جائے تو اے بن حور خوشی منا۔ جیسا کہ میں خوش ہوں۔ کیونکہ تب تجھ پر ایک ایسے نجات دہندہ کی ضرورت ثابت ہو جائے گی جو ایک بادشاہ سے بے حد بزرگ ہوگا، اور

تب وُہ جس کے دیکھنے کو تُم اور ہم جاتے ہیں، تُمہاری اُمّید کے میدان میں ایک سُورما نظر نہیں آئے گا جس کے ہاتھ میں تلوار ہو گی، اور ایک شہنشاہ جس کے سر پہ تاج ہو گا۔ اب ایک اعلٰی سوال اُٹھتا ہے، کہ ہم اُسے دیکھ کر پہچانیں گے؟ اگر تُمہارا یہی اعتقاد قائم رہا کہ ہیرودیس کے موافق وُہ بادشاہ ہو گا، تو تُم ایسے شخص کی تلاش کرو گے جو ارغوانی لباس پہنے اور ہاتھ میں عصا لئے ہو۔ برعکس اس کے مَیں جس کی تلاش کرتا ہُوں، وُہ غریب عاجز اور نا معلوم ہو گا۔ ایسا ہی آدمی ہو گا جیسے کہ ہم ہیں اور وُہ مجھے اور کُل انسان کو ابدیت کی راہ اور رُوح کی خُوشنما اور پاک زندگی بتائے گا۔ آپ آؤ آرام کریں اور علی الصّبح کُوچ کریں۔

کیونکہ اس گفتگو سے میرے دِل میں پھر اضطراب پیدا ہُوا ہے، کہ اُس کو وہ کھوج جو ہر وقت میرے خیال میں موجُود ہے۔ جب سب لیٹ گئے، تو اُن سب باتوں کے خیال سے جو اُس نے سُنی تھیں، بِن حُور کو نیند نہ آئی۔ تھوڑے عرصے میں ایرس بلطشر کی بیٹی اُٹھ کر اُونٹوں کے اُس طرف آئی جدھر یہ لیٹا تھا اور اُسے آواز دی کہ اگر سو نہیں گئے تو اِس خُوشنما چاندنی میں میرے ہمراہ سیر کرو۔ بِن حُور اُٹھ کر ساتھ ہو لیا۔ یہ تو ناظرین کو یاد ہو گا کہ یہ شوخ چشم نہایت صاحبِ جمال اور آن و ادا میں بے مثال، بال بڑی خُوش وضع اور حسین تھی۔ اُس دِن چاندنی میں اُس کے گندمی چہرے پر کالے بال غضب ڈھا رہے تھے اور آنکھیں تو ایسی تھیں گویا قُدرت نے کُوٹ کُوٹ کر موتی بھرے تھے۔ ہاتھ میں ہاتھ دے کر وُہ بِن حُور کے ہمراہ چہل قدمی کرنے لگی اور اپنی دلفریب اور میٹھی میٹھی باتوں سے اُس کے دِل کو گرویدہ کر لیا۔ اُس منافق ساحرہ نے بِن حُور کے خیالات کے موافق آنے والے بادشاہ کی شان و شکوہ کا ایسا نقشہ کھینچا کہ وُہ بے تحاشا بول اُٹھا کہ اگر میرے بادشاہ کے پاس تاج دینے کو ہوں گے تو ایک تاج تو ضرور میرا



ہو گا اور وُہ تاج مَیں آپ کے سر پہ رکھوں گا۔ تُم ملکہ بلکہ میری ملکہ ہو گی اور ہم دونو عیش میں زندگی بسر کریں گے۔

جس وقت اُس ساحرہ کو یقین ہو گیا کہ اب تو بِن حُور میرا بے دام غلام ہو گیا تو یہ بہانہ کر کے کہ اب مجھے نیند آتی ہے سونے کو واپس آئی۔

---

# تینتیسواں باب

## پیش رَو اور اُس کا بادشاہ

تین روز کے سفر کے بعد یہ فریق دوپہر کے وقت دریا یبوق کے کنارے پہنچا، جہاں کئی سو اہلِ ہیریہ اور اُن کے جانور آرام کر رہے تھے۔ یہ پہنچے ہی تھے کہ ایک شخص ایک گھڑا اور پیالہ لے کر اُن کے قریب آیا اور پانی پینے کی درخواست کی۔ جس وقت بُزرگ بلطشر پینے لگا تو اُس نے کہا "مَیں دریا یردن سے واپس آتا ہُوں، جہاں دُور دُور کے لوگ جمع ہیں۔ مگر اس جانور کے موافق مَیں نے اب تک کوئی نہیں دیکھا ہے۔ بھلا یہ کس نسل کا ہے؟"

جب بلطشر نے جواب دیا تو بِن حُور نے دریافت کیا کہ "دریا کے کس حصّے پر لوگ جمع ہیں؟" "بیت عبرا پر۔"

بِن حُور نے کہا "یہ پایاب تو کسی زمانے میں بڑا ویران اور سنسان ہوتا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں لوگ کیوں جمع ہونے لگے ہیں۔"

اجنبی نے کہا "مجھے معلوم ہُوا کہ تم بھی کسی دُور مُلک سے آئے ہو، کیا تم نے خوشخبری نہیں سُنی ہے؟" "کیا خوشخبری؟"

"ایک بھگت جنگل میں سے آیا ہے جو بڑی عجیب باتیں کرتا ہے جن سے لوگوں کے دِلوں پر جو اُس کا کلام سُنتے ہیں، بڑا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنا نام یُوحنّا اصطباغی زکریاہ کا بیٹا بتاتا ہے اور اُس کا قول ہے کہ "مَیں مسیح موعُود کے آگے قاصد بھیجا گیا ہُوں۔" اُس کی نسبت لوگ کہتے ہیں، کہ یہ یُوحنّا بچپن سے اَب تک عین جدّی کے ایک غار میں جوگیوں کے طور پر رہا ہے۔ ہزارہا آدمی اُس کے وعظ سُننے کو جاتے ہیں اور اُن کے ساتھ مَیں بھی گیا تھا۔"

"کیا تمہارے ہمراہی بھی وہیں گئے تھے؟"

"اکثر تو وہاں جا رہے ہیں اور اکثر واپس آرہے ہیں۔"

"مگر وہ کیا مُنادی کرتا ہے؟"

"ایک نئی قسم کی تعلیم۔ لوگ کہتے ہیں، کہ اسرائیل میں ایسی تعلیم کبھی سُنی نہیں گئی۔ وہ توبہ اور بپتسمہ کی مُنادی کرتا ہے۔ ربّی نہیں جانتے کہ کس کی نسبت کیا رائے قائم کریں اور نہ ہم ہی جانتے ہیں۔ بعضوں نے اُس سے سوال کیا کہ کیا تو مسیح ہے، اوروں نے دریافت کیا کہ کیا تُو الیاس ہے۔ مگر وہ سب کو یہی جواب دیتا ہے، کہ مَیں جنگل میں ایک پُکارنے والے کی آواز ہُوں کہ خُدا کی راہ کو سیدھا بناؤ۔"

بلطسر نے تھرتھراتی آواز سے دریافت کیا "اَے نیک اجنبی، یہ تو بتاؤ کہ کیا یہ مُنّاد اُسی جگہ ہمیں ملیگا، جہاں کہ تم نے اُسے دیکھا تھا؟"

"ہاں بیت عبرا ہی میں ملے گا۔"

"آؤ ہم جلدی کریں۔ مجھے تکان بالکل نہیں معلوم ہوتی۔"



دُوسرے دن تیسری گھڑی کے قریب دریائے یردن اُن کو نظر آیا جس کے کنارے پر سینکڑوں ڈیرے اور جھونپڑیاں تھیں، اور سواری و بار برداری کے جانور بندھے ہُوئے تھے اور ایک بڑا گروہ ایک موقع پر جمع تھا جس سے اُن کو معلوم ہوگیا کہ واعظ وہیں مُنادی کرتا ہے اور یہ اُس طرف کو بڑھے لیکن جس وقت یہ قریب پہنچنے لگے تو بھیڑ میں ایک ہلچل اور کھلبلی پڑ گئی، اور لوگ منتشر ہونے لگے جس سے اُن کو یقین ہوگیا کہ مُنادی ختم ہوگئی۔ بلطسر ہاتھ مَلتا، اور تاسف کرتا تھا۔ لیکن بن حُور نے تسلّی کے طور پر کہا، ہم یہیں ٹھہر جائیں ممکن ہے کہ واعظ اِس طرف سے گُذرے جس وقت ہجوم کا ایک بڑا حصہ اُن کے راستے سے گذر گیا، تو تھوڑی دیر میں ایک عجیب شکل کا آدمی اُن کی طرف آتے دکھائی دیا۔ ظاہر صُورت وہ بڑا بدنما و بھونڈا بلکہ وحشی سا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کا چہرہ دُبلا پتلا اور بال اتنے گھنے لمبے تھے، کہ تقریباً اُس کی کمر تک آتے تھے اُس کی آنکھیں آگ کے شُعلے کی مانند روشن تھیں۔ وہ اُونٹ کے بالوں کا ایک کُرتہ پہنے اور اُس کی کمر پر بن کمائے چمڑے کا پٹکا بندھا اور چمڑے ہی کا ایک کاسہ اُس پٹکے سے لٹک رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں گانٹھ دار ایک لکڑی تھی۔ اُس کی چال تیز، مستقل اور عجیب طور پر چوکنی تھی۔ اکثر مرتبہ وہ اپنے چہرے سے بال ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھتا۔ گویا کہ کسی کی تلاش میں ہو۔ مصری نازنین نے اُس شخص کو تعجب اور حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر بن حُور سے جو اُس کے قریب ہی تھا دریافت کیا "کہ کیا تیرے بادشاہ کا یہی پیشوا ہے؟" جس کا جواب اُس نے صرف یہ دیا کہ "یہی ناصری ہے۔" اصل بات یہ ہے کہ اِس شخص کو دیکھ کر بن حُور کو بڑی مایُوسی ہوئی تھی۔ اُس نے تو رُومی قیصر کے قاصد پیشرا اور ہرکاروں کی شان دیکھی تھی۔ لیکن اُس نے اپنے دل میں اپنے بادشاہ کے پیشرا

کی کچھ اَور ہی تصویر کھینچی تھی۔ اِس واسطے شرمندہ اَور مُتحیّر ہو کر صرف یہ جواب دیا کہ "یہی ناصری ہے"۔ لیکن بلطسر کی کچھ اَور ہی کیفیت تھی۔ وُہ جانتا تھا کہ خُدا کی راہیں اِنسان کی راہیں نہیں۔ اُس نے مسیح کو چرنی میں ایک بچہ دیکھا تھا، اَور ایمان کے وسیلے الٰہی ظہور کو ایک بے ضابطہ اَور سادہ طَور پر دیکھنے کو تیار اَور مُستعد تھا۔ جس وقت یہ سب حیرت زدہ سے اُس عجیب شخص کو اَور پھر ایک دُوسرے کو دیکھ رہے تھے تو اُن کو ایک اَور شخص لبِ دریا ایک پتھر پر بیٹھے نظر آیا، جو سر جُھکائے کسی خیال میں محو تھا۔ ممکن ہے کہ مُتّاد کے کلام پر جو اُس نے سُنا تھا غور کر رہا تھا۔ ذرا دیر میں وُہ کھڑا ہو گیا اَور آہستہ آہستہ اِس طَور پر بڑھا گویا کہ صطباتی کی راہ کاٹ کر بلطسر کے اُونٹ کے برابر سے گُذرنے کو تھا۔ رفتہ رفتہ وُہ اِتنے قریب آ گئے کہ مُتّاد تو کوئی بیس گز اَور اجنبی جوان کوئی دس گز کے فاصلے پر رہ گیا۔ جس وقت اُن دونوں کی آنکھیں چار ہُوئیں تو مُتّاد رُک گیا اَور اپنے لمبے بالوں کو چہرے پر سے ہٹا کر اجنبی کو بڑے غور سے دیکھا۔ چند لمحے دیکھ کر اُس نے اپنا عصا اُس کی طرف بڑھا کر بڑے زور سے چلّا کر کہا "دیکھو خُدا کا برّہ جو جہان کے گُناہ اُٹھائے جاتا ہے"۔ یہ عجیب اَور بعید الفہم کلام سُن کر لوگوں کے دِل تھرّا گئے۔ اِتنے میں صطباتی نے پھر بلند آواز سے کہا "دیکھو خُدا کا برّہ جو جہان کے گُناہ اُٹھائے جاتا ہے"۔

بلطسر نے گُھٹنے ٹیک دیئے کیونکہ اُس کو تو سمجھانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اصطباغی نے لوگوں سے جو اُس کے نزدیک حیرت زدہ کھڑے تھے، یہ کلام کیا "یہ وُہی ہے جس کا مَیں ذکر کرتا تھا کہ وُہ جو میرے پیچھے آنے والا ہے، مُجھ سے مُقدّم ہے، کیونکہ وُہ مُجھ سے پہلے تھا اَور مَیں نے اُسے نہیں جانا۔ لیکن مَیں پانی سے بپتسمہ دیتا آیا تاکہ وُہ اِسرائیل میں ظاہر ہو۔ مَیں نے رُوح



کو آسمان سے کبُوتر کی صُورت میں اُترتے اَور اُس پر ٹھہرتے دیکھا اَور مَیں نے اُسے نہ جانا۔ لیکن وُہ جس نے مُجھے بھیجا کہ پانی سے بپتسمہ دُوں، اُسی نے مُجھ سے کہا کہ جس پر تُو رُوح کو اُترتے اَور اُس پر ٹھہرتے دیکھے وُہی ہے جو رُوح القُدس سے بپتسمہ دیتا ہے۔ اَور مَیں نے دیکھا اَور گواہی دی کہ یہ" اِس موقع پر وُہ رُک گیا مگر اپنے عصا سے اُس اجنبی کی طرف جو سفید جامہ پہنے تھا اشارہ کرتا رہا گویا کہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام اَور اُس کے نتائج کو سراسر تحقیق کر دے "ہاں مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ یہ خُدا کا بیٹا ہے"۔

بلطسر نے آبدیدہ آنکھیں اُٹھا کر بلند آواز سے کہا "یہ وُہی ہے۔ یہ وُہی ہے" اَور تب بے ہوش ہو گیا۔ اِس عرصے میں بن حُور اُس اجنبی کے چہرے کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اُس کے چہرے کی پاکی۔ فکر مندی۔ حلیمی۔ فروتنی اَور بے گناہی کا بلاشک اُس کے دِل پر بڑا اثر ہُوا۔ مگر شُبہ یہ تھا، کہ یہ مسیح موعُود یا بادشاہ ہے؟ چہرے سے تو صاف ظاہر تھا، کہ اُس اجنبی کو تاج و تخت اَور جنگ و فتح کا کبھی خیال بھی نہ پیدا ہُوا ہوگا۔ پس اِس صُورت میں بلطسر کا کلام صحیح اَور سمونائدس کا غلط ہے۔ یہ شخص تو ہرگز نہیں آیا کہ سُلیمان کے تخت کو سر سبز کرے۔ ممکن ہے کہ بادشاہ ہو مگر تعبیر کے موافق ہرگز نہ ہوگا۔ لیکن یہ یاد رہے، کہ بن حُور کا صرف یہ ایک خیال تھا۔ ابھی اُس نے کوئی رائے قائم نہیں کی تھی، مگر بار بار اپنے دِل میں کہتا تھا کہ مَیں نے اِس شخص کو ضرور دیکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں معلُوم کہ کس جگہ اَور کب دیکھا ہے۔ غور کرتے کرتے اُسے یاد آ گیا کہ جس وقت ناصرۃ کے کنُوئیں کے پاس مَیں رُومی سپاہیوں کے درمیان قیدی اَور پیاسا تھا تو اِس صُورت نے مُجھے پانی پلایا تھا۔ اِس خیال سے اُس کے بدن میں سنسناہٹ پیدا ہو گئی، کہ اِنہیں ہاتھوں نے جس وقت مَیں مر رہا تھا میری مدد کی۔ اِس جوش میں واعظ کا بیان بھُول گیا، صرف آخری کلام

یاد رہا کہ "یہ خدا کا بیٹا ہے۔" وہ گھوڑے سے فوراً کود پڑا اور چاہتا تھا کہ بڑھ کر اپنے محسن کی تعظیم کرے کہ ایرس مصری نازنین نے بلند آواز سے اُسے بُلایا کہ "مدد کر اے بن حُور مدد کر ورنہ میرا والد مرجائے گا۔" وہ رُک گیا اور پیچھے پھر کر دیکھا اور تب اُس کی مدد کو لپکا۔ بلطسر کی بیٹی نے اُسے پیالہ دیا جسے لے کر وہ دریا کی طرف پانی لینے کو دوڑا۔ جب واپس آیا تو اجنبی غائب ہو گیا تھا۔ آخر کار بلطسر ہوش میں آیا اور اپنے ہاتھ پھیلا کر دھیمی آواز سے دریافت کیا۔ "وہ کہاں ہیں؟" ایرس نے پُوچھا "کون؟"

بزرگ مصری کا چہرہ منوّر ہو گیا، اور اُس نے جواب دیا کہ "وہ مخلصی دینے والا۔ خدا کا فرزند جس کو میں نے پھر دیکھا ہے۔" ایرس نے بن حُور سے مخاطب ہو کر کہا "کیا تُو بھی یہ یقین کرتا ہے؟"

اُس نے صرف اتنا جواب دیا "یہ زمانہ عجیب باتوں سے بھرا ہُوا ہے ہمیں چاہیئے کہ صبر کریں۔"

دُوسرے دن جس وقت دریا کے کنارے یوحنا اصطباغی کی باتیں سُن رہے تھے تو اُس نے اپنے کلام کے درمیان بڑی تعظیم سے اشارہ کر کے کہا "دیکھو خدا کا برّہ"۔ اُس کے دُبلے پتلے بدن اور متبرک چہرے پر جس پر رحم اور غم نمایاں تھے، پھر غور کیا تو ایک نیا خیال اُس کے دل میں پیدا ہُوا، کہ بلطسر صحیح کہتا ہے اور سمونائدس بھی ممکن ہے کہ یہ مخلصی بخشنے والا بادشاہ بھی ہو۔ اس خیال پر اُس نے ایک شخص سے جو اُس کے برابر کھڑا تھا، دریافت کیا۔ "وہ اجنبی کون ہے؟"

وہ تمسخر سے ہنسا اور جواب دیا "وہ ناصرۃ کے ایک بڑھئی کا بیٹا ہے۔"

---



# چونتیسواں باب

## چشم براہ

مقام بیت عنیاہ میں مسیح کے ظہور کے قریب تین برس کے بعد ماہ مارچ کو [illegible] تاریخ کو سمونائدس سوداگر شہر یروشلیم میں بن حُور کے قدیم محل کی چھت پر شام کے وقت بیٹھا تھا۔ اس موقعہ پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مَلوک نے بن حُور کی ہدایت کے موافق اُس محل کو پنطُس پیلاطُس رُومی حاکم سے سمونائدس کے نام پر خرید لیا تھا، اور پُورے طور پر اُس کی مرمّت کرا کے از سرِ نَو اندر باہر آراستہ کر دیا تھا۔ بن حُور نے ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا تھا کیونکہ وہ زیادہ تر گلیل میں رہ کر اپنے لشکر کو جنگ کے واسطے رُومی قواعد کے مطابق تیار کرتا تھا۔ یہاں اُس کو مسیح کے معجزوں کی خبر ملتی تھی، بلکہ اکثر خُود جا کر یہ معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا لیکن جتنا زیادہ اُس کا کلام سُنتا اور اُس کے معجزے دیکھتا اتنی زیادہ اُس کی تشویش اور پریشانی بڑھتی۔ باایں ہمہ اُس کے دل کو یہ یقین تھا کہ ایک روز مسیح اپنے تئیں ضرور بادشاہ بنائے گا۔ گاہے گاہے وہ یروشلیم کو آتا تاکہ اپنی محنتوں سے کچھ عرصے کے واسطے آرام کرے۔ مگر یہاں ایک بڑی کشش یہ بھی تھی، کہ ایرس بلطسر کی بیٹی اپنے باپ کے ہمراہ اُسی محل میں رہتی تھی۔ ابھی تک مصری نازنین کی سحر آلود خوبصورتی نے اُسے پھندے میں پھنسا رکھا تھا۔ سمونائدس اور آستر چند روز پہلے انطاکیہ سے یہاں آ گئے تھے، مگر انطاکیہ میں اپنے کاروبار کی نگرانی کے

واسطے سموناٹدس نے سنبلاط کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن روزمرہ رپورٹیں آتیں، اور یہ ہدایات جاری کیا کرتا تھا۔ مارچ کی اکیس تاریخ کو شام کے وقت جب یہ کوٹھے پر بیٹھا تھا تو ایک قاصد ایک مراسلہ لایا جس پر بن حور کی مہر تھی۔ سموناٹدس نے مُہر توڑ کر آستر کو پڑھنے کو دیا۔ آستر نے شرما کر خط کو لے لیا۔ مگر اُس نے بیٹی کی شرمسار صُورت دیکھ کر اُس سے یکایک یہ کہا "آستر میں دیکھتا ہُوں کہ تُو جانتی ہے کہ یہ کس کا خط ہے" "ہاں۔ یہ ہمارے آقا کا ہے"۔ "آستر تُو اُسے پیار کرتی ہے"۔ "ہاں"۔ "مگر تُو نے سوچا کہ تُو کیا کرتی ہے؟"

"اَے باپ میں بڑی کوشش کی کہ اُس کی نسبت صرف یہی خیال کروں کہ وُہ ہمارا آقا ہے۔ مگر میری کوشش نے مجھے طاقت نہیں بخشی"۔

"اَے بیٹی تُو اپنی ماں کے موافق نیک ہے۔ کاش کہ میں کُل دولت کو اپنے قبضے میں رکھتا تو تیری محبت عبث نہ ہوتی، کیونکہ دولت میں بڑا زور ہے۔ خُدا مجھے مُعاف کرے"۔

"اَے باپ اگر تُم نے ایسا کیا ہوتا تو میرے واسطے اَور بھی بُرا ہوتا، کیونکہ اُس حالت میں میں اُس کی محبت کے لائق نہ ہوتی اَور نہ آپ فخر کرتی۔ اب میں خط کو پڑھوں؟"

"ایک لمحہ توقف کر۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ وُہ کسی اَور عاشق ہے؟"

"مجھے یہ علم ہے"۔ "مصری نے اُسے اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ اُس میں اپنی قوم کی عیاری پُوری پُوری ہے، اَور خُوبصُورت بھی ہے، مگر اپنی قوم کے موافق بے وفا بھی ہے۔ جو بیٹی اپنے باپ کو حقیر جانتی ہے وُہ ضرور اپنے خاوند کو مُصیبت میں ڈالے گی"۔ "کیا وُہ ایسا کرتی ہے؟"

"بلطسر ایک عاقل شخص ہے اَور غیر قوم ہونے کے لحاظ سے اُس پر خُداوند



کی عجیب عنایت ہُوئی ہے، اَور اُس کا ایمان اُس کو موزُوں ہے۔ مگر یہ لڑکی اُس کا تمسخر کرتی ہے۔ کل میں نے اُسے یہ کہتے سُنا کہ جوانی کی بے اعتدالیاں قابلِ معافی ہیں، مگر ضعیفوں میں سوا حکمت کوئی بات قابلِ تعریف نہیں اَور جب اُن میں یہ زائل ہو جائے تو اُن کو مرجانا بہتر ہے۔ یہ بے درد کلام صرف رُومی کو موزُوں ہے۔ مگر تُو اَے آستر میری نسبت ہرگز ایسا نہ کہے گی کہ بہتر ہو کہ میں مرجاؤں۔ نہیں۔ تیری ماں یہُودا کی بیٹی تھی"۔

آبدیدہ ہو کر آستر نے اپنے باپ کو بوسہ دیا اَور کہا "میں اپنی ماں کی بیٹی ہُوں"۔

"ہاں۔ میری بیٹی جو مجھے ایسی عزیز ہے جیسے ہیکل حضرت سُلیمان کو تھی لیکن جب بن حُور مصری کو بیاہ لے گا، تب وُہ پچھتائے گا، کیونکہ اُن کے واسطے تو وُہ صرف ایرئیس حاکم کا بیٹا ہے، نہ کہ یرُوشلیم کے شہزادے کا۔ اَور اسی واسطے وُہ رُوم پر دل وجان سے فدا ہے"۔

بڑی منّت سے آستر نے کہا "اَے باپ اُسے بچا۔ موقعہ ابھی جاتا نہیں رہا ہے"۔

"یہ ممکن ہے کہ میں اُسے مصری سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ مگر آستر تب کیا وُہ تیرا ہو جائے گا؟ نہیں۔ میں غلام ہُوں جیسا کہ میرے باپ دادے پُشتوں سے تھے، اَور پھر بھی میں اُسے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اَے آقا۔ دیکھ، میری بیٹی اُس مصری سے ہزار درجے خُوبصُورت ہے اَور تجھ سے دلی محبت رکھتی ہے، کیونکہ چند سالوں کی آزادی اَور حکُومت کا مجھ پر بڑا اثر ہو گیا ہے۔ اگر یہ بات میں اُس سے کہوں تو میری زبان پر چھالے پڑ جائیں گے۔ نہیں بزرگان کی قسم میں یہ زیادہ پسند کرُوں گا، کہ میں اَور تُو تیری ماں کے موافق قبر میں جا سوئیں"۔

آستر شرما گئی اَور ہچکچاتی آواز سے کہا" اَے باپ میرا یہ ہرگز مطلب نہیں، کہ آپ اُس سے یہ باتیں کہیں۔ میری تمنا تو صرف اتنی ہے کہ وُہ خُوش رہے۔ اپنی خُوشی کی مجھے ذرا بھی پروا نہیں۔ اَب اُس کا خط تو پڑھنا چاہیئے" پس اُس نے پڑھا۔

ماہ نیسان کی آٹھ تاریخ

گلیل سے یروشلیم کے راستے پر

یسُوع ناصری بھی آتا ہے۔ اُس کے ہمراہ مَیں پانچ ہزار جوانوں کا ایک لشکر لاتا ہُوں مگر اِس کا اُس کو ذرا بھی علم نہیں۔ دُوسرا لشکر چند روز کے بعد روانہ ہوگا۔ عید فسح کی وجہ سے اتنے بڑے ہجُوم کا کسی کو خیال بھی نہ ہوگا۔ اُس نے روانہ ہوتے وقت کہا" اَب ہم یروشلیم کو جاتے ہیں، تاکہ سب باتیں جو نبیوں نے میری نسبت کہی ہیں پُوری ہوں" ہمارا انتظار اَب ختم ہونے پر ہے۔ سمونائدس تجھ پر سلامتی ہو"

بن حُور

جب آستر نے معلُوم کیا، کہ بن حُور نے میرے واسطے سلام بھی نہیں لکھا تو ایک قسم کی جلن اُس کے دِل میں پیدا ہُوئی، کیونکہ اُس کو یقین ہوگیا، کہ وُہ میری ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

آستر یہ آٹھ تاریخ کا خط ہے اَور آج کونسی تاریخ ہے"؟

اُس نے جواب دیا" نویں تاریخ"

" تو ممکن ہے کہ وُہ آج بیت عنیا میں ہوں"

" اَور غالباً آج رات وُہ یہاں آجائے گا"

" ممکن ہے۔ ممکن ہے۔ ہاں کل بے خمیر روٹی کی عید ہے اَور وُہ



آرزومند ہوگا کہ اُس میں شامل ہو۔ ایسے ہی ممکن ہے کہ یسُوع ناصری بھی آرزُومند ہوگا، غالباً دونوں سے ہماری مُلاقات ہوگی"

اِس موقعہ پر ایرس مصری بھی کوٹھے پر آگئی اَور تھوڑی دیر سمونائدس سے گفتگو کرکے آستر کو علیحدہ لے گئی۔ وہاں اُس سے سوال کیا کہ تُم شہر رُوم کو کبھی نہیں گئیں "؟

" نہیں" " اَور کیا جانا بھی نہیں چاہتی ہو؟" "نہیں" ایرس کھِل کھلا پڑی اَور کہا" تُم بڑی سادہ لوح ہو مگر خیر جانے دو۔ مَیں تُم سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ میرے پاس حُور کا خط آیا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ یسُوع ناصری کل یہاں پہنچے گا اَور خُود آج رات کو آجائے گا لیس اَے دوست میرے ساتھ خُوشی کر کہ وُہ آج یہاں آجائے گا۔ رُوم میں دریائے ٹیبر پر ایک محل ہے، جو اُس نے مجھے دینے کا وعدہ کیا ہے" وُہ یہ کہہ رہی تھی کہ کسی کے جلدی چلنے کی آواز نیچے گلی میں سُنائی دی۔ دونوں نے منڈیر پر سے نیچے جھانک کر جو دیکھا تو بن حُور نظر آیا۔ ایرس نے خُوشی سے تالیاں بجائیں کہ جس وقت میں اپنے عزیز کا خیال کر رہی تھی، اُسی وقت وُہ آموجُود ہُوا۔ اَے آستر میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر مجھے بوسہ دے" یہ درخواست سُن کر آستر کا چہرہ سُرخ ہوگیا اَور اُسے طیش سا آگیا۔ رشک کا اُس پر غلبہ ہُوا، اَور کچھ سخت آواز سے دریافت کیا" کیا تُم اُسے اتنا پیار کرتی اَور رُوم کو اتنا عزیز جانتی ہو"؟

مصری نازنین نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر گھمنڈ اَور خُود بینی سے سوال کیا" اَے سمونائدس کی بیٹی۔ وُہ تیرا کیا لگتا ہے"؟

" وُہ میرے باپ کا دوست ہے"

" اَور کچھ زیادہ نہیں؟ اپنے بوسے رہنے دے۔ اَب مجھے تیرا بھید معلُوم

ہوگیا۔ میں تو اندر جاتی ہوں۔" اور دھتکارتا"، "تجھ پر سلامتی ہو۔"

جس وقت ایڈس زینے سے نیچے اُتر گئی تو آستر ندامت اور غُصّے سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر میں اپنی طبیعت کو یہ خیال کر کے سنبھالا کہ کیا میرے واسطے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنے اپاہج باپ کی خدمت اور محبت میں اپنی زندگی گذاروں، اور یہ سوچتی ہوئی اپنے باپ کے پاس آگئی۔ قریب ایک گھنٹے کے بعد بلطسر اور سموناڈس جس کے ہمراہ آستر تھی محل کے بڑے کمرے میں جمع ہوئے۔ جس وقت یہ گفتگو کر رہے تھے تو بن حُور اور ایڈس بھی وہاں آگئے۔ جوان یہودی آگے بڑھ کر اوّل بلطسر کے پاس گیا اور اُسے سلام کیا۔ تب سموناڈس کی طرف پھرا۔ لیکن آستر کو دیکھ کر یکایک رُک گیا۔ اتنے عرصے کے بعد جو اُس نے اُسے ایسی حسین اور خوبصورت اور چڑھتی جوانی میں دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ ایک لمحے کے واسطے تو وُہ گویا حیرت زدہ سا تھا۔ مگر بہت جلد ہوش ٹھکانے کر کے وُہ آستر کے نزدیک گیا اور کہا "اے حسین آستر تجھ پر سلامتی ہو۔ اے سموناڈس، خُداوند کی برکت تجھ پر آئے۔ تُو تو ایک بے باپ کا شفیق باپ ہے؟"

آستر نے تو سر جُھکا لیا مگر سموناڈس نے جواب دیا "اے بن حُور میں بھی نیک بلطسر کے موافق تیرے باپ کے گھر میں تجھے خیر مقدم کہتا ہوں۔ اب بیٹھ کر اپنے سفر، اپنے کام اور عجیب ناصری کے حالات سُنا کہ وُہ کون ہے اور کیا ہے۔ یہاں ہمارے درمیان میں بیٹھ تاکہ ہم سب تیرا کلام بخوبی سُن سکیں۔"

آستر لپک کر ایک گدّی دار تپائی لے آئی، اور بیچ میں اُس کے واسطے رکھ دی۔ بن حُور اُس کا شکریہ ادا کر کے اُس پر بیٹھ گیا اور کہا، "میں تمہیں ناصری ہی کی خبر دینے آیا ہوں۔ کچھ عرصے سے میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا ہوں، اور بڑی کوشش اور فکر سے اُسے مختلف حالتوں میں دیکھا اور آزمایا ہے۔ اب یہ تو مجھے یقین



کُلّی ہو گیا ہے کہ میری ہی مانند انسان ہے، لیکن یہ بھی مجھے کامل یقین ہے کہ وُہ انسان سے بڑھ کر ہے۔"

سموناڈس نے سوال کیا "کیونکر بڑھ کر ہے"؟ بن حُور جواب دینے کو تھا، کہ کمرے میں کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ جب پھر کر دیکھا تو ہاتھ بڑھا کر کہا "عُمرہ۔ عزیز ضعیف عُمرہ۔"

عُمرہ نے اُس کے قدموں کو پکڑ لیا اور اُس کے ہاتھوں کو بار بار بوسہ دیا۔ بن حُور نے اُسے اُس کے رُخساروں پہ چوما اور دریافت کیا "اے نیک عُمرہ۔ کیا اُن کی بھی کچھ خبر ملی ہے۔ کیا کچھ پتہ ملا ہے؟" عُمرہ زار زار رونے لگی جس سے بن حُور نے یہ معلوم کیا، کہ اُسے کچھ خبر نہیں ملی۔ پس اُس نے کہا کہ "خُداوند کی مرضی پر آئے۔" اور اُس کا دِل بھر آیا۔ مگر ضبط کر کے عُمرہ سے کہا "میرے پاس بیٹھ جا کیونکہ مجھے ان نیک دوستوں کو ایک عجیب شخص کی نسبت جو دُنیا میں آیا ہے، بہت کچھ کہنا ہے۔" مگر وُہ ہٹ کے دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ تب بن حُور نے بزرگ مصری کی طرف سر جُھکا کر یُوں کہا:۔

"ناصری کی نسبت سموناڈس نے جو سوال کیا کیونکر بڑھ کے ہے۔ اِس کے جواب میں اوّل مجھے ضرور ہے کہ یہ بتاؤں کہ میں نے اُسے کیا کرتے دیکھا ہے اور دوسرے اس لئے اور بھی بتانا چاہتا ہوں کہ کل وُہ شہر میں آئے گا اور ہیکل میں داخل ہوگا جس کو وُہ اپنے باپ کا گھر کہتا ہے۔ مگر لوگ یُوں کہتے ہیں کہ وہاں وُہ اپنے تئیں مشتہر کرے گا۔ پس یہ امر کہ اے بلطسر تمہاری رائے صحیح ہے یا اے سموناڈس، تمہارا خیال درست ہے۔ کل ہم پر اور اسرائیل پر روشن ہو جائے گا۔"

بلطسر نے اپنے تھرتھراتے ہاتھ ملنے شروع کئے اور دریافت کیا "میں اُس کے دیکھنے کے واسطے کہاں جا سکتا ہوں؟"

"آدمیوں کا تو بڑا ہجوم ہوگا۔ میری رائے میں آپ کے واسطے مناسب ہوگا کہ آپ لوگ حجروں میں سے کسی کی چھت پر چڑھ جاؤ۔ مثلاً سُلیمان کے اُسارے کی چھت پر۔"

"کیا تم ہمارے ہمراہ رہو گے؟" "نہیں۔ ممکن ہے کہ میرے ہمراہی مجھے جلوس میں شامل کرنا چاہیں۔"

سمونائڈس نے بآوازِ بلند کہا "جلوس، کیا وُہ دھوم دھام سے سفر کرتا ہے؟"

بن حُور اِس سوال کو اپنے ذہن میں سمجھ گیا اور کہا "وُہ اپنے ہمراہ تو صرف بارہ آدمی لاتا ہے جو ماہی گیر، کاشتکار اور ایک محصُول لینے والا ہے۔ غرضیکہ سب ادنیٰ درجے کے ہیں۔ وُہ اور اُس کے رفیق پاپیادہ سفر کرتے اور سخت ہوا۔ ٹھنڈ۔ مینہ اور دھوپ کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ جب شام کے وقت مَیں نے اکثر اُن کو راہ کے کنارے کھانا کھانے یا سونے کے واسطے پھرتے دیکھا تو مجھے نوابوں اور بادشاہوں کا خیال نہیں آیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوا، گویا کہ چرواہوں کا ایک فریق کسی شہر کے بازار سے خرید و فروخت کرکے اپنے گلّوں کے پاس واپس جاتا ہو۔ صرف جس وقت یہ ناصری اپنے سر کے رُومال کے کنارے کو اُوپر سرکاتا، کہ غور سے کسی کو دیکھے یا اپنے سر سے دُھول کو جھاڑتا ہے تو معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ اُن کا اُستاد اور رفیق، اُن کا مالک اور دوست بھی ہے۔"

بن حُور نے ذرا توقّف کرکے کہا "آپ دونوں زیرک اور تیز فہم ہیں۔ آپ بخوبی جانتے ہیں، کہ ہر انسان خاص تحریکوں کا مطیع ہوتا ہے۔ بلکہ ہماری زندگی کا یہ ایک قدرتی قانون ہوگیا ہے کہ خاص خاص غرضوں کی ہر ایک کوشش سے پیروی کرتا ہے۔ مگر تم ایسے شخص کی نسبت کیا کہہ سکتے ہو کہ اگر چاہے تو زمین کے پتھروں کو کُندن بنا کر اپنے تئیں دولتمند کر سکتا ہے۔ تاہم اپنی خوشی سے غریب رہتا ہے۔"



ایرس نے کہا "یُونانی تو اُسے حکیم کہیں گے۔"

بلطشضر نے کہا "نہیں بیٹی۔ کیونکہ حکیموں کو ایسے عمل کرنے کی ہرگز قدرت نہ تھی۔"

"مگر تم یہ کیونکر جانتے ہو کہ اُس ناصری کو ہے؟"

بن حُور نے شتابی سے جواب دیا "مَیں نے اُسے پانی کو وائین بناتے دیکھا ہے۔"

سمونائڈس بولا "بڑی عجیب بات ہے مگر عجیب تر ہے کہ وُہ غریب وُمفلس رہنا پسند کرتا ہے، حالانکہ اگر چاہے تو اپنے تئیں تونگر بنا سکتا ہے۔ کیا وُہ ایسا غریب ہے؟"

"وُہ بالکل نادار ہے۔ تاہم کسی مالک سے حسد نہیں کرتا، بلکہ دولتمندوں کو ترس کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن تم کیا کہو گے۔ اگر ایک شخص کے پاس صرف سات روٹیاں اور دو مچھلیاں ہوں اور وُہ اُن سے پانچ ہزار آدمیوں کو آسُودہ کرے اور چند بھری ٹوکریاں بچ رہیں۔ مگر مَیں نے خود اُس ناصری کو یہ کرتے دیکھا۔"

سمونائڈس زور سے بول اُٹھا "تم نے خود دیکھا؟"

"ہاں مَیں نے خود دیکھا اور روٹی اور مچھلی کھائی بھی۔ لیکن اِس سے عجیب تر اور ہے۔ تم ایسے شخص کو کیا کہو گے جس میں چنگا کرنے کی اتنی قدرت ہو کہ مریض اُس کے جامے کے دامن کو صرف چھُونے یا دُور سے اُس سے درخواست کرنے پر کامل طور پر تندرُست ہو جائیں۔ یہ بھی مَیں نے خود نہ صرف ایک بلکہ بہت مرتبہ دیکھا ہے۔ جس وقت ہم شہر یریحو سے نکل رہے تھے تو دو اندھوں نے جو راہ کے کنارے بیٹھے تھے چلّا کر اُس سے درخواست کی۔ اُس نے صرف اُن کی

آنکھوں کو چھُوا اور وہ بجُزبی دیکھنے لگے۔ پھر ایک مرتبہ وُہ ایک مفلوج کو لائے اور اُس نے اُس مریض کو صرف اتنا کہا کہ "اپنے گھر کو چلا جا" اور وُہ آدمی بالکل تندرُست اور توانا ہو کر چلا گیا۔ اب اِن باتوں کی نسبت تُم کیا کہتے ہو؟"

سوداگر نے کچھ جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد بِن حُور نے کہا "کیا بعض اور لوگوں کی مانند تُمہاری بھی یہ رائے ہے کہ یہ صرف نظر بندی کے شعبدے ہیں۔ مگر میں تُم کو اور زیادہ حیرت افزا باتیں بتاتا ہُوں، جو میں نے خُود اپنی آنکھوں سے اُسے کرتے دیکھا ہے۔ تُم جانتے ہو کہ خُدا کی سب سے بڑی لعنت کوڑھ ہے" یہ کلام سُن کر عُمرہ چوکنّی ہو گئی اور بڑے غور سے سُننے لگی۔ بِن حُور نے بڑی سرگرمی سے کہا "جس وقت مَیں گلیل میں تھا تو ایک کوڑھی اُس پاس آیا، اور کہا۔ "اَے خُداوند اگر تُو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے" اُس ناصری نے یہ درخواست سُن کر اُس کوڑھی کو اپنے ہاتھ سے چھُوا اور کہا "تُو چنگا ہو" اور فوراً ہی اُس کا کوڑھ جاتا رہا، اور ہمارے موافق کامل طور پر تندرُست ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ دس کوڑھی مل کر اُس کے پاس آئے، اور اُس کے قدموں پر گر پڑے اور چلّا کر کہا "اَے اُستاد ہم پر رحم کر"۔ اُس نے صرف اُن کو یہ کہا کہ "جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھاؤ جیسا شریعت کا حکم ہے اور وہاں پہنچنے سے پہلے تُم چنگے ہو جاؤ گے"۔ "کیا وُہ چنگے ہو گئے تھے"؟ عُمرہ نے بڑے شوق سے دریافت کیا۔ "ہاں راستے میں اُن کا مرض جاتا رہا۔ صرف اُن کے ناپاک کپڑے راہ میں پڑے رہ گئے"۔

سمونائڈس نے کچھ دبی آواز سے کہا "ایسی باتیں تو پہلے کبھی سنائی نہیں دیں۔ ہاں اسرائیل میں کبھی سُننے میں نہیں آئیں"! جب سمونائڈس یہ کہہ رہا تھا تو عُمرہ آہستہ سے ایسی خاموش کرے سے باہر نکل گئی کہ کسی نے اُسے جاتے ہُوئے نہیں دیکھا۔



بِن حُور نے اپنا کلام یُوں قائم رکھا "تُم خُود سمجھ سکتے ہو کہ خُود اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھ کر میرے خیالات کی کیا حالت ہوگی لیکن میرے شُبہے میرے شک اور میری حیرت ابھی پُورے درجے کو نہیں پہنچے تھے۔ تُم جانتے ہو کہ گلیلی کیسے پُر جوش اور تیز مزاج ہیں۔ جب اُنھوں نے ایسی ایسی کرامات دیکھیں تو ایک روز جب وُہ سمُندر کے کنارے تعلیم دے رہا تھا، تو اُنھوں نے چاہا کہ جبراً اُسے بادشاہ بنائیں۔ مگر وُہ یکایک ہمارے درمیان سے غائب ہو گیا۔ اِس کے بعد وُہ ایک جہاز پر کنارے سے پار جاتے نظر آیا۔ اَب اَے نیک سمونائڈس تو کیا کہتا ہے۔ وُہ خواہشیں جو انسان کو پاگل کر دیتی ہیں۔ مثلاً دَولت و حکُومت، ہاں بادشاہی کہ بڑی قوم نے بڑی محبّت سے اُسے پیش کیں، مگر اُس بندۂ خُدا پر ذرا بھی اثر نہیں ہُوا۔ پس تُم کیا کہتے ہو"؟

سوداگر نے استقلال سے جواب دیا "خُداوند زندہ ہے۔ اور ایسے ہی نبیوں کا کلام بھی، زمانہ ابھی تازہ ہے۔ کل کا روز اِس کا جواب دے گا"۔

بلطسر نے مُسکرا کر کہا "آمین"۔ بِن حُور نے بھی آمین کہا اور تب اپنا کلام یُوں قائم رکھا "لیکن ایک امر سب سے بڑھ کر ہے۔ کیا تُم میں سے کسی کو یاد ہے کہ ایک شخص نے کسی کو مَوت کے پنجے سے چھُڑا لیا ہو جو مر گیا ہو؟ کسی نے مُردے کو بھی زندہ کیا ہے؟ مگر مَیں نے دیکھا کہ اُس ناصری نے نائین کے شہر میں ایک جوان کو مُردوں میں سے زندہ کیا۔ ہم شہر میں داخل ہونے کو تھے کہ ہم نے بِھیڑ کو دیکھا جو تابُوت لا رہی تھی۔ یہ ناصری راہ کے کنارے رُک گیا تا کہ بِھیڑ گُزر جائے۔ ایک عورت اُن میں زار زار رو رہی تھی۔ ناصری کو اُس پر رحم آیا اور اُس سے تسلّی کی باتیں کر کے جا کر تابُوت کو چھُوا اور مُردے کو کہا "اَے جوان مَیں تجھ سے کہتا ہُوں اُٹھ" اور فوراً وُہ مُردہ اُٹھ بیٹھا اور باتیں کرنے لگا۔

بلطسر نے سمونائڈس سے کہا۔ "صرف خداوند کو یہ قدرت ہے۔"

بن حور بولا۔ "یاد رہے کہ میں تم سے صرف باتیں کہتا ہوں جو خود میں نے اور اور ہزاروں آدمیوں نے دیکھیں۔ جب ہم یہاں آتے تھے تو اُس سے بھی زیادہ بڑھ کر ایک اَور ماجرا ہم نے دیکھا۔ بیت عنیاہ میں ایک نوجوان لعزر نامی رہتا تھا وہ مرگیا اور دفن کر دیا گیا۔ چار روز کے بعد ناصری کو اُس کی قبر دکھائی گئی۔ جب اُس کے حکم کے مطابق قبر کے منہ پر سے پتھر ہٹایا گیا اور ہم سب نے لاش کو بندھے ہوئے اور سوتے دیکھا، تو ہم نے ناصری کو بلند آواز سے یہ کہتے سُنا کہ "اے لعزر نکل آ۔" تم یقین نہیں کر سکتے کہ اُس وقت ہماری طبیعتوں کی کیا حالت تھی، جبکہ اُس کے حکم کے جواب میں ہم نے دیکھا کہ وہ جوان اُٹھا اور کپڑوں میں لپٹا ہوا باہر نکل آیا۔ تب ناصری نے کہا "اُسے کھول دو اور جانے دو۔" جس وقت رومال اُس کے چہرے سے اُٹھایا گیا، تو اُس کے جسم میں خون گردش کرتا ہوا نظر آیا، اور بالکل تندرست وہ چلنے پھرنے لگا۔ وہ جوان اب تک جیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو کل جا کر اُسے دیکھ سکتے ہو۔ اب اے سمونائڈس بتا کہ یہ ناصری انسان سے کیونکر بڑھ کر ہے۔"

یہ سوال بڑی سنجیدگی سے کیا گیا اور حاضرین آدھی رات تک اِس پر بحث کرتے رہے۔ تب بن حور رخصت ہوا، کیونکہ اُس کا ارادہ تھا کہ بیت عنیاہ کو واپس جائے۔

---



# پینتیسواں باب

## تندرست

اگلے روز شہر کا پھیڑ دروازہ کھلا ہی تھا کہ عمرہ ایک ٹوکری لے کر شہر کے باہر نکلی۔ نگہبان بھی اُسے نہ روکتے تھے، کیونکہ اُس کا معمول تھا کہ ہر صبح باہر جاتی تھی۔ ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ عین رجال کے کنوئیں پاس اپنی مخدومہ اور ترضہ کے واسطے خوراک لئے جاتی تھی۔ جس وقت یہ قریب پہنچی، تو ترضہ کی والدہ باہر ایک پتھر پر بیٹھی تھی۔ تین برس کے عرصے میں اُس کے مرض نے بڑا زور پکڑا تھا۔ اُس کے بال بالکل سفید ہو گئے تھے۔ وہ عمرہ کا انتظار کر رہی تھی، کیونکہ بلاناغہ وہ صبح کے وقت آتی اور کھانے کی ٹوکری اور کنوئیں سے پانی کا گھڑا لے کر ایک چٹان پر رکھ دیتی تھی۔ اکثر یہ اُس سے اپنے عزیز بیٹے کی کیفیت دریافت کرتی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ گو سخت مصیبت میں مبتلا اور اپنے لختِ جگر سے دُور تھی، تاہم خداوند پہ پورا بھروسہ رکھتی کہ ایک روز وہ ضرور ہماری مصیبت کو ختم کرے گا۔ اُس صبح اُس نے عمرہ کو پریشان خاطر تیز قدموں سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ جس وقت اُس چٹان سے جس پر معمول کے موافق وہ ٹوکری اور گھڑا رکھ دیتی تھی، آگے بڑھتے دیکھا تو چلا کر کہا "ناپاک ناپاک۔" لیکن عمرہ نے ایک نہ سُنی بلکہ دوڑ کر اُس کے قدموں کو پکڑ لیا اور بار بار اُس کے جامے کو بوسہ دیا۔ مخدومہ ہیبت زدہ بے زبان سی کھڑی رہ گئی۔ آخر کو کہا "اے عمرہ تو نے کیا کیا؟ کیا ایسی نافرمانی سے تو اپنی تابعداری ثابت کرتی ہے۔ اے کم بخت اب کیا ہوگا؟

اب تو تُو بھی واپس نہ جا سکے گی۔ ہمارا اب کیا حال ہوگا۔ کون ہمارے واسطے روز مرہ خوراک لائے گا۔ اے بدبخت عُمرہ کیا پہلے ہی ہماری مُصیبت بھاری نہ تھی کہ تُو نے اُسے بڑھایا۔ اے دغاباز اور شریر لڑکی۔" عُمرہ نے گڑگڑاتے ہُوئے کہا "رحم۔ رحم۔" زور کی آوازیں سُن کر ترضہ بھی جو اب تک قبر میں سوتی تھی جاگ پڑی اور باہر آئی اور عُمرہ کو یہ کہتے سُنا "اے نیک مخدومہ نہیں دغاباز اور نہ شریر ہُوں بلکہ تمہارے واسطے مَیں خوشخبری لائی ہُوں۔"

"کیا بیہودا کی خبر؟" "ایک عجیب شخص ہے جو تُم کو چنگا کر سکتا ہے۔ وُہ صرف کلام کرتا ہے اور مریض چنگے ہو جاتے، بلکہ مُردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور مَیں آئی ہُوں کہ تُم کو اُس کے پاس لے چلُوں۔" ترضہ نے خیال کر کے کہ پاگل ہو گئی ہے رحم دلی سے کہا "بے چاری عُمرہ۔" عُمرہ سمجھ گئی کہ ترضہ کا کیا خیال ہے۔ پس بولی "نہیں۔ نہیں خُداوند کی حیات کی قسم مَیں سچ کہتی ہُوں اب میرے ہمراہ چلو اور دیری نہ کرو۔ وُہ آج اِس راہ سے گذر کر شہر میں داخل ہوگا پس کھانا کھا لو اور چلو۔"

والدہ نے دریافت کیا۔ "وُہ کون ہے"؟ "ناصری۔" "کس نے اُس کی خبر تُجھ کو دی؟" "بیہودا نے۔" "بتا وُہ کیا گھر پر ہے؟" "وُہ کل رات آیا تھا۔" "کیا بیہودا نے تُجھے بھیجا ہے کہ یہ خبر ہم کو دے؟" "نہیں وُہ تو سمجھے ہے کہ تُم مر گئی ہو۔" والدہ نے کُچھ فکر کر کے ترضہ سے کہا "کسی زمانے میں ایک نبی تھا جس نے ایک کوڑھی کو چنگا کیا تھا، مگر اُس کو یہ قُدرت خُدا سے ملی تھی۔" تب عُمرہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت کیا "میرے بیٹے کو یہ کیوں کر معلُوم ہُوا کہ اُس ناصری میں یہ قُدرت ہے؟"

"وُہ ایک عرصے سے اُس کے ہمراہ سفر کرتا ہے اور اُس نے خُود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُس ناصری نے ایک مرتبہ ایک کوڑھی کو اور دُوسری مرتبہ دس کوڑھیوں



کو چنگا کیا۔ پس جلدی کرو اور چلو۔" ترضہ اور اُس کی والدہ کے دِل سُنسنا گئے اور تھوڑا توقف کر کے والدہ نے ترضہ سے کہا "ضرور یہ مسیح موعُود ہے۔"

یہ کلام اُس نے شک و شُبہ سے نہ کہا، بلکہ ایک اسرائیلی مستورہ کے موافق جو خُداوند کے اُن وعدوں سے بخُوبی واقف نہ تھی، جو اُس نے اُس کی قوم سے کیے تھے اور تب یُوں بولی "ایک زمانہ تھا کہ یروشلیم اور تمام یہودیہ میں یہ خبر پھیلی تھی کہ وُہ پیدا ہُوا ہے۔ یہ مجھے خُوب یاد ہے اب تو وُہ جوان ہوگا۔ یہ ضرور وہی ہے۔ ہاں اے عُمرہ ہم تیرے ساتھ چلیں گے۔ قبر میں تُو گھڑے میں پانی پائیگی، اُسے لے آ اور ہم کھانا کھا کر روانہ ہوں گے۔" گھبراہٹ میں کھانا کھا کر تینوں روانہ ہُوئیں۔ ایک فکر یہ پیدا ہُوئی کہ عُمرہ نے یہ کہا تھا کہ ناصری بیت عنیاہ کی بستی سے آئے گا۔ اب یروشلیم کو اُس کی بستی سے آنے کے واسطے تین راستے تھے اور معلُوم نہیں کہ کس راستے سے آئے گا، گو یہ راستے قریب ہی قریب ہیں لیکن ممکن ہے کہ وُہ اُس راہ سے نہ آئے جس کے کنارے یہ کھڑی ہوں پس کُچھ دیر سوچ کر والدہ نے کہا "پہلے ہم بیت پھگے کی بستی کو جائیں، اور اگر خُداوند ہماری مدد کرے گا تو وہاں معلُوم ہو جائے گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن مناسب ہے کہ ہم کھیتوں میں سے ہو کر جائیں، کیونکہ آج عید کا روز ہے اور راستوں اور پہاڑی پر لوگوں کا بڑا ہجوم نظر آتا ہے اور عورتیں کُنوئیں پر پانی کھینچنے کو آتی ہیں، اور اگر ہمیں نزدیک پائیں گی تو پتھراؤ کریں گی۔" آخر بڑی دشواری سے یہ پہاڑی سے اُتر گئیں۔ راہ میں ترضہ جو نہایت کمزور تھی کئی مرتبہ گر گئی، مگر اُس کی والدہ اور عُمرہ نے اُسے تسلی اور حوصلہ دیا۔ اتنے میں اُنہوں نے ایک آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا اور والدہ نے ترضہ سے کہا "دلیری کر، دیکھ ایک آدمی سامنے سے آتا ہے وُہ ضرور ہم کو ناصری کی خبر دے سکے گا۔ جس وقت وُہ اتنا نزدیک آیا کہ اُن کی آواز سُن سکے

تو اُنہوں نے شریعت کے موافق چلّانا شروع کیا "ناپاک۔ ناپاک" لیکن اُن کو بڑا تعجب ہُوا، کہ یہ آواز سُن کر بھی وہ شخص اُن کی طرف برابر چلا آیا۔ جب قریب آگیا تو والدہ نے ایک شان کے ساتھ کہا "تُو نہیں دیکھتا ہے۔ اِس لئے احتیاط کر"

اُس نے جواب دیا "اے عورت مَیں اُس کا قاصد ہُوں جو تجھ سے مریضوں کو ایک کلام کہتا ہے، اور وہ چنگے ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے مجھے کچھ ڈر نہیں" "ناصری؟" اُس نے کہا "مسیح موعود" "کیا یہ سچ ہے کہ وہ آج شہر کو آتا ہے؟" "وہ اِس وقت بیت فگہ میں ہے" "وہ کس راستے سے آتا ہے" "اِسی راستے سے" والدہ نے ہاتھ جوڑ کر اور آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر خداوند کا شکر ادا کیا۔ اُس شخص نے رحم دِلی سے دریافت کیا "تم اُس کو کیا سمجھتے ہو" والدہ نے بڑے استقلال سے جواب دیا "خدا کا بیٹا"

"تو تم یہیں ٹھہری رہو۔ لیکن بہتر ہوگا کہ سامنے کی اُونچی جگہ پر درخت کے نیچے کھڑی ہو جاؤ، کیونکہ اُس کے ہمراہ ایک بڑی بھیڑ ہے اور جس وقت وہ برابر سے گزرے تو پُکار کر اُسے آواز دینا۔ ضرور آواز دینا اور ڈرنا مت۔ اگر تیرا ایمان تیری واقفیت کے برابر ہے تو اگر بادل بھی گرجتے ہوں گے تو بھی وہ تیری آواز سُن لے گا۔ مَیں جاتا ہُوں، تاکہ اہلِ اسرائیل کو جو شہر کے اندر باہر جمع ہیں اطلاع دُوں کہ وہ نزدیک ہے اور اُس کے قبول کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ اے عورت تجھ پر اور تیرے ہمراہیوں پر سلامتی ہووے" یہ کہہ کر اجنبی چل دیا۔

"تُو نے سنا۔ اے ترضہ۔ تُو نے سُنا۔ ناصری اِسی راستے سے آتا ہے لیکن وہ ہماری منت سُنے گا پس اے بچی کوشش کر کے اُس چٹان تک چل۔ صرف ایک قدم تو ہے"

یہ دلاسا پا کر اُس نے عُمرہ کا ہاتھ پکڑا اور کوشش کر کے اُٹھی۔ مگر جس وقت وہ جاتی تھیں، عُمرہ نے کہا "ٹھہرو۔ وہ اجنبی پھر آتا ہے" پس وہ اُس کے واسطے



رُک گئیں۔ اجنبی نے پاس آکر کہا "اے عورت مجھے مُعاف کرنا۔ یہ خیال کر کے کہ ناصری کے یہاں پہنچنے سے قبل دُھوپ زور کی ہو جائے گی۔ مَیں نے سمجھا کہ یہ پانی تُمہارے کام آ جائے گا کیونکہ اگر مجھے ضرورت ہوگی تو مجھے شہر میں بہت مل جائیگا۔ پس اِسے لے لو اور خوش رہو۔ جس وقت وہ اِس راستے سے گذرے تو اُسے ضرور آواز دینا" یہ کہہ کر اجنبی نے پانی کی ایک تُومڑی دی۔ جیسا کہ مسافر اکثر اپنے ہمراہ پانی کے واسطے رکھتے ہیں، اور اُسے زمین پر نہیں رکھ دیا بلکہ خود والدہ کے ہاتھ میں دیا۔

اُس نے متعجب ہو کر دریافت کیا "کیا تُو یہودی ہے"

"مَیں یہودی بلکہ بڑھ کر ہُوں، کیونکہ مَیں مسیح کا شاگرد ہُوں جو روزمرہ اپنے کلام اور نمونے سے یہی بات سکھاتا ہے جو مَیں نے کی ہے۔ دُنیا نے محبت کا لفظ مدّت سے جانا ہے، مگر اُسے اب تک سمجھا نہیں۔ مَیں پھر کہتا ہُوں کہ تجھ پر اور تیرے ہمراہیوں پر سلامتی اور شادمانی ہو" یہ کہہ کر اجنبی پھر چل دیا، اور آہستہ آہستہ اُونچی چٹان کی طرف گئیں۔ جب وہ وہاں پہنچ گئیں، تو ترضہ تھک کر درخت کے نیچے لیٹ گئی اور سو گئی۔ چوتھی گھڑی کے قریب ایک بڑا ہجوم جس میں کئی ہزار آدمی تھے، بیت فگہ کی بستی کی طرف سے آتے اور ہاتھوں میں کھجور کی ڈالیاں لئے نظر آیا۔ جس وقت یہ اُس ہجوم کو دیکھ رہی تھیں تو ایک اور بھیڑ شہر کی طرف سے آتی دکھائی دی۔ والدہ نے ترضہ کو جگایا۔ اُس نے سوال کیا، کہ اُس ہل چل کا کیا مطلب ہے؟ والدہ نے جواب دیا "وہ آتا ہے۔ جو شہر سے آتے ہیں وہ اُس کے استقبال کو نکلے ہیں اور جو مشرق کی جانب سے آتے ہیں، وہ اُس کے ہمراہی ہیں اور عجب نہیں کہ دونوں بھیڑیں یہاں آکر ملیں"

"مجھے خوف ہے۔ اگر اُن کی یہاں مُلاقات ہوگی تو وہ ہماری نہ سُن سکے گا"

اُس کی والدہ کے دِل میں بھی یہی خیال تھا، مگر اُس نے عُمرہ سے دریافت کیا کہ
"جب یہُودا نے دس کے چنگا ہونے کا ذِکر کیا تو اُس نے بتایا تھا کہ کن
الفاظ میں اُنھوں نے ناصری سے درخواست کی تھی؟"

"یا تو اُنھوں نے یہ کہا تھا کہ 'خُداوند ہم پر رحم کر' یا یہ کہ 'اَے اُستاد ہم
پر رحم کر'۔"

"صرف یہی کہا تھا؟" "مَیں نے تو صِرف اتنا سُنا ہے۔"

والدہ نے اپنے دل میں کہا "مگر اتنا ہی کہنا کافی تھا۔"

عُمرہ بولی "ہاں۔ کیونکہ یہُودا نے خُود دیکھا کہ وُہ چنگا ہوکر چلے گئے۔"

اِس عرصے میں بیت فگہ سے آتا ہُوا ہجُوم نزدیک آگیا اور اُنھوں
نے اُن کے درمیان ایک شخص کو سوار دیکھا جس کے گرد لوگ بڑی خُوشی سے گاتے
اور ناچتے تھے۔ سوار ننگے سر تھا اور سفید جامہ پہنے تھا۔ وُہ نہ دائیں نہ بائیں دیکھتا
تھا۔ مگر کسی کو ضرورت نہ تھی کہ اُن کوڑھیوں کو بتائے کہ یہ عجیب ناصری ہے۔ والدہ
نے یکایک کہا "وُہ آیا۔ ترضہ وُہ آیا۔ اَے بچّی آ۔" یہ کہہ کر وُہ آگے بڑھی اور
مُنہ کے بل زمین پر گر پڑی۔ ترضہ اور خادمہ بھی اُس کے برابر آگئیں۔ جس وقت
شہر کے ہجُوم نے اُس بِھیڑ کو دیکھا تو زور سے نعرہ مارا کہ "اسرائیل کا شاہ مُبارک ہو
جو خُداوند کے نام سے آتا ہے۔" ناصری کے ہمراہ جو گروہ تھا، اُس نے اُس کے
جواب میں آواز بلند کی۔ دونوں ہجُوموں کے مِل جانے کا وقت آگیا اور وُہ موقعہ بھی
جس کی اُن مُصیبت زدوں کو تلاش تھی۔ اگر اب موقعہ ہاتھ نہ آیا تو ممکن ہے کہ
پھر ہرگز نہ ملے۔ پس والدہ نے اضطراب سے کہا "اَے بیٹی آ ہم زیادہ نزدیک ہو
جائیں۔ یہاں سے وُہ ہماری سُن نہ سکے گا۔" جس وقت یہ بِھیڑ کے کچھ نزدیک آئیں
تو بہت سے لوگ چِلّا اُٹھے "کوڑھی۔ کوڑھی۔ اُنہیں پتھراؤ کرو۔ یہ خُدا کے لعنتی ہیں۔



اُن کو ہلاک کرو۔" مگر ناصری جس وقت اُن کے برابر آیا تو اُس نے اپنے جانور کو
روکا۔ اُس کا رُکنا تھا کہ والدہ نے بُلند آواز سے کہا "اَے اُستاد۔ اَے اُستاد۔ تو
ہماری ضروریات کو دیکھتا ہے۔ تو ہم کو چنگا کر سکتا ہے۔ ہم پر رحم کر۔"

اُس نے سوال کیا "کیا تُو ایمان لاتی ہے کہ مَیں یہ کر سکتا ہُوں؟" اُس نے
جواب دیا "تُو وُہ ہے جس کا انبیاء نے ذِکر کیا ہے۔ تُو مسیح موعُود ہے۔"

ناصری نے کہا "اَے عورت تیرا ایمان بڑا ہے۔ جیسا تُو چاہتی ہے تیرے
لئے ہو۔"

تب ایک اور لمحہ توقف کرکے وُہ آگے کو بڑھا۔ والدہ نے جھگڑے میں آواز
بُلند کرکے کہا "خُدا کو عالمِ بالا میں جلال۔ مُبارک۔ سہ چند مُبارک بیٹا ہے جو اُس
نے ہمیں بخشا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے ترضہ کو گلے سے لگا لیا اور بولی "اَے
بیٹی اُوپر دیکھ۔ اُس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ وُہ فی الواقع مسیح موعُود ہے۔ ہم بچ
گئے۔ ہم بچ گئے۔" وُہ یہ کہتی تھی کہ ماں اور بیٹی دونوں کا کوڑھ جاتا رہا، اور وُہ
بالکل تندرُست ہوگئیں۔ اُن کی خُوشی کا گواہ علاوہ عُمرہ کے ایک اور تھا۔ ناظرین کو
یاد ہوگا کہ کس ثابت قدمی سے بن حُور ناصری کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ پس جس
وقت یہ کوڑھی راہ کے کنارے نظر آئے، اُس وقت یہ جوان یہُودی بھی
وہاں موجُود تھا۔ اُس نے اُن کی بدشکل صُورتیں دیکھیں اور اُن کی دُعا بھی سُنی۔ ہاں
ناصری کا جواب بھی سُنا مگر اُن کو نہ پہچانا۔ جب یہ مُعجزہ ہوچکا۔ تو بن حُور ہجُوم سے
علیحدہ ہوکر راہ کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ جو گلیلی اُس کے فریق کے اپنے
چوغوں کے نیچے تلواریں باندھے ہُوئے پاس سے گذرتے تو اُسے سلام کرتے۔ جس
وقت ہجُوم کے سب لوگ گذر گئے تو ایک سیاہ عربی دو گھوڑے پکڑے ہُوئے نزدیک
آیا۔ بن حُور نے اُسے حکم دیا، کہ تُو ذرا یہاں ٹھہر۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ شہر میں جلدی

پہنچ جاؤں۔ والدہ بیرن کو آج اچھی طرح نوکری دینی ہوگی۔ تب اُس نے گھوڑے
کو پچکارا، اور تب بغیر کسی خاص خیال کے مستورات کی طرف کو چلا۔ اُس کی والدہ
اور ترضہ کی تو اُس کی جانب پُشت تھی، مگر عمرہ اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یکایک
اُس نے کہا "خداوند کی قسم یہ تو عمرہ ہے"۔ پس جلد لپک کر پاس گیا اور عمرہ سے
دریافت کیا کہ "تو یہاں کیا کرتی ہے؟" وُہ دوڑ کر اُس کے قدموں پر گر پڑی
اور خوشی کے آنسو بہاتے ہُوئے کہا "اے آقا۔ اے آقا۔ تیرا خدا اور میرا خدا
کیا رحیم و نیک ہے"۔ اُس کے بشاش چہرے اُس کے کلام اور اُس کے طریقے
سے اُس کو کچھ خیال پیدا ہُوا اور پھر کر دونوں مستورات کی طرف غور سے دیکھا۔ دیکھتے
ہی اُس کا کلیجہ مُنہ کو آیا اور نقش بہ دیوار سا گونگے کی طرح کھڑا رہ گیا۔ اُس کی والدہ
تو ہاتھ جوڑے ہُوئے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی اور ترضہ اُس کے برابر کھڑی تھی۔
رفتہ رفتہ اُس کو اُن کی پہچان آنے لگی، اور جب اُس کو یقین سا ہوگیا تو تھرتھراتے
ہُوئے عمرہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ہچکچاتی آواز سے دریافت کیا "اے عمرہ کیا یہ
میری والدہ کیا یہ ترضہ ہے۔ مجھے جلد بتا کہ میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دیتی ہیں"۔
اُس نے کہا "اُن سے بات کر۔ اے آقا اُن سے بات کر"۔ یہ ہاتھ پھیلا کر اُن کی
طرف لپکا اور چلایا "اے ماں۔ اے ماں۔ اے ترضہ میں موجود ہوں"۔ محبت کی
تحریک سے اُنہوں نے چاہا کہ فوراً اُسے گلے سے لگائیں لیکن والدہ یکایک رُک
گئی اور محبت بھری آواز سے کہا "ٹھہر جا۔ بیٹوا۔ اے بیٹے ٹھہر جا۔ نزدیک نہ
آ اور نہ ہم کو چھو۔ ناپاک۔ ناپاک"۔ اُسے یہ خیال گذرا کہ گو ہم چنگے ہو گئے ہیں۔ مگر ممکن
ہے کہ ہمارے کپڑوں سے اُسے بیماری لگ جائے لیکن بن حُور کو اس کا ذرا بھی
خیال نہ ہُوا۔ اُس نے تو اتنی مدت کے بعد اپنے عزیزوں کو دیکھا تھا۔ پس فوراً
لپک کر اُن سے چمٹ گیا جس وقت اُس غایت درجے کی خوشی کا جوش کچھ



کم ہُوا تو والدہ نے کہا "اپنی اس خوشی میں اے بچو ہم کو ناشکر نہ ہونا چاہیے۔
آؤ ہم اپنی نئی زندگی کو اُس کی شکرگذاری دل وجان سے ادا کرکے شروع کریں۔
جس کا اتنا بڑا احسان ہم پر ہُوا ہے"۔ پس سب نے وہیں گھٹنے ٹیک دیے، اور
والدہ نے بڑی دل سوزی سے دُعا مانگی۔ ترضہ اُس کے پیچھے پیچھے بولتی تھی، بلکہ
بن حُور نے اپنی والدہ کی باتیں دُہرائیں لیکن اُن کے موافق اُس کا ایمان بغیر شبہ
کے نہ تھا، کیونکہ جس وقت وُہ گھٹنوں پر سے اُٹھا تو یوں کہا۔ "اے ماں ناصرۃ
میں جہاں یہ شخص پیدا ہُوا لوگ اُسے بڑھئی کا بیٹا کہتے ہیں۔ مگر وُہ کون ہے ؟
مگر وُہ کون ہے؟" مادری محبت سے اُس پر نظر کرکے والدہ نے کہا "مسیح موعود ہے"۔
"مگر یہ قدرت اُسے کس نے بخشی ہے"؟ "اِس کا جواب یہ ہے کہ وُہ کس
طور پر یہ قدرت کام میں لاتا ہے۔ کیا تُم بتا سکتے ہو کہ اُس نے کسی کے ساتھ کوئی
بُرائی کی ہے"؟ "نہیں"۔ "پس اِس نشان کے مطابق مَیں جواب دیتی ہُوں کہ اُس
کو یہ اختیار ملا ہے"۔ یہ آسان بات نہیں ہے کہ کوئی انسان اُن اُمیدوں کو یکایک
ترک کردے جو برسوں تک اُس کے دل میں پرورش پاتی رہی ہیں، اور اُس کی
طبیعت کا ایک خاص حصّہ ہوگئی ہوں۔ یہی کیفیت بن حُور کی تھی۔ عام لوگوں کے
موافق وُہ بھی مسیح کا اندازہ اپنے سے کرتا تھا۔ کیا خوب ہو کہ ہم اپنا اندازہ مسیح سے کریں۔
ذرا تامل کرکے والدہ نے دریافت کیا "اے بیٹے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے
اب ہم کہاں جائیں"؟

بن حُور نے اُن کو غور سے دیکھا اور معلوم کیا، کہ وُہ منحوس مرض اُن سے
بالکل جاتا رہا تھا، اور نعمان کے موافق جب وُہ پانی سے باہر نکلا تو اُن کا گوشت
بھی ایک چھوٹے بچے کے گوشت کی مانند ہوگیا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنا لبادہ
اُتار کر ترضہ کو دیا کہ اوڑھ لے۔ لبادہ اُتارنے پر دکھائی دیا کہ اُس کی کمر سے ایک

تلوار نکلی ہوئی ہے۔ پس والدہ نے تردّد سے دریافت کیا۔ "کیا یہ جنگ کا زمانہ ہے؟" "نہیں۔" "پھر تم کیوں ہتھیار بند ہو؟" "ممکن ہے کہ ناصری کی دستگیری کرنی پڑے۔" "کیا اُس کے بھی دشمن ہیں، اور یہ کون ہیں؟"

"اُسے اِس افسوس ہے کہ یہ صرف رُومی نہیں۔" "کیا وُہ اسرائیل میں سے نہیں ہے، اور کیا وُہ صلح کا آدمی نہیں ہے؟" "اُس سے بڑھ کر تو کبھی کوئی نہیں ہُوا۔ مگر ربّی اور فقیہوں کی رائے میں اُس نے ایک بڑا جُرم کیا ہے۔"

"کیا جُرم"؟

"ناصری کی نظر میں غیر قوم بھی یہودیوں کے موافق رحمتوں کے لائق ہیں۔ وُہ ایک نئی تعلیم دیتا ہے۔" والدہ خاموش ہو رہی، اور تب یہ وہاں سے روانہ ہُوئے۔ شریعت کے موافق ضرور تھا کہ کاہن اس امر کی تصدیق کرے کہ ماں اور بیٹی دونوں بالکل تندرست ہو گئی ہیں پس بن حُور نے یہ انتظام کیا۔ شاہان کے مقبروں کے قریب ہی اُس نے اُن کے واسطے دو خیمے کھڑے کرا دئیے، اور اُن کی آسائش کے واسطے ہر ایک شے مہیا کر دی تاکہ اُن کسی نوع کی تکلیف نہ ہو چونکہ بن حُور ناپاک ہو گیا تھا اور عید کی رسُومات میں شامل نہیں ہو سکتا تھا، وُہ اپنے عزیزوں کے ہمراہ رہا اور اپنی گذشتہ داستان مفصّل طور پر اُن سے بیان کی اور اُن سے اُن کی مُصیبتوں کا حال سُنا۔ جُوں جُوں وُہ اُن کا حال سُنتا تھا تو رُومیوں کی طرف اُس کی نفرت اور دشمنی بڑھتی جاتی تھی۔ اگر اُس کا اختیار ہوتا تو رُومی قوم کو تو وُہ صفحۂ روزگار سے یک لخت نیست و نابُود کر دیتا۔ جتنا غور کرتا، اُتنا ہی اُس کی یہ رائے قائم ہوتی کہ جب تک کُل اسرائیل یک دل ہو کر جنگ نہ کریں گے رُومیوں کے برباد کرنے میں کامل کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ پھر پھر اُس کی اُمّیدیں ناصری ہی پر انحصار کرتی تھیں، کہ وُہ ہی میری قوم کی گردن پر سے رُومی جُوئے کو دُور کر سکتا ہے۔



گاہے گاہے یہ خیال کرتا کہ جس وقت یسُوع ناصری اپنے تئیں بادشاہ بنا بیگا تو لوگوں سے یُوں کلام کرے گا "سُن اَے اسرائیل میں وُہ ہُوں جس کا خُدا نے وعدہ کیا تھا۔ میں یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہُوا ہُوں۔ میں وُہ فرماں روائی لے کر تُمہارے پاس آیا ہُوں جس کا نبیوں نے ذکر کیا ہے۔ پس اُٹھو اور دُنیا کو قبضے میں لاؤ۔" مگر یہ پھر بھی خیال آتا تھا کہ کیا کسی وقت وُہ یہ کلام کرے گا بھی۔ ایسے خیالات سے اُس کا دل بڑا مضطرب رہتا تھا۔

---

# چھتّیسواں باب

## افشائے راز

اگلی شام کو بن حُور سوار ہو کر اُس سرائے کے پھاٹک پر آیا جہاں سے تیس برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ تین مجُوسی بیت لحم کو روانہ ہُوئے تھے۔ یہاں ایک عرب کو گھوڑا تھما کر اپنے والد کے محل کو روانہ ہُوا۔ وہاں پہنچ کر اوّل مَلُّک کو دریافت کیا، مگر وُہ کسی کام کے واسطے بازار کو گیا تھا۔ پھر سوداگر اور بزرگ مصری کی نسبت دریافت کیا، تو معلُوم ہُوا کہ وُہ عید کی رسُومات دیکھنے کے لئے پالکی میں سوار ہو کر گئے ہیں۔ یہ ابھی دریافت کر ہی رہا تھا کہ ایرس بلطسر کی لڑکی دروازے کا پردہ ہٹا کر اُس کمرے میں آئی جہاں یہ بیٹھا تھا۔ اُس کی شکل کو دیکھتے ہی بن حُور کا ماتھا ٹھنکا کہ آج دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی

اُس مصری ساحرہ نے کچھ تیز آواز سے کہا: "اے بن حُور، تُم مناسب وقت پر آئے۔
میں تُمہاری مہمان نوازی کے واسطے تُمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہُوں، کیونکہ ممکن
ہے کہ کل کے بعد پھر ایسا موقعہ مجھے ہاتھ نہ آئے، اور چونکہ میں نے سُنا ہے کہ
جواریوں کے درمیان یہ رسم ہے کہ جس وقت بازی ختم ہوتی ہے تو آپس میں ہار
جیت کا حساب کرتے ہیں، اور جیتنے والے کے سر پر ایک تاج رکھتے ہیں۔ ہم
نے بھی ایک بازی کھیلی ہے، جو کچھ عرصے تک قائم رہی۔ چونکہ اب ختم ہونے پر
ہے، کیا بہتر نہ ہوگا کہ ہم بھی دیکھیں کہ سہرا کس کے سر رہے گا؟"

بن حُور نے سنجیدگی سے جواب دیا: "ممکن ہے کہ ایک مرد ایک عورت کو
جو کسی کام کے کرنے پر آمادہ ہے نہ روک سکے۔"

ایرس نے طنزاً ناک چڑھا کر کہا: "اے شہزادۂ یروشلیم! مجھے یہ بتا کہ وہ
کہاں ہے جو ناصرت کے بڑھئی کا بیٹا اور خدا کا بیٹا بھی ہے، اور جو تھوڑا عرصہ گزرا
کہ بڑے بڑے کام کرتا تھا۔"

بن حُور نے بے قراری سے ہاتھ کا اشارہ کیا اور جواب دیا: "میں اُس کا
نگہبان نہیں ہُوں۔"

"کیا اُس نے رُوم کو پُرزہ پُرزہ کر دیا ہے؟ اُس نے اپنا دارالخلافت
کس جگہ قائم کیا ہے، کیا میں اُس کا تخت اور کانسی کے شیر ببر دیکھ سکتی ہُوں،
اور اُس کا محل جو مُردوں کو جِلا سکتا ہے، وہ تو سونے کا محل اپنے کلام سے ایک
لمحہ میں کھڑا کر سکتا ہے؟"

اَب تو بن حُور کو بالکل یقین ہو گیا کہ یہ ساحرہ جھگڑا کرنے پر آمادہ ہے،
کیونکہ اُس کے سوالات ناگوار تھے۔ اُس نے اپنی طبیعت کو بخُوبی ضبط کر کے
خوش مزاجی سے جواب دیا: "اے مصری! اُس کے اور اُس کے محلات اور



شہریوں کے واسطے ایک اور دن یا ایک اور ہفتہ صبر کر۔"

"اور یہ کیونکر ہے کہ میں تُم کو ایسی پوشاک میں دیکھتی ہُوں، ہند کے حاکم
یا اور ملکوں کے نائب سلطنت تو ایسی پوشاک نہیں پہنتے۔ میں نے طہران کے ناظم
کو ایک مرتبہ دیکھا تھا، وہ تو ریشمی دستار باندھے اور کمخواب کا عبا پہنے تھا، اور
اُس کی تلوار کا دستہ اور میان قیمتی جواہرات سے جڑے تھے۔ مجھے خوف ہے
کہ ابھی تُم نے سلطنت شروع نہیں کی جس میں مجھ کو حصّہ ملنا تھا۔ تُمہارا خیال تو یہ تھا
کہ وہ رُومی قیصر کی مانند یروشلیم میں داخل ہوگا اور ہیکل کی سیڑھیوں سے یہودیوں
کے بادشاہ ہونے کا اشتہار دے گا۔ میں نے خود اُس کے جلوس کو دیکھا ہے۔
میں نے ایک گروہ کو گاتے اور کھجور کی ڈالیاں ہلاتے دیکھا۔ میرا خیال تو یہ تھا
کہ میں ایک شخص کو جو بڑا رُعب دار ہوگا، شاہی لباس پہنے گھوڑے پر یا سُنہری
رتھ میں سوار دیکھوں گی۔ مگر مجھے بڑا رنج ہوا جس وقت میں نے ایک آدمی
جس کی شکل اور بال عورت کے سے تھے، ایک گدھے کے بچے پر سوار اور
آبدیدہ پایا۔ بادشاہ! خدا کا بیٹا! جہان کا منجی! ہا ہا۔ ہا!! پھر بھی میں اے
شہزادہ یروشلیم صبر سے ٹھہری رہی۔ کیونکہ مجھے یہ اُمید تھی کہ شاید وہ ہیکل میں پہنچ
کر اشتہار دے گا۔ میں نے اُسے خوبصورت پھاٹک پر رُکتے دیکھا۔ ہا ہا ہا۔
اُس وقت میں نے اپنے خیال میں قدیمی رُومی مشین کے دھرے اور پہیے رُکتے
سُنے۔ ہا ہا۔ ہا۔ اے شہزادے! سلیمان کی قسم تیرا جہان کا بادشاہ، تو اپنا ذلیل قبا
اپنے گرد لپیٹ کر چُپکے سے چل دیا۔ اُس نے تو اپنا مُنہ بھی نہ کھولا۔ رُومی
مشین تو ویسی ہی چل رہی ہے۔"

بن حُور نے ایک شان سے کہا: "اے بلطسر کی بیٹی اگر یہی بازی ہے
جس کا تُم نے ذکر کیا ہے تو سہرا میں خود تُم کو دیتا ہُوں۔ اِس بحث کو ختم کرو۔

لیکن مجھے معلوم ہے کہ تمہاری علت غائی اور ہے۔ پس اُس کا بیان کرو، اور میں تم کو جواب دُوں گا۔ تب اپنی اپنی راہ جائیں، اور ایک دوسرے کو فراموش کریں۔"

اُس نے رُوکھے پن سے جواب دیا کہ "تم ٹھہرو۔ اجازت ہے۔ جاؤ۔"

جب اُٹھ کر چلنے لگا تو اُس نے کہا: "ایک بات اور سن لو۔ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے بھید جانتی ہوں؟" "کیا جانتی ہو اے مصری نازنین؟"

"ایک یہودی غلام جہاز سے بچ گیا تھا۔ اُس نے انطاکیہ کے ایک محل میں ایک آدمی کو قتل کیا۔ اُسی یہودی نے ایک رُومی سپاہی کو یہاں یروشلیم میں ہلاک کیا۔ اُسی یہودی نے تعلیم دے کر اور قواعد سکھا کر گلیلیوں کے تین غول تیار کئے ہیں کہ رُومی حاکم کو آج رات گرفتار کریں۔ اُسی یہودی نے رُومیوں سے جنگ کرنے کے واسطے سازشیں کی ہیں اور شیخ الدریم اُس سازش میں شامل ہے اور"

تب اُس نے بالکل قریب آکر آہستہ سے اُس کے کان میں کہا۔ "تم رُوم میں رہے۔ فرض کرو کہ یہ باتیں قیصر کے کانوں میں پہنچائی جائیں تو کیا ہوگا؟ مگر اے بن حُور مجھ سے بدظن نہ ہو۔ مجھے تجھ پر ترس آتا ہے۔ اگر تم میری رائے پر چلو گے تو میں تم کو بچاؤں گی۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ تم کو بچاؤں گی۔"

بن حُور نے بڑے استقلال سے کہا: "اوّل یہ تو فرمائیے کہ تمہاری رائے ہے کیا؟"

"کسی زمانے میں تمہارا ایک دوست تھا۔ یہ تمہارے لڑکپن کی بات ہے۔ تم دونوں میں جھگڑا ہوا اور آپس میں دشمن ہو گئے۔ اُس نے تم کو ضرر پہنچایا۔ بہت برسوں کے بعد انطاکیہ کی دوڑ میں تم اور وہ دوچار ہوئے۔"

"میسلا؟"

"ہاں میسلا۔ تم اُس کے قرضخواہ ہو۔ گذشتہ باتوں کو بھول جاؤ۔ اُسے اپنی رفاقت میں پھر قبول کر لو۔ جو دولت وہ دوڑ میں ہار گیا ہے، اُسے واپس دیدو۔



چھ توڑے تمہارے لئے کچھ نہیں ہیں۔ مگر اُس کے اِس وقت بہت کام آئینگے اے بن حُور اے فیاض شہزادے۔ ایک عالی خاندان رُومی کے واسطے مفلسی موت کے برابر ہے۔ اُسے کنگالی سے بچا لو۔"

بن حُور کو بڑا جوش آیا مگر ذرا تامل کر کے اطمینان کی آواز سے دریافت کیا: "اے بیمرن۔ سچ سچ یہ بتا کہ کیا میسلا نے تم کو اِس درخواست کے ساتھ میرے پاس بھیجا ہے؟ اے بلطسر کی بیٹی اگر تم کو اور کچھ کہنا ہے تو جلد کہہ دو، ورنہ میں خداوند اسرائیل کے خدا کی قسم کھاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں کہ تم عورت ہاں خوبصورت عورت ہو۔ کیونکہ میں تم کو اِس وقت ایک نفرت انگیز آقا کا جاسوس جانتا ہوں اور وہ آقا اِس واسطے زیادہ نفرت انگیز ہے کہ وہ رُومی ہے۔ پس جو کچھ اور کہنا ہے سو جلد کہہ دو۔"

"او تو تلچھٹ کے پینے والے اور چھلکوں کے کھانے والے، کیا تیرا اور میسلا کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ تو تو اُس کی غلامی کرنے کے واسطے پیدا ہوا تھا۔ وہ تو چھ توڑے سے راضی ہو جاتا، مگر اب میں کہتی ہوں کہ تجھے بیس توڑے اور دینے ہوں گے۔ مجھے تیری دولت کا یہ خوب پتہ ہے۔ اگر کل دوپہر تک سمونائڈس سوداگر کو تو حکم نہ دیگا کہ میرے میسلا کو چھبیس توڑے نقدی دے دیوے تو تجھے قیصر سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ دانائی کو کام میں لاؤ اور والسلام۔" یہ کہہ کر کمرے سے باہر جانے لگی مگر بن حُور راہ میں کھڑا ہو گیا، اور کہا: "مصری قدیم طبیعت تم میں موجود ہے۔ خواہ تم میسلا سے کل یا پرسوں یہاں یا رُوم میں ملو۔ میری طرف سے اُسے یہ پیغام دے دینا کہ میرے والد کی جائداد کو لُوٹ کر جو چھ توڑے نقدی اُس نے حاصل کی تھی، مجھے مل گئی ہے۔ اُسے کہہ دینا کہ اُس نے مجھے غلامی کے واسطے جہازوں پر بھیجا تھا کہ میں مر جاؤں، مگر میں بچ گیا، اور اپنی طاقت میں

اُس کی کنگالی اور پریشانی پر شادماں ہوتا ہوں۔ اُسے کہہ دینا کہ میرے ہاتھ سے
جو اُسے جسم کی تکلیف پہنچی ہے۔ میں اُسے خداوند اسرائیل کے خدا کی لعنت سمجھتا
ہوں، کیونکہ اُس نے بیکسوں کو ستایا ہے۔ اُسے کہہ دینا کہ میری والدہ اور ہمشیرہ
جن کو اُس نے انٹونیا کے زندان میں قید کیا تھا کہ کوڑھی ہو کر مر جائیں وہ ناصری
کی قوّت سے جس کی تم تحقیر کرتی ہو، زندہ اور تندرست ہیں۔ اُسے کہہ دینا کہ میری
خوشی کا پیالہ پُورا کرنے کے واسطے وہ مجھ کو مل گئی ہیں۔ اور میں اُن کے پاس ابھی
جاؤں گا تاکہ اُن کی پاک محبت میں شادمانی حاصل کروں اور اس ناپاک عشق کا جو
مجھے چھوڑ کر تم اُس کے لئے لے جاؤ گی ایک کامل تلافی ہوگی۔ اے عیاری مجسّم
اُسے کہہ دینا کہ تم کو اور اُس کو تسلی ہو کہ جب قیصر مجھے لُوٹنا چاہے گا تو اُسے کچھ بھی
نہ ملے گا، کیونکہ ایرئیس سے جو جائداد مجھے ملی تھی سو فروخت کر دی گئی اور وہ
ہنڈیوں کی صورت میں تجارت میں پھیلا دی گئی ہے۔ اُسے کہہ دینا کہ یہ محل اور اسباب
اور تجارتی مال جس کے ذریعے سے سمونائڈس تجارت کرتا ہے، شاہی فرمان سے
محفوظ ہیں۔ اُسے کہہ دینا کہ اگر یہ فرمان ملے بھی نہ ہوتے اور یہ جائداد میری ہی ہوتی
تو بھی تو میں اُس کے ہاتھ نہ آنے دیتا، کیونکہ تب میں قیصر کو کل ہبہ کر دیتا۔ اُسے
کہہ دینا کہ جو کچھ اُس نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ میں اُس کے عوض میں زبانی
لعنت اُسے نہیں بھیجتا۔ مگر میں تمہیں بھیجتا ہوں کہ تم اُس کے واسطے کُل لعنتوں
کا مجموعہ ہو جاؤ گی، اور اے بلطسر کی بیٹی جس وقت میرا یہ پیغام اُسے سُنائے گی
تو وہ رُومی تیز فہمی سے میرا مطلب بخوبی سمجھ جائیگا۔ اب جاؤ۔ اور میں بھی جاتا ہوں۔
تم پر سلامتی ہو۔" یہ سُن کر ایرس کمرے سے نکل گئی اور بن حُور بھی وہاں سے چل دیا۔
مگر بڑا مضطرب تھا۔ اُسے کبھی خواب میں بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس مصرن کا میسالا
سے کچھ تعلق ہے۔ اُس نے تو بارہا اُس سے اپنے دل کے بھید کہہ دیئے تھے



اور یوں ایک صورت میں آپ کو اور اپنے رفیقوں کو اُس کے ذریعے میسلا کے
قابو میں کر دیا تھا۔ اب اُسے صاف معلوم ہوگیا کہ کیوں انطاکیہ کے محل میں ایرس
سے ملاقات کرنے کی بلاہٹ آئی تھی۔ اب اُسے یقین ہوگیا کہ میں نے اپنی آستین
میں ایک سانپ پالا تھا۔ یہ بھی اُسے وہم ہوتا تھا کہ کیا بلطسر اُس لڑکی کی دھوکہ
بازیوں میں شامل ہے، مگر پھر فوراً اطمینان ہو جاتا تھا کہ ایسی ضعیفی کا ریاکاری سے
ہرگز تعلق نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں بلطسر ایک نیک شخص ہے۔ یہ سوچتے سوچتے
وہ محل کے کوٹھے پر چڑھ گیا۔ دل ہی دل میں یہ کہتا تھا، کہ جو چاہیں وہ کریں،
مگر میں رُومی کو تو ہرگز مُعاف نہ کروں گا، نہ میں اپنی دولت میں اُسے حصّہ دوں گا،
اور نہ ہی میں باپ دادوں کے شہر سے بھاگوں گا۔ میں گلیلیوں کو طلب کروں گا
اور اسی شہر میں جنگ کروں گا۔ بہادری کے کاموں سے اسرائیل کے کل فرقوں
کو اپنی طرف کروں گا۔ جس نے موسیٰ کو مبعوث کیا وہ اُس وقت جب میں ناکام
ہوں گا تو کسی اور کو کھڑا کردے گا۔ ممکن ہے کہ ناصری ہی اشتہار دے۔ یہ خیال
کرکے چھت کی بارہ دری کے قریب جہاں عموماً شام کو سمونائڈس بیٹھتا تھا،
آگیا۔ اندر جھانک کر جو دیکھا تو سوداگر کی معمولی کرسی اُسی موقع پر تھی جہاں سے
شہر کا نہایت عمدہ نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ اِس خیال سے کہ ممکن ہے کہ سمونائڈس
سوتا ہو وہ دبے پاؤں اندر گیا۔ کرسی کے پاس پہنچ کر معلوم کیا کہ سوداگر تو نہیں
ہے، مگر استر اُس کی کرسی پر بے خبر سو رہی ہے۔ بال بکھرے ہوئے اُس کے
خوبصورت اور دلکش چہرے پر پڑے تھے۔ یہ کرسی کی پُشت پر ہاتھ رکھ کر
پیچھے کھڑا ہوگیا، اور سوچنے لگا کہ میں اِسے جگاؤنگا نہیں۔ مجھے اس سے کچھ
کہنا بھی (تب ذرا تامّل کے بعد) ہاں اگر کہنا ہے تو یہ کہ میں اُس سے محبت
رکھتا ہوں۔ یہ تو یہودا کی بیٹی اور حسین ہے۔ نیز مصرن کی مانند نہیں ہے، کیونکہ اُس

میں کُل خود نمائی، مگر اس میں کُل سچائی۔ اُس میں بلند نظری، اس میں فرمانبرداری اور اپنے فرائض کا خیال، اُس میں خود غرضی، اِس میں نفس کُشی۔ اب سوال یہ نہیں ہے کہ مَیں اس سے محبت رکھتا ہوں، بلکہ یہ کہ آیا یہ مجھ سے محبت کرتی ہے، یہ تو شروع سے میری ہمدرد تھی جس رات انطاکیہ میں اُس کے باپ کے گھر کے بالاخانے پر ہم دونوں کھڑے تھے، تو کس طرح بچوں کی طرح اُس نے بھولے پن سے مجھ سے درخواست کی کہ رُوم کو اپنا دُشمن نہ بناؤں اور کیونکر مجھ سے رُوم کے حالات دریافت کئے، اور مَیں نے اُس کا بوسہ لیا، کیا وہ بوسہ بھُول گئی ہو گی۔ نہیں تو نہیں بھُولا مَیں اُس سے محبت رکھتا ہوں۔ شہر میں کسی کو معلوم نہیں کہ میری عزیز والدہ اور پیاری ترضہ رِل گئی ہیں۔ معلوم نہیں کہ کیا وجہ تھی کہ مَیں نے مصرق سے یہ نہیں کہا تھا، لیکن یہ بچّی اُن کے شفا پانے پر دل سے خوش ہوگی اور محبت سے اُنہیں قبول کرے گی۔ میری والدہ کے واسطے یہ دُوسری بیٹی اور ترضہ کی ایک عزیز بہن ہو گی۔ مَیں اُسے جگا کر یہ سب کچھ کہہ دُوں؟ نہیں بہتر ہوگا کہ ذرا صبر کروں، اور کسی اور عمدہ موقعہ پہ اپنے دِل کا کُل احوال اُس سے کہہ دُوں گا۔ اَے دِل پسند آستر۔ وفادار سلیقہ شعار اور بیوہ کی بیٹی والسلام "۔ تب دبے پاؤں بالاخانہ سے باہر نکل گیا۔

# سینتیسواں باب

## گرفتار

بازار اور گلی کوچوں میں لوگ کثرت سے جابجا آگ روشن کر کے



اُس کے گرد جمع تھے اور گوشت کباب کرتے اور خوشی مناتے تھے، چونکہ یہ عید کا موقعہ تھا۔ ہر ایک اسرائیلی، اجنبیوں اور مسافروں کی بڑی خاطرداری کرتا تھا۔ جن لوگوں کے پاس سے بن حور گذرتا وہ اُس کو سلام کرتے اور یُوں درخواست کرتے کہ ٹھہر کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ، کیونکہ ہم خداوند کی محبت میں بھائی ہیں۔ مگر یہ ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہُوا بڑھتا چلا گیا۔ اِس لئے کہ اُس کا ارادہ تھا کہ سرائے میں پہنچ کر گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے باہر اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے پاس جائے۔ جس وقت وہ اُس موڑ کر جاتا تھا تو اُس نے دیکھا کہ اکثر لوگ مشعلیں لئے ہُوئے آتے ہیں اور یہ بھی معلوم کیا کہ جس بھیڑ کے قریب یہ مشعل والے لوگ پہنچتے وہی بھیڑ خاموش ہو جاتی۔ اِس امر سے اسے بڑا تعجب ہُوا اور یہ دریافت کرنے کو آگے بڑھا۔ یہ دیکھ کر اُسے اور بھی زیادہ حیرت ہوئی کہ علاوہ مشعلوں کے اُن کے پاس بھالے ہیں، اور رُومی سپاہی ہیں۔ یہ صورت جو نظر آئی تو نہایت متفکر ہُوا کہ ان تحقیر کرنے والے رُومی سپاہیوں کا یہودی مذہبی جلوس میں کیا کام ہے۔ ایسا تو کبھی سُننے میں بھی نہیں آیا تھا۔ پس دریافتِ حال کے واسطے رُک گیا۔ نزدیک جانے پر معلوم ہُوا کہ مشعل اور لالٹین تو ملازموں کے ہاتھوں میں ہیں اور اُن کے پاس بڑے بڑے ڈنڈے بھی ہیں۔ اُن کے درمیان سفید ریش ربّی بزرگ کاہن اور کاتب اور اس کی کونسل کے ذی اختیار ممبر بھی ہیں۔ مگر یہ کہاں جاتے ہیں۔ ہیکل کو تو نہیں جاتے، کیونکہ کوہِ صیہُون سے جہاں سے آتے ہُوئے معلوم ہُوئے ہیکل کو یہ رستہ نہیں جاتا تھا۔ پھر اِس وقت کیا ایسا ضروری کام ہے اور اگر صلح کا کام ہے تو پھر یہ رُومی سپاہی کیونکر ہمراہ ہیں؟ یہ خیال کرتا ہُوا بن حور کوشش کر کے ملازموں کے درمیان گھُس گیا اور معلوم کیا کہ تین آدمی ایک صف میں چل رہے ہیں۔ سب ربّی اور کاہن وغیرہ اُن کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ ان تینوں میں داہنا آدمی تو ہیکل کا داروغہ اور بایاں ایک کاہن ہے مگر درمیان کا جو دونوں پر سہارا کئے

چلتا تھا پہچاننے میں نہ آیا، کیونکہ وہ اپنا سر اتنا جھکائے ہوئے تھا کہ چہرہ نظر آنا ذرا مشکل تھا۔ ظاہر تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی قیدی یا مجرم ہے۔ پس بن حور کو اس بھید کی تہ تک پہنچنے کا زیادہ اشتیاق ہوا اور جلد جلد کرکے رسّے ہاتھ والے کے پاس جا پہنچا، اور اُس کے برابر چلنے لگا۔ ذرا دیر میں درمیان کے آدمی نے اپنا سر اٹھایا ایسا کہ لالٹین کی روشنی اُس کے چہرے پر بخوبی طور پر پڑی اور اُس نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ زرد اور خوف سے گھبرایا تھا۔ اُس کی داڑھی ناتراشیدہ اُس کی آنکھیں کپال میں گھسی ہوئیں اور اُن سے ناامیدی نمایاں تھی۔ چونکہ بن حور ناصری کے ہمراہ بہت دیر رہا تھا، وہ اُس کے شاگردوں کو بھی ایسا ہی پہچانتا تھا جیسا کہ اُستاد کو۔ پس اس چہرے کو دیکھتے ہی یکایک بول اُٹھا۔ اسکریوطی۔ ذرا دیر میں یہوداہ اسکریوطی کی آنکھیں بن حور پر پڑیں اور اُس نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر کاہن نے اُسے دھکا دے کر کہا "تو کون ہے، چلتا ہو۔" چونکہ یہ عید کی رات تھی شہر کے سب پھاٹک کھُلے تھے اور ہجوم باہر نکل گیا۔ یہ حیرت زدہ ساتھ ساتھ جاتا تھا۔ مگر نہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کہاں جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں ہجوم اُس زیتون باغ کے پاس جو گتسمنی کا کہلاتا ہے جا پہنچا، اور سب یکایک رُک گئے اور آگے کی صف کے لوگ برانگیختہ معلوم ہوتے اور چلا چلا کر کچھ کہتے۔ بن حور کوشش کرکے اُن کے نزدیک گیا اور دروازے کے پھاٹک پر اُس کو ایک شخص نظر آیا۔ وہ سپید جامہ پہنے اور ننگے سر تھا مگر اُس کے بال لمبے اور چہرہ لاغر تھا اور توکل اور صبر کی وضع سے کھڑا تھا۔ یہ ناصری تھا۔ اس کے پیچھے ہی اُس کے شاگرد بڑے اضطراب کی حالت میں ایک جگہ جمع ہو کر کھڑے تھے۔ مگر وہ خود بڑا با اطمینان تھا۔ اُس کے مقابل ایک اژدہام ہلّا بگّا اور ہیبت زدہ ایسا کھڑا تھا کہ اگر وہ ایک گھُرکی دے تو ایک دم میں تتر بتر ہو کر بھاگ جائے۔ اس کے بعد اُس کی نگاہ یہوداہ پر پڑی اور تب وہ کُل معاملہ سمجھ گیا،



کہ یہ اپنے اُستاد کو پکڑوائے گا اور یہ ہجوم اور سپاہی اُس کی امداد کے واسطے آئے ہیں۔ مگر اُس کو تو یہ اطمینان تھا کہ جو زندگی اور موت کا مالک ہے وہ کب اپنے تئیں گرفتار ہونے دیگا۔ لیکن ایسے ہی ضرورت کے واسطے تو بن حور برسوں سے تیاری کر رہا تھا۔ ہاں وہ شخص جس کی حفظِ جان کے واسطے اُس نے اپنے آپ کو مخصوص کر رکھا تھا اور جس کی زندگی پر اُس نے بڑی بڑی اُمیدیں باندھ رکھی تھیں اس وقت خطرے میں تھا۔ تاہم بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مسیح نے صاف آواز سے دریافت کیا، "تم کس کی تلاش کرتے ہو؟" کاہن نے جواب دیا، "یسوع ناصری کی۔" "میں ہوں۔" اِس سادہ اور سنجیدہ کلام پر حملہ آور چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور اکثر اُن میں سے زمین پر اوندھے منہ گر پڑے۔ ممکن تھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر چلے جاتے، مگر یہوداہ نے آگے بڑھ کر کہا "اے ربی سلام" اور دوستانہ کلام کے بعد اُسے بوسہ دیا۔ ناصری نے حلیمی سے کہا "اے یہوداہ کیا تُو ابن آدم کو بوسے سے پکڑواتا ہے؟ تُو کس واسطے آیا ہے؟" جب یہوداہ نے کچھ جواب نہ دیا تو ربی نے بھیڑ سے دریافت کیا، "تم کس کو ڈھونڈتے ہو؟" "یسوع ناصری کو۔" "میں نے تمہیں کہا کہ میں ہوں۔ پس اگر تم مجھے ڈھونڈتے ہو تو اِنہیں جانے دو۔" اِن باتوں پر ربی اُس پر لپکے۔ اُن کا ارادہ معلوم کرکے بعض شاگرد جن کے واسطے اُس نے سفارش کی تھی، زیادہ تر اُس کے نزدیک آ گئے، بلکہ ایک شاگرد نے ایک شخص کا کان اُڑا دیا۔ لیکن اپنے اُستاد کو گرفتار ہونے سے بچا نہ سکا اور پھر بھی بن حور ساکت کھڑا رہا۔ بلکہ جس وقت افسر رسّی تیار کر رہے تھے، ناصری سب سے بڑا رحم کا کام کر رہا تھا۔ کیونکہ اُس کی بردباری کا جو انسان سے کہیں بڑھ کر تھی ایک اعلےٰ نمونہ تھا اس واسطے کہ اُس نے یہ کہہ کر اتنے ہی پر رہنے دیا بلکہ زخمی آدمی کے کان کو چھُو کر چنگا کر دیا۔ دوست دشمن دونوں حیران تھے، اور بن حور کو بالکل یقین ہو گیا کہ وہ اپنے تئیں

ہرگز گرفتار نہ ہونے دے گا۔ اتنے میں ناصری نے اپنے شاگرد کو جس نے تلوار چلائی تھی
کہا، "اپنی تلوار میان میں کر۔ کیا وہ پیالہ جو میرے باپ نے مجھ کو دیا میں نہ پیوں"۔ اور
تب اپنے گرفتار کرنے والوں سے مخاطب ہو کر بولا، "کیا تم جیسے چور کے لئے تلواریں
اور لاٹھیاں لے کر میرے پکڑنے کو نکلے ہو؟ میں ہر روز ہیکل میں تمہارے ساتھ
تھا اور تم نے مجھے نہ پکڑا۔ لیکن یہ تمہاری گھڑی اور ظلمت کا اختیار ہے۔" اس پر
ربیوں اور کاہنوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا، اور جب بن حُور شاگردوں
کے واسطے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، تو ایک بھی موجود نہ تھا۔ کبھی کبھی اُسے قیدی
کا چہرہ نظر آجاتا تھا، تو نہایت ہی پُر ملال، بے کس اور لاچار دکھائی دیتا تھا۔ مگر
پھر اُسے خیال آیا یہ شخص تو اپنے تئیں بچا سکتا تھا۔ وہ تو اپنے ایک دم سے اپنے
دشمنوں کو نیست کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے یہ کیوں نہ کیا۔ وہ کیا پیالہ ہے جو اُس
کے باپ نے اُس کو پینے کو دیا ہے؟ اور یہ باپ کون ہے جس کی یہ فرمانبرداری
کرتا ہے۔ یہ تو بھید پر بھید بڑھتے جاتے ہیں۔ ان خیالات سے وہ بڑا مضطرب ہوا
مگر یکایک ارادہ کیا کہ ناصری سے ایک سوال ضرور پوچھے۔ پس اپنا جامہ اپنے بدن
سے اور رومال سر سے جلد اُتار اُنہیں باغ کی دیوار پر ڈال دیا، اور کہنیاں مارتا ہجوم
کے اندر گھس گیا، اور اُس آدمی کے پاس جو قیدی کی رسی پکڑے تھا جا پہنچا۔
ناصری سر جھکا کر اور مشکیں بندھے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اُس کے آگے آگے
کاہن اور بزرگ جا رہے تھے۔ بن حُور نے نزدیک پہنچ کر ناصری کے کان میں کہا "اے
ربی! اے ربی! کیا تو سنتا ہے۔ ایک بات سن۔ کیا تو ان کے ساتھ اپنی خوشی سے جاتا
ہے؟ اے اُستاد میں تیرا خیرخواہ اور عاشق ہوں۔ میں تیری منت کرتا ہوں۔ مجھے
بتا کہ اگر میں تجھے چھڑانے جانے کی امداد لاؤں تو تو منظور کرے گا؟" ناصری نے سر بھی
نہ اُٹھایا۔ مگر لوگ چلانے لگے "کہ یہ بھی اُن میں سے ایک ہے۔ اُسے بھی پکڑ لو۔



اُسے ڈنڈے لگاؤ۔ اُسے قتل کرو۔" بن حُور بڑی جدوجہد کر کے بھیڑ سے باہر نکل
گیا اور باغ کی دیوار پر سے اپنا جامہ اور رومال لے کر دُور دُور بھیڑ کے پیچھے
ہو لیا۔ شہر میں داخل ہونے پر سرائے کو گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی والدہ اور
ہمشیرہ کے پاس شاہان کے مقبرے کو چلا گیا۔ راہ میں یہ ارادہ کرتا جاتا تھا کہ کل
میں ناصری سے ضرور ملوں گا۔ اُسے تو خبر ہی نہ تھی کہ اُس مظلوم کو سیدھا اناس کے
مکان پر لے گئے ہیں، تاکہ رات کو ہی اُس کا مقدمہ کیا جائے۔ رات کو یہ بڑا بے
چین رہا۔ اسے اب یقین ہونے لگا کہ وہ یہودی سلطنت جس کا میں ایک مدت
سے خیال اور انتظام کر رہا تھا سو صرف ایک خواب تھا۔"

دوسرے دن دو گھڑی کے قریب دو سوار بن حُور کے خیمے کے دروازے
پر آئے۔ اُس نے اُن کا سلام لے کر بیٹھنے کی درخواست کی۔ اُن میں سے بڑے
نے کہا، "نہیں بیٹھنے اور آرام کرنے سے تو اس وقت یہ مطلب ہے کہ ناصری
مارا جائے۔ اے بن یہودا اُٹھ اور ہمارے ہمراہ چل۔ فتویٰ دیا گیا، بلکہ گلگتا میں
صلیب بھی کھڑی ہو گئی ہے۔" "صلیب"! "کل رات وہ اُسے لے گئے اور اُس
کا مقدمہ کیا۔ علی الصبح وہ اُسے پیلاطس کے رُوبرو لے گئے۔ دو مرتبہ رُومی نے
اُسے بے جرم ٹھہرایا۔ دو مرتبہ اُس نے اُن کے ہاتھوں میں اُسے سپرد کرنے سے
انکار کیا۔ آخر کار اپنے ہاتھ دھو کر اُس نے کہا، "تو اُس کا خون تم پر ہووے"
اور اُنہوں نے جواب دیا،" کس نے جواب دیا؟" "کاہنوں اور لوگوں نے کہا
کہ اُس کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر ہو۔"

بن حُور نے بآوازِ بلند کہا، "اے مقدس باپ ابرہام۔ اُس کی قوم
کی نسبت ایک اسرائیل پر ایک رُومی زیادہ مہربان ہے۔ اگر وہ فی الواقع خُدا کا
بیٹا ہے تو اُس کا خون کون اُن کی اولاد سے دھو سکے گا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔

اَب لڑنے کا وقت ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے تالی بجائی اور جب بس اشارے پر عربی ملازم آیا تو اُسے حکم دیا کہ فوراً گھوڑوں پر زین ڈالو، اور عمرہ سے کہا کہ ایک نیا جوڑا اور اُس کی تلوار لائے۔ "اے رفیقو! اب وقت آیا کہ اسرائیل کے واسطے جان دیدیں۔ جب تک میں آؤں باہر میرے لئے ٹھہرو۔" تب کھانا کھا اور دوائی کا ایک پیالہ پی کر اور تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ گلیلی نے دریافت کیا "پہلے تم کہاں جاؤ گے؟"

"لشکر جمع کرنے کے واسطے"! گلیل نے ہاتھ بلند کرکے جواب دیا۔ "افسوس"۔

"کیوں افسوس"۔ گلیل نے شرم کے ساتھ کہا۔ "اے آقا! صرف میں اور میرے ہمراہی ہی باقی ہیں جو وفادار ہیں۔ باقی سب کاہنوں کے پیرو ہو گئے ہیں۔"

"اُن کا مطلب کیا ہے؟"

"اُس کے قتل کرنے کا!" "کیا ناصری کا؟" "تم نے صحیح کہا۔" بن حور نے سر جھکا لیا، اور سوچنے لگا۔ اُسے تو رات کا سماں بار بار یاد آتا تھا کہ "کیا وہ پیالہ جو میرے باپ نے مجھے دیا ہے نہ پیوں" اُسے اب یقین ہو گیا کہ ناصری کو شروع ہی سے اِس انجام کا پورا پورا علم تھا اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ ذرا دیر تامل کرکے اُس نے کہا۔ "اے بھائیو آؤ ہم بھی گلگتا کو چلیں۔" جاتے ہوئے راہ میں اُن کو ایک بڑا بھاری ہجوم ملا جو سیلاب کی مانند جنوب کو جا رہا تھا۔ اُس میں دُنیا کے ہر خطے کے یہودی موجود تھے جو اپنی بولی سے پہچانے جاتے تھے۔ علاوہ یہودیوں کے یونانی۔ رومی۔ عربی سوریانی، حبشی اور مصری وغیرہ بھی شامل تھے۔ بھیڑ کی کثرت کے باعث یہ گھوڑوں سے اُتر پڑے اور مکان کے نزدیک جو راہ کے کنارے ہی تھا، کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ کھڑے کھڑے اُنہیں قریب ڈیڑھ گھنٹے کے ہو گیا اور ابھی ہجوم کا آخری حصہ نہیں گزرا تھا کہ بن حور نے سمونائڈس کے ملازموں کو اپنے آقا کی کرسی پر بٹھائے ہوئے لاتے اور آستر کو کرسی کے برابر برابر پیدل چلتے دیکھا۔ اُن کے



پیچھے ہی ایک اور ڈولی تھی۔ بن حور آگے بڑھا اور کہا "اے سمونائڈس تجھ پر سلامتی ہو، اور تجھ پر بھی اے آستر۔ اگر تم بھی گلگتا کو جا رہے ہو تو ذرا دیر یہاں اِس مکان کے پاس توقف کرو۔ جب بھیڑ نکل جائے گی تو میں بھی تمہارے ہمراہ چلوں گا۔"

سوداگر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ پس چونکتا ہو کر کہا۔ "بلطسر سے دریافت کرو جو اُس کی رائے ہو گی وہی میری ہو گی۔" وہ پیچھے ڈولی میں ہیں۔ بن حور ڈولی کے پاس گیا اور پردہ اُٹھا کر دیکھا کہ ضعیف مصری لیٹا ہوا ہے اور چہرے پر مُردنی سی چھائی ہوئی ہے۔ پردے کے ہٹنے کی آواز سُن کر بزرگ بلطسر نے آنکھیں کھولیں۔ بن حور نے اُس سے درخواست کی تو اُس نے دھیمی آواز سے دریافت کیا۔ "کیا ہم اُسے دیکھ سکیں گے؟" "ناصری کو؟" "ہاں وہ بالکل ہمارے نزدیک سے گذرے گا۔" ضعیف شخص نے دلسوزی سے کہا۔ "اے پیارے خداوند ایک اور مرتبہ۔ ایک اور مرتبہ۔ آہ یہ دن تو دُنیا کے لئے نہایت ہولناک ہے۔" بن حور اُن سب کو مکان کے برابر لے گیا۔ ذرا دیر میں لڑکوں کا ایک بڑا ہجوم غل شور مچاتا اور یہ چلاتا آیا۔ "یہودیوں کے بادشاہ کے واسطے راہ کرو۔ جگہ دو۔" جب یہ اچھلتے اور چلاتے برابر سے گذرے تو سمونائڈس نے سنجیدگی سے کہا۔ "اے بن حور، جب یہ لڑکے اپنی میراث کے مالک ہوں گے، تو سلیمان کے شہر کے لئے لعنت کا باعث ہوں گے۔" لڑکوں کے ہجوم کے بعد ایک فوجی دستہ پُورے طور پر مسلح آیا۔ اُن کے بعد ہی ناصری تھا۔ اُس کی شکل مُردہ سی تھی اور ہر قدم پر لڑکھڑاتا تھا گویا کہ گرنے ہی پر ہے۔ ایک بن سیئے کُرتے پر ایک دھبے دار پھٹا جامہ پہنے ننگے پیر تھا جن سے خون کے داغ جابجا پتھروں پر پڑتے تھے، کیونکہ لہولہان تھا۔ ایک تختہ جس پر کتبہ تھا، اُس کی گردن سے لٹک رہا تھا۔ اُس کے سر پر کا تاج اِس زور سے رکھا گیا تھا کہ بڑے بڑے زخم ہو گئے تھے، جن سے لہو ٹپک کر اکثر موقعوں پر

خشک پڑ کے سیاہ پڑ گیا تھا۔ اُس کے لمبے بال کانٹوں سے اُلجھے اور ہاتھ گلے
بندھے تھے۔ شہر میں اپنی صلیب اُٹھائے ہوئے وہ بیہوش گر پڑا تھا اور رومیوں
کا یہ قاعدہ تھا کہ جو مصلوب ہونے کو جاتا سو اپنی صلیب اُٹھا کر چلتا) اِس لئے
ایک دہقانی اُس کے عوض اُس کی صلیب لئے جاتا تھا۔ چار سپاہی اُس کے
گرد تھے تاکہ بلوے سے اُسے محفوظ رکھیں۔ پھر بھی اُسے کوئی نہ کوئی نزدیک
آکر چھیڑتا، اور اُس کے مُنہ پر تھوکتا تھا۔ تاہم وہ ایک لفظ نہ بولا اور نہ اُس نے
شکایت کی اور نہ آہ ماری جس وقت وہ اُس مکان کے نزدیک پہنچا، جہاں بن
حُور اور اُس کے ہمراہی جمع تھے تو ناصری نے سر اُٹھا کر محبت بھری نگاہ سے اُن
میں سے ہر ایک کو دیکھا۔ یہ نگاہ ایسی تھی کہ ہر ایک اپنی زندگی کے آخر تک نہ بھولا۔
بلطسر تو زبان بستہ زمین پر گر پڑا، بلکہ بن حُور نے بھی بآوازِ بلند کہا "اے میرے
خدا۔ میرے خدا" غرضیکہ اُن میں سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ ناصری کو اپنی فکر نہیں
بلکہ اُسے ہمارا خیال ہے اور جو برکت وہ اپنی زبان سے ہمیں نہ دے سکے سو
اپنی نگاہوں سے اُس نے ہمیں بخشی ہے۔ سمونائڈس نے چونکتا ہو کر دریافت کیا۔
"اے بن حُور تیرا لشکر کہاں ہے؟" "اِس کا جواب میری نسبت اِلاس بہتر دے
سکتا ہے۔" "کیا وہ بے وفا ہو گئے؟" "اِن دو کے سوا سب بے وفا ہو گئے۔" "تو ساری
اُمیدیں جاتی رہیں اور یہ نیک شخص ضرور مارا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ کانپنے لگا۔
اُس نے بھی تو بن حُور کی کوششوں میں حصہ لیا تھا، اور اُس کی اُمیدیں بھی وہی
تھیں۔ مگر اب تو سب خاک میں مل گئیں۔

ناصری کے پیچھے دو اور صلیب اُٹھائے آتے تھے، اور بن حُور نے گلیلیوں سے
پُوچھا کہ "یہ کون ہیں"؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ "یہ چور ہیں جن کی نسبت حکم ہوا
ہے کہ ناصری کے ہمراہ مصلوب ہوں۔"



ان کے پیچھے سردار کاہن خود اپنا جبہ اور کلاہ اور پٹکا پہنے ہوئے چلتا تھا۔
اور اُس کے ہمراہ کاہنوں کا ایک گروہ تھا جو سفید جامے پہنے تھے۔ بن حُور نے
آہستہ آواز سے کہا "یہ اناس کا داماد" خود بن سردار کاہن کو دیکھ کر سمونائڈس
نے کہا "یہ کائفا۔ اب میں قائل ہو گیا کہ یہ ناصری جیسا اُس کتبے میں جو اُس کی گردن
سے لٹک رہا ہے لکھا ہے فی الواقعہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ کیا کبھی کسی عام
آدمی یا دغاباز یا مجرم کے ہمراہ ایسا جلوس ہوا ہے؟ دیکھو کہ دنیا کی ہر ایک قوم
یہاں موجود ہے، سردار کاہن بھی ہے۔ ہاں ایسا جلوس اُس روز سے جب یدوع
اسکندرِ عظیم سے ملنے کے واسطے نکلا آج تک نظر نہیں آیا۔ یہ کافی ثبوت ہے۔
ناصری بادشاہ ہے۔ کاش کہ میں اُٹھ کر اُس کے پیچھے جا سکتا" یہ کلام سُن کر
بن حُور بڑا متعجب ہوا۔ مگر سمونائڈس نے بیقراری سے کہا "میں تیری منت کرتا
ہوں۔ بلطسر سے کہہ اب چلنا چاہیئے، کیونکہ یروشلیم کے ہزاروں ہزاری آتے
ہیں۔" مگر استر نے اُنگلی سے اشارہ کر کے کہا۔
"مجھے چند عورتیں روتی نظر آتی ہیں۔ یہ کون ہیں؟" اُنگلی کے اشارے کی
سمت نگاہ کی تو چار عورتیں روتی ہوئی دکھائی دیں۔ ایک اُن میں سے ایک جوان
شخص پر سہارا کئے رہی تھی، اور اُس شخص کی شکل و صورت کچھ کچھ ناصری کے موافق
تھی۔ بن حُور نے فوراً جواب دیا۔ "وہ شخص تو ناصری کا شاگرد ہے جس کو وہ
سب سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ جو اُس کے ہاتھ پر سہارا کر رہی ہے سو مریم ناصری
کی ماں ہے۔ باقی عورتیں گلیلی اور اُس کی خیرخواہ ہیں۔" استر آبدیدہ ہو کر ماتم کرنے
والی عورتوں کو جب تک وہ اُس کی نظروں سے غائب نہ ہو گئیں، تاکتی رہی۔ اس
عرصے میں لوگ برابر چلاتے تھے کہ "یہودیوں کا بادشاہ۔ یہودیوں کے بادشاہ کے
واسطے راہ کرو۔ ہیکل کا ناپاک کرنے والا۔ خدا کی نسبت کفر بکنے والا۔ اُسے صلیب

دو۔ اُسے صلیب دو۔" زیادہ تر آخری آوازہ سُنائی دیتا تھا۔ جس وقت بزرگ
بلطسر آگے بڑھنے کے قابل ہُوا تو سمونائڈس نے کہا۔ "آؤ آگے چلیں۔" بِن حُور نے
یہ کلام نہ سُنا۔ اُس کے دِل میں تو مختلف خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ ناصری
کے یہ حالات دیکھ کر اُسے وہ دِن یاد آگیا، جب وُہ بھی رُومی سپاہیوں کے
درمیان قیدی ہو کر جا رہا تھا اور راہ میں ناصرۃ کے قریب کنوئیں پر اُسی
ناصری نے اُسے ٹھنڈا پانی کھینچ کر پیاس کو بجھایا تھا۔ پھر اُسے کھجور کے اتوار کا
معجزہ جس نے اُس کی والدہ اور ہمشیرہ کو چنگا کیا تھا، یاد آیا اور اپنے دِل میں آپ
قائل ہُوا کہ میں نے اُس ناصری کے واسطے جیسا مجھے لازم تھا نہیں کیا۔ مجھے چاہئیے
تھا کہ برابر گلیلی لشکر کے ہمراہ رہتا اور اُن کو آمادہ رکھتا تو ممکن تھا کہ اس وقت ناصری
کی مدد کر سکتا۔ گو اُسے بادشاہ نہ بنا سکتا تو بھی اُس کے دشمنوں سے تو اُسے رہا
کر دیتا۔ مگر موقع تو گذرا جاتا ہے۔ اے ابرہام کے خُدا کیا میں کچھ نہیں کر سکتا؟
ایسے خیالات اُس کے دِل میں جوش مار رہے تھے، اور اُسے ایک گلیلی فریق
نظر آیا جن کے پاس تلواریں تھیں۔ لپک کر یہ اُن کے پاس گیا اور اُن سے
کہا "میرے پیچھے آؤ۔ میں تُم سے ایک کلام کرنا چاہتا ہُوں۔" یہ فریق اُس کے
ساتھ ساتھ مکان تک آیا۔ یہاں اُس نے اُن سے کہا "تُم وُہ ہو جنہوں نے میری
تلواریں لیں اور مُجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آزادی اور آنے والے بادشاہ کے واسطے
جنگ کرو گے۔ تُمہارے پاس تلواریں ہیں اور اب مدد کرنے کا موقع ہے۔ جاؤ اور
اپنے سب ہمراہیوں کو جمع کرو اور صلیب کے پاس جو تیار ہو رہی ہے، میرے پاس
فراہم ہو جلدی کرو کھڑے نہ رہو۔ ناصری بادشاہ ہے اور آزادی اُس کے ہمراہ
ہی نیست ہو جائے گی۔" گلیلی تعظیماً اُسے تکتے رہے مگر روانہ نہ ہُوئے۔ اُن سے
سوال کیا۔ "کیا تُم سُنتے ہو؟" تب اُن میں سے ایک نے جواب دیا "اے بِن ہُودا



(کیونکہ اسی نام سے وُہ اُسے جانتے تھے) تُم نے دھوکا کھایا ہے۔ نہ ہم نے اور نہ
ہمارے بھائیوں نے جن کے پاس تُمہاری تلواریں ہیں۔ ناصری بادشاہ نہیں ہے، نہ اُس
میں شاہی طبیعت ہے۔ جس وقت وُہ یروشلیم میں آیا ہم اُس کے ہمراہ تھے۔ ہم نے
اُسے ہیکل میں داخل ہوتے دیکھا مگر اُس نے تو آپ کو، ہم کو اور کُل اسرائیل کو ناامید
کیا۔ خوبصورت پھاٹک پر اُس نے خُدا کی طرف اپنی پُشت کی اور داؤد کے تخت
سے انکار کیا۔ وُہ بادشاہ نہیں ہے، اس لئے اہلِ گلیل اُس کے مددگار نہیں ہیں۔
وُہ تو ضرور مارا جائے گا۔ مگر اے بِن ہُودا سُن۔ ہمارے پاس تیری تلواریں ہیں۔ ہم اس
وقت بھی مستعد ہیں کہ آزادی کے واسطے اپنی تلواریں کھینچیں۔ اے بِن ہُودا آزادی
کا حکم دے اور ہم صلیب کے پاس فراہم ہو جائیں گے۔" مگر اُس کے ہوش تو بکھر
گئے تھے۔ وُہ بڑا پریشان خاطر تھا۔ اگر اس وقت وُہ ان گلیلیوں کی بات مان
لیتا تو تواریخ کا یہ حصّہ بالکل برعکس ہو جاتا۔ لیکن تب تو تواریخ الٰہی انتظام کے مطابق
نہیں بلکہ انسانی انتظام کے موافق ہوتی، اور یہ نہ کبھی ہُوا اور نہ کبھی ہوگا۔ پس
بِن حُور نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اتنے میں سمونائڈس نے اُسے پھر
آواز دی۔ "آؤ ہم تُمہارے منتظر ہیں۔" اس پر وُہ ڈولی کے پیچھے چلنے لگا اور آستر
اُس کے برابر چلنے لگی۔ جس تحریک سے بلطسر اور اُس کے دونوں رفیق مجُوسی کسی
زمانے میں دشت میں جمع ہونے کو جاتے تھے، اُسی طریق سے یہ بھی اُس کے ہمراہ
چلنے لگا۔

---

# اٹھتیسواں باب

## انجام

جس وقت بلطسر سمونائدس - بن حور - آسنز اور وہ گلیلیوں کا فریق صلیب کے مرقد پر پہنچا تو بن حور سب سے آگے تھا، مگر اُسے یہ بالکل خیال نہ تھا کہ ایسے بڑے ہجوم میں سے وہ کیونکر یہاں تک پہنچے - نہ اُسے یہ پتا تھا کہ کس راستے سے آئے تھے - وہ تو گویا بے ہوشی کے عالم میں چل رہا تھا - خداوند کے ارادے ہمیشہ عجیب ہیں، لیکن وہ وسائل جن سے اُن ارادوں کی تکمیل ہوتی اور ہم پر روشن کئے جاتے، اور بھی زیادہ عجیب ہیں - بن حور رُک گیا، اِس لئے کہ اُس کے آگے آدمیوں کی ایک دیوار تھی، کیونکہ نیچے پہاڑی کی چوٹی پر جو کھوپری کی شکل میں تھی اور آرامی زبان میں گلگتا اور لاطینی میں کلوریا کہلاتی ایک وسیع میدان تھا جس کے گرد، ہجوم جس کی تعداد قریب تیس لاکھ کے ہوگی، ایک دائرے میں کھڑا تھا - اِس دائرے کے اندرون رُومی سپاہیوں کا ایک دائرہ تھا، جو ایک صُوبہ دار کے زیرِ کمان تھا - ہر ایک کی نگاہ ناصری پر جمی تھی، جو جُھکا ہُوا رنجیدہ مگر بالکل خاموش کھڑا تھا جو چور اُس کے ہمراہ مصلوب ہونے کو تھے اُن کی تو کسی کو پروا نہ تھی کیونکہ صرف یہی لوگوں کی دشمنی یا خُون یا شوق و تحقیق کا مُدعا تھا - وہی اُن سب سے محبت رکھتا اور اُن کے واسطے جان دینے کو تھا - اِس موقع پر گویا بلطسر کے موافق رُوح کی ہدایت سے بن حور پر یہ روشن ہونے لگا، کہ ناصری کی رسالت صرف یہی تھی



کہ اُن سب کو جو اُن سے محبت رکھتے ہیں، سو دنے کے پار لے جائے - اُس سوانے کے پار لے جائے جہاں اُس کی سلطنت قائم اور اُس کی منتظر ہے - تب ہُوا میں گویا ناصری کا اُسے یہ کلام سُنائی دیا کہ

"قیامت اور زندگی مَیں ہُوں"

اور اُس شکل پر جو پہاڑی پر کانٹوں کا تاج پہنے دلگیر کھڑا تھا غور سے نگاہ کر کے اپنے دل میں یہ سوال کیا کہ کون قیامت ہے؟ کون زندگی ہے؟ اور ایسا معلوم ہُوا گویا اُس شکل نے یہ جواب دیا ہو کہ

"مَیں ہُوں"

اور یہ بھی کہ یہ جواب خاص طور پر اُس کے واسطے تھا، کیونکہ فوراً اُس کے دِل میں ایک ایسی صُلح داخل ہُوئی، جو کُل شک و شبہوں اور بھیدوں کا خاتمہ اور ایمان محبت اور پُوری سمجھ کی ابتدا تھی - اِس خواب کی حالت سے وہ ہتھوڑوں کی آواز سے جگایا گیا، کیونکہ پہاڑی کی چوٹی پر چند رُومی سپاہی اور کاریگر صلیبیں تیار کر رہے تھے - اُن کے کھڑا کرنے کے واسطے سُوراخ کھودے گئے تھے اور اب اُن کا آرا ٹکڑا اجڑ رہے تھے - اتنے میں سردار کاہن نے صُوبہ دار سے کہا کہ کاریگروں کو کہہ دو کہ شتابی کرو - ضرور ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے کے قبل یہ (کہہ کر ناصری کی طرف اشارہ کیا) مر جائیں اور دفن کئے جائیں تاکہ زمین ناپاک نہ ہو - شرع یہ کہتی ہے - چند لمحوں کے بعد ایک سپاہی ناصری کے پاس گیا اور اُسے کچھ پینے کو دینا چاہا، مگر اُس نے پیالہ لینے سے انکار کیا - تب دُوسرے سپاہی نے اُس گردن سے کتبہ کے تختے کو اُتار کر صلیب پر ٹھونک دیا - اِس پر صُوبہ دار نے سردار کاہن سے کہا کہ صلیبیں تیار ہیں، جس نے ہاتھ کا اشارہ کر کے جواب دیا - اُس کُفر بکنے والے کو پہلے ٹانگو - ہم دیکھیں کہ خُدا کا بیٹا اپنے تئیں بچا سکتا ہے کہ نہیں -

تب اُس بے حساب ہجوم میں جو پہاڑی پر اُس کے گرد جمع تھا، ایک خاموشی کا عالم چھا گیا، کیونکہ سپاہی مصلوب ہونے والوں کو صلیب پر ٹھونکنے کے واسطے تیار ہوئے بلکہ بعد میں لوگوں نے ذکر کیا کہ ہوا ٹھنڈی ہو گئی، جس سے اکثر لوگ کپکپانے لگے اَور آستر نے اپنے باپ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا "یکایک کیسی خاموشی ہو گئی"

اُس کے باپ نے جواب دیا "اُس سے بچنے کی کوشش کر۔ مَیں تحقیق نہیں جانتا۔ مگر ممکن ہے کہ سب جو اس وقت کھڑے دیکھ رہے ہیں، خواہ وُہ بے گناہ یا مجرم ہوں اس وقت سے لعنتی ہو ویں۔" بلطسر تو گھٹنوں کے بل گر پڑا، اَور سمونائڈس نے بڑی گھبراہٹ میں کہا "بن حُور، بن حُور۔ اگر یہوواہ فوراً اپنا ہاتھ نہ بڑھائے گا تو اسرائیل ہلاک ہو جائے گا اَور ہم بھی ہلاک ہوں گے۔"

بن حُور نے سنجیدگی سے جواب دیا "اَے سمونائڈس مَیں تو اب تک خواب دیکھتا تھا، اَور اُس میں مَیں نے سُنا کہ یہ سب کچھ کس واسطے ہوتا ہے، کیونکہ یہ خود ناصری کی مرضی ہے۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔ پس ہم بھی اِس مصری کی مانند کریں کہ خاموش رہیں اَور دعا مانگیں" اَور پہاڑی کی جانب جو نگاہ کی تو ہیبتناک خاموشی میں اُسے پھر آواز سُنائی دی :- "قیامت اَور زندگی مَیں ہوں۔"

اَور بن حُور نے گویا کسی شخص سے باتیں کر رہا ہو تعظیم سے سر جھکایا۔ پہاڑی پر کارروائی جاری تھی۔ سپاہیوں نے ناصری کے کپڑے اُتار لئے، ایسا کہ وُہ لاکھوں کی نظروں کے آگے ننگا کھڑا رہ گیا۔ صبح کے وقت جو اُس کے کوڑے لگے تھے اُن سے اُس کی پیٹھ اب تک لہو لہان تھی۔ تاہم بیدردی سے وُہ صلیب پر چِت لٹایا گیا۔ اوّل اُس کے ہاتھوں کی نرم ہتھیلیوں کے درمیان سے بڑی کیلیں جو تیز تھیں ٹھونکی گئیں۔ بعد میں اُس کے گھٹنے اتنے جھکائے گئے، کہ اُس کے پَیر کے تلوے لمبی لکڑی سے ٹھیک لگ گئے۔ تب ایک پَیر کو دُوسرے پر رکھ کر



اُن میں ایک لمبی کیل ٹھونک دی۔ ہتھوڑوں کی آواز دُور تک سنائی دی، مگر مظلوم نے نہ آہ ماری نہ چِلایا، اَور نہ کسی طرح کی شکایت کی جس سے دُشمن اُس پر تمسخر کر سکتا۔

ایک سپاہی نے اکھڑپن سے سردار کاہن سے دریافت کیا "کس رُخ تم چاہتے ہو کہ اُس کا چہرہ ہو؟"

سردار کاہن نے جواب دیا "ہیکل کی جانب۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مرتے ہوئے وُہ دیکھے کہ خُدا کے گھر کو اُس کے باعث کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔"

اب مزدوروں نے صلیب کو اُٹھایا اَور جو سوراخ کھودا تھا اُس میں اُس کے نیچے کے حصّے کو ڈال دیا۔ ناصری کے جسم نے جھٹکا کھایا اَور لہو بہتے ہاتھوں سے لٹک گیا۔ پھر بھی اُس نے آہ نہ کی۔ صرف یہ آواز یہ الٰہی کلمے کہے "اَے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔" چونکہ صلیب اب کھڑی تھی اَور وُہ کتبہ جو اُس کے سرے پر ٹھونکا تھا سب پڑھ سکتے تھے۔ پس یکایک ہجوم میں سے یہ نعرہ بلند ہوا "یہودیوں کا بادشاہ۔ اَے یہودیوں کے بادشاہ سلام۔" سردار کاہن نے اُس کتبہ پر اعتراض کیا مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔

دوپہر کا وقت تھا، مگر یکایک تاریکی بادلوں اَور زمین پر چھا گئی؛ ایسا کہ لوگ نہایت حیرت زدہ ہو گئے۔ اُن کا چیخنا اَور ہنسنا موقوف ہو گیا اَور تعجب سے ایک دُوسرے کو تاکنے لگے اَور زرد پڑ گئے۔ آستر کو جو خوف زدہ ہو گئی تھی سمونائڈس نے تسکین کے طور پر کہا "صرف گہرا بادل رستے میں ہے۔ اب فوراً روشنی ہو جائیگی۔" لیکن بن حُور کا یہ خیال نہ تھا اَور اُس نے کہا "یہ گہرا بادل نہیں ہے۔ انبیاء یا مقدسوں کی رُوحیں ہوا میں رہتی ہیں۔ وُہ اپنے اَور کل مخلوقات کے واسطے ترس کھاتی ہیں۔ اَے سمونائڈس مَیں تم سے کہتا ہوں اَور خُدا ذوالحق کی قسم کھاتا ہوں کہ جو وہاں لٹکا ہوا

ہے ضرور خُدا کا بیٹا ہے۔"

اور تب سمونائڈس کو "متحیر" چھوڑ کر بلطسر کے جواب تک گھٹنے ٹیکے تھا، نزدیک گیا، اور اُس نیک شخص کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اے عاقل مصری شخص۔ صرف تیری رائے درست تھی۔ یہ ناصری فی الواقع خُدا کا بیٹا ہے۔"

بلطسر نے اپنا کمزور ہاتھ اُس کی گردن میں ڈال کر نرم آواز سے کہا۔

"مَیں نے چرنی میں اُسے بچہ دیکھا، اِس لئے یہ عجب نہیں کہ تجھ سے پہلے میں نے اُسے پہچانا۔ مگر افسوس کہ مَیں اب تک زندہ ہُوں کہ آج کا دن دیکھوں کاشکہ مَیں اپنے بھائیوں کے ساتھ مر جاتا۔ مُبارک ہے ملکیار۔ مُبارک ہاں مبارک گسپر۔"

بن حُور نے کہا "اپنے دِل کو تسلی دے۔ غالباً وُہ بھی یہاں ہیں۔"

اندھیرا زیادہ بڑھتا گیا، پھر بھی مزدوروں نے چوروں کی بھی صلیبیں کھڑی کر دیں اور سپاہی ہٹ گئے۔ اب ہجوم کو موقعہ ملا کہ صلیبوں کے نزدیک آ جائیں۔ اور لوگ بدزبانی ٹھٹھا اور تمسخر کرنے لگے۔ ایک سپاہی نے بآوازِ بلند کہا۔ "ہا۔ ہا۔ ہا اگر تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے تئیں بچا۔"

ایک کاہن نے کہا "ہاں۔ ہاں۔ اب بھی اگر وُہ اُتر آئے، تو ہم اُس پر ایمان لے آئیں گے۔"

اوروں نے سر ہلا کر کہا۔ "وُہ ہیکل کا ڈھانے والا اور تین دن میں بنانے والا تھا۔ مگر اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔" دوسروں نے کہا۔ "وُہ اپنے تئیں خُدا کا بیٹا کہتا ہے۔ اب ہم دیکھیں کہ خُدا اُسے چھڑاتا ہے یا نہیں۔"

کسی نے کبھی یہ بیان نہیں کیا کہ تعصب میں کیا کچھ ہے۔ ناصری نے اُس ہجوم کے لوگوں سے کبھی کسی کو ضرر نہ پہنچایا تھا۔ بہتوں نے اُس کی اِس مصیبت کی گھڑی سے پیشتر کبھی اُس کو نہ دیکھا تھا، تاہم وُہ اُس پر لعنت کرتے، بلکہ



چوروں سے ہمدردی ظاہر کرتے تھے۔

تاریکی نے آستر پر بڑا اثر کیا۔ اُس نے کئی مرتبہ اپنے باپ سے کہا۔ "آؤ گھر چلیں۔ اے باپ یہ خُدا کی خفگی ہے۔ کیا معلوم ابھی اور کیا کیا ہیبت ناک باتیں ظہور میں آئیں۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے۔" مگر سمونائڈس نے ایک نہ مانی وُہ تو بڑا مضطرب اور بے قرار تھا۔ جب تاریکی کو ایک گھنٹہ ہو گیا اور ہجوم کی تندی کچھ فرو ہُوئی تو اُس نے صلاح دی کہ اُس کا فریق صلیبوں کے اور زیادہ نزدیک ہو جائے۔ بن حُور بلطسر کو مدد دے کر آگے بڑھا کر لے گیا۔ اِس نئے موقعہ سے ناصری صاف نظر نہیں آسکتا تھا۔ صرف تاریکی میں ایک سیاہ سی شے معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اُس کا آہ بھرنا سنائی دیتا تھا، جب کہ چور کراہتے اور آہ و زاری کرتے تھے۔

تاریکی کا دُوسرا گھنٹہ بھی اوّل کے موافق گذر گیا۔ مگر ناصری کے واسطے یہ گھنٹے تحقیر اور اہانت اور بتدریج جان صلب ہوتا تھا۔ اُن دو گھنٹوں میں وُہ ایک مرتبہ بولا۔ کیونکہ چند عورتوں نے آگے بڑھ کر صلیب کے نیچے ہی گھٹنے ٹیک دئیے تھے۔ اُن کے درمیان ناصری نے اپنی ماں اور اپنے عزیز شاگرد کو دیکھا اور آواز بلند کر کے کہا "اے عورت دیکھ تیرا بیٹا۔" اور تب شاگرد کی طرف نگاہ کر کے کہا۔

"دیکھ تیری ماں۔"

تاریکی کا اثر لوگوں کے دِلوں پر بڑھتا گیا۔ جو علم ہیئت سے واقف تھے وُہ زور سے کہتے تھے کہ یہ سُورج گرہن نہیں ہو سکتا، کیونکہ آج پُورنماشی ہے۔ پس ہر ایک کی نگاہ اور ہر ایک کا خیال ناصری پر لگا تھا۔ اِس عرصے میں بن حُور کے دِل میں کسی نوع کے وسوسے پیدا نہ ہُوئے۔ اُس کے دِل میں تو کامل صُلح قائم ہو گئی تھی، اور سمونائڈس کی نسبت اب اُس کی رائے تھی کہ وُہ بھی ایمان کے کنارے پر آ لگا ہے، کیونکہ اُسے معلوم ہوتا تھا کہ وُہ ایک خاص فکر میں مُبتلا ہے، بلکہ آستر

کا اضطراب دیکھ کر بن حُور نے یہ کہتے سُنا کہ "مت ڈر۔ مگر ٹھہر اَور میرے ساتھ دیکھتی رہ۔ ممکن ہے کہ تیری عمر مجھ سے دُگنی ہو۔ مگر آج کا سارا معاملہ تو ہرگز نہ دیکھے گی۔ علاوہ اس کے ممکن ہے کہ اَور راز ہم پر ظاہر کئے جائیں۔ پس ضرور ہے کہ ہم آخر تک ٹھہرے رہیں۔"

جس وقت تیسرا گھنٹہ قریب نصف کے گذر گیا، تو شہر کے چند بدمعاش اگر ناصری کی صلیب کے آگے کھڑے ہُوئے، اَور اُن میں سے ایک نے حقارت سے کہا "یہُودیوں کا یہی نیا بادشاہ ہے۔"

اَوروں نے کھِل کھِلا کر کہا۔ "اَے یہُودیوں کے بادشاہ سلام، سلام اَے یہُودیوں کے بادشاہ۔"

جب کچھ جواب نہ ملا تو اَور نزدیک جاکر زور سے کہا، "اگر تو یہُودیوں کا بادشاہ یا خُدا کا بیٹا ہے تو نیچے اُتر آ۔"

اس پر چوروں میں سے ایک نے کراہنا چھوڑ کر ناصری سے کہا۔ "ہاں اگر تو مسیح ہے، تو آپ کو اَور ہم کو بچا۔" اس پر لوگوں نے ہنسی مچادی اَور واہ واہ کا نعرہ بُلند کیا۔ لیکن جب وُہ جواب کے منتظر تھے تو دُوسرے چور نے پہلے سے کہا۔ "کیا تو خُدا سے نہیں ڈرتا۔ ہم تو اپنے اعمال کی واجبی سزا پاتے ہیں پر اُس نے تو کوئی بے جا کام نہیں کیا۔"

سُننے والے بڑے متحیر ہُوئے۔ مگر دُوسرے چور نے ناصری کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اَے خُداوند جب تو اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے یاد کیجیو۔"

یہ کلام سُن کر سمونائڈس چونک پڑا اَور بولنے لگا "جب تو اپنی بادشاہت میں آئے"۔ یہی شُبہ تو اُس کے دل میں باقی تھا۔ اِسی امر پر تو اُس نے بلطسر سے اکثر بحث کی تھی۔ اتنے میں بن حُور نے اُسے سوال کیا "کیا تو سُنتا ہے۔



اُس کی بادشاہت اِس دُنیا کی نہیں ہو سکتی۔ یہ گواہ کہتا ہے کہ وُہ بادشاہ ہے، اگر وُہ بادشاہ ہے۔ مگر اپنی بادشاہت کو جاتا ہے، اَور میں نے اپنے خواب میں بھی یہی بات سُنی تھی۔"

سمونائڈس نے کچھ سختی سے کہا۔ "خاموش۔ میں تیری منت کرتا ہُوں کہ خاموش رہ اگر ناصری جواب دے تو۔"

وُہ یہ کہنے نہ پایا تھا کہ ناصری نے صاف اَور مستقل آواز سے جواب دیا۔ "میں تجھ سے سچ کہتا ہُوں کہ آج کے دن تُو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔"

سمونائڈس منتظر تھا کہ شاید اَور بھی کچھ سُنے گا، مگر ایک لمحہ بعد اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "یہ بس ہے۔ اَے خُداوند بس ہے۔ تاریکی گذر گئی۔ اب میں اَور آنکھوں سے ہاں بلطسر کی آنکھوں سے دیکھتا ہُوں۔ اب میں کامل ایمان کی نگاہ سے دیکھتا ہُوں۔"

اِس وفادار خادم کو بھی اِس کا اجر مل گیا۔ اب اُس کے واسطے جو جسم سے اپاہج تھا ایک نئی زندگی شروع ہو گئی جو اس زندگی کے پار ہے اَور جس کا نام فردوس ہے۔ وہاں اُس کو وُہ بادشاہت اَور بادشاہ ملے گا جس کا وُہ اب تک خواب دیکھتا رہا۔ ہاں کامل تسلی اُس کے دل میں پیدا ہُوئی تھی۔ لیکن صلیب کے بالمقابل حیرانی اَور سرگردانی تھی، کیونکہ اِس کلام کی وجہ سے کہ میں مسیح موعُود ہُوں، انہوں نے ناصری کو مصلوب کیا تھا۔ مگر اب صلیب پر سے بھی وُہ بڑے اطمینان سے یہی پھر کہتا بلکہ ایک مجرم کو بہشت بخشنے کا وعدہ کرتا تھا۔ اِس سے سب پر خوف غالب ہُوا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ بلکہ سردار کاہن بھی اپنے غرور میں خائف تھا، کیونکہ ہر ایک اپنے دل میں یہ سوال کرتا تھا کہ ایسا اطمینان اُس ناصری کو اگر صداقت سے نہیں تو کہاں سے ملا؟ اَور اگر صداقت سے ہے

تو خُدا سے ہے اور اگر خُدا سے ہے تو ہمارا کیا کچھ حال ہو گا۔

ناصری کا تنفس اب زیادہ دُشوار ہونے لگا۔ اُس نے صاف آواز سے کہا "اے میرے خُدا! اے میرے خُدا۔ تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

جس کسی نے یہ آواز سُنی وہ جھجک گیا بلکہ ایک شخص پر اُس کا بلا ضبط اثر نہ ہوا۔

سپاہی اپنے ہمراہ ایک برتن میں وائین، پانی ملا ہوا لائے تھے جو اُس جگہ سے جہاں پر بن حُور کھڑا تھا چند قدم پر رکھا تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ اسفنج کے ایک ٹکڑے کو اُس میں بھگو کر اور لکڑی پر رکھ کر اپنی مرضی کے موافق مصلوب کی زبان کو کبھی کبھی تر کر دیتے تھے۔ بن حُور کو ناصرۃ کے کنوئیں اور ناصری کے پانی پلانے کا موقع یاد آ گیا اور ایک تحریک اُس میں پیدا ہوئی۔ پس اسفنج کو لے کر اُس نے فوراً اُسے برتن میں خُوب تر کیا، اور صلیب کی طرف لپکا۔ جو لوگ زیادہ نزدیک تھے، اُنہوں نے غُصّے سے اُسے منع کیا، مگر اُس نے کچھ پروا نہ کی بلکہ بڑھ کر اُس نے ناصری کے ہونٹوں سے اُسے لگا دیا۔ مگر بہت دیر ہو گئی تھی اور موقعہ گذر گیا تھا۔ لیکن بن حُور نے بخُوبی دیکھا کہ گویا ناصری کا چہرہ کُچلا ہُوا اور خُون اور مٹی سے سیاہ ہو رہا تھا، تاہم یکایک روشن ہو گیا۔ اُس نے آنکھیں خُوب طور پر کھول دیں اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کسی نا دیدہ جسم پر جما دیں اور بہ آوازِ بلند کہا "پُورا ہوا، پُورا ہُوا۔" گویا ایک سُورما کوئی مہم عظیم کے اختتام پر مرتے ہُوئے اپنی کامیابی پر ایک آخری نعرے سے خُوشی مناتا ہے، اور تب ناصری نے دھیمی آواز سے کہا "اے باپ میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہُوں۔" اور یہ کہہ کر اُس نے جان دی۔ بن حُور اپنے ہمراہیوں کے پاس گیا اور اُنہیں اطلاع دی کہ اب سب ختم ہو گیا۔ وہ مر گیا۔"



ذرا دیر میں یہ خبر تمام ہجوم میں پھیل گئی۔ اب تو لوگوں کی تمنا پُوری ہو گئی، کیونکہ ناصری مر گیا۔ تاہم ہر ایک ہکّا بکّا حیرت زدہ اور حواس باختہ ہو کر ایک دُوسرے کو تاکتا تھا، اور یاد کرتا تھا، کہ اُس کا خُون اُن پر تھا۔ جس وقت وہ ایک دُوسرے کو تاک رہے تھے تو زمین تھر تھرانے لگی۔ ایک پلک میں تاریکی زائل ہو گئی اور سُورج چمکنے لگا۔ ہر ایک نے دیکھا کہ صلیبیں پہاڑی پر زلزلے سے متوالے کی مانند ڈگمگاتی تھیں۔ لیکن ہجوم میں سے ہر ایک جس نے ناصری کو لعن طعن کیا تھا، ہر ایک جس نے اُسے مارا تھا، ہر ایک جو چلایا تھا کہ اُسے صلیب دے، ہر ایک جو اُس کے ہمراہ شہر کے باہر آیا تھا، غرضیکہ ہر ایک جس نے اُس کی مَوت چاہی تھی، خوف سے سمجھا تھا کہ میرا بھی وقت آ گیا ہے پس کل انبوہ شہر کی طرف بھاگ پڑا۔ مگر زلزلہ کے باعث کوئی لڑکھڑاتا کوئی زمین پر گرتا تھا۔ اِل سردار کاہن بھی ایک مرتبہ منہ کے بل گر پڑا، اور اُس کی پوشاک گرد آلودہ ہو گئی، بلکہ اُس کے مُنہ میں بھی مٹّی بھر گئی۔ الغرض وہ اور اُس کے ہمراہی اِس امر میں مساوی تھے، کیونکہ ناصری کا خُون اُن سب پر تھا۔

جس وقت آفتاب پھر روشن ہُوا تو ناصری کی صلیب کے گرد اُس کی ماں، اُس کا عزیز شاگرد، گلیل کی وفادار عورتیں، صُوبہ دار اور اُس کے سپاہی، بن حُور اور اُس کا فریق باقی رہ گیا تھا۔ بن حُور نے سمرنائڈس کے قدموں کے پاس جگہ کر کے آہستہ سے کہا کہ یہاں بیٹھ جا اور اپنی آنکھیں بند کر لے، اور اُوپر نظر نہ کر۔ صرف اپنا بھروسہ خُدا پر اور اُس راستباز کی رُوح پر رکھ جس کو اُنہوں نے بے ایمانی سے قتل کیا ہے۔

سمرنائڈس نے تعظیماً کہا "نہیں، بلکہ آگے کو ہم اُسے مسیح کہیں گے۔" بن حُور بولا "ایسا ہی ہو۔"

اتنے میں زمین پھر زور سے لرزی۔ مصلوب چوروں کی چیخیں ہولناک تھیں۔ گو بن حُور کا سر چکر کھا رہا تھا، مگر جب اُس نے غور سے دیکھا تو بلطسر زمین پر مُردہ کے

بل گر پڑا ہُوا تھا۔ یہ دَوڑ کر اُس کے پاس گیا اَور آواز دی مگر کوئی جواب نہ ملا کیونکہ بزرگ مصری کی رُوح تو اپنے مالک کے پاس پرواز کر گئی تھی۔ تب اُسے یاد آیا کہ آخری کے آخری کلام پر اُس نے گویا جواب میں ایک آواز سُنی تھی اَور اُسے یقین ہو گیا کہ اُس وفادار خادم کی رُوح اپنے آقا کے ہمراہ ہی فردوس کی بادشاہت میں داخل ہُوئی ہے، کیونکہ جب گیسپر کو ایمان کا اَور ملکیار کو محبّت کا اجر ملا تو کیا مناسب نہ تھا کہ بلطسر کو ایمان، محبّت اَور نیک اعمال کا مشترکہ اجر دیا جائے۔

بلطسر کے ملازم تو خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے تھے۔ پس بن حُور کے ہمراہی بزرگ مصری کی لاش کو پالکی میں رکھ کر شہر میں لے آئے، اَور غروبِ آفتاب کے وقت شمالی پھاٹک سے حُور کے محل میں داخل ہُوئے۔ ملازم اشکباری کرتے ہُوئے اُس کا چہرہ دیکھنے کو جمع ہُوئے۔ مگر جس وقت اُنہوں نے اُس کے چہرے پر تبسّم دیکھا تو آنسو خشک کر کے کہا، "یہ اچھّا ہُوا، کیونکہ صُبح کی نسبت جب وُہ باہر گیا تھا، اِس وقت زیادہ خُوش ہے۔"

بن حُور نے پسند نہ کیا کہ کسی ملازم کے ذریعے مصری کی بیٹی ایرس کو اُس کے باپ کی وفات کی خبر دے، اَور گو وُہ اُس سے رنجیدہ تھا، مگر اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ موقعہ تسلّی دینے اَور ہمدردی دکھانے کا ہے۔ پس خُود اُس کی تلاش میں اُس کے کمرے کے دروازے پر گیا اَور آواز دی۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو پردہ ہٹا کر اندر گیا لیکن کمرے میں اُسے نہ پایا۔ پھر چھت پر چڑھ گیا۔ مگر وُہ وہاں بھی نہ تھی۔ جب کہیں پتہ نہ لگا تو خُود جا کر لاش کے پاس بیٹھ گیا۔ اَور سوچنے لگا کہ مسیح اپنے ضعیف خادم پر کیسا مہربان تھا۔ وُہ کیسے مُبارک ہیں، جن کی اِس دُنیا کی مُصیبتیں فردوس کے پھاٹک پر چھوٹ جائیں اَور جو اُس میں داخل ہُوئے سوا نہیں فراموش کرتے اَور آرام پاتے ہیں۔



جب تجہیز و تکفین کی رسُومات ادا ہو چکیں، تو شریعت کے موافق اچھا ہُونے نو دن کے بعد بن حُور اپنی والدہ اَور ترضہ کو محل میں لے آیا اَور اُس دن سے اُس مکان میں خُدا باپ اَور مسیح بیٹے کے نام نہایت تعظیم سے لیتے جاتے تھے۔

# اُنتالیسواں باب

## زیرِ زمین دوز مقبرے

ناصری کے مصلُوب ہونے کے پانچ برس بعد آستر بن حُور کی زوجہ رُوم کے نزدیک ایک دیہاتی محل میں بیٹھی تھی اَور دوپہر کا وقت تھا۔ فرش پر شیر کی کھال بچھی تھی، اَور ترضہ بن حُور کے دو بچّوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اُس وقت ایک خادم یہ خبر لایا کہ ایک عورت میری مخدُومہ سے ملنا چاہتی ہے۔

آستر نے حکم دیا کہ اُسے آنے دے۔ میں یہیں اُس سے مُلاقات کرُوں گی۔ ذرا دیر میں وُہ عورت اندر آئی۔ اُسے دیکھ کر بیوی اُٹھی اَور بولنا چاہتی تھی مگر خُوب غور سے نظر کر کے کہا، "اے نیک عورت میں تُم سے واقف تھی۔ تُم..."

"میں ایرس بلطسر کی بیٹی تھی۔" اِس پر آستر نے ملازم کو حکم دیا کہ ایک کُرسی لائے۔ مگر اُس نے کہا، "نہیں۔ میں جلد چلی جاؤں گی۔" دونو ایک دُوسرے کو تاکنے لگیں۔ ہم وسم کی تصویر سے معلُوم کر سکتے ہیں کہ آستر کے چہرے سے کیا نمایاں ہوگا۔ یہ کہ وُہ ایک خُوبصُورت عورت۔ ایک خُوش دِل والدہ اَور ایک سیاہ چشم زوجہ

تھی۔ برعکس اُس کے یہ صاف روشن تھا، کہ اُس کی سابقہ رقیبہ دُنیا میں بردمند نہیں ہُوئی۔ اُس کے چہرے پر خستگی اور ناشائستگی ظاہر تھی۔ اُس کی بڑی آنکھیں سُرخ تھیں اور رُخسارے بالکل سفید تھے اور اُس کے کپڑے کہیں کہیں پھٹے اور مٹی سے لتھڑے تھے۔ غرضیکہ یہ بخوبی عیاں تھا کہ گذشتہ پانچ برسوں میں اُس نے بدکاری اور اوباشی کی زندگی بسر کی تھی۔ خاموشی کو ایرس نے اِس سوال سے ختم کیا۔

"کیا یہ تیرے بچے ہیں؟"

آستر نے خوشی کے تبسم سے بچوں کی طرف نگاہ کرکے کہا "ہاں۔ کیا تم اُن سے کچھ بات نہ کرو گی؟"

ایرس نے جواب دیا "میں انہیں ڈرا دوں گی۔" تب آستر کے زیادہ نزدیک آئی۔ مگر جب دیکھا کہ وہ کچھ جھجک گئی تو کہا "ڈریئے مت۔ میرا ایک پیغام اپنے شوہر کو دینا۔ اُسے کہنا کہ تیرا دشمن مرگیا، اور اُس مصیبت کے واسطے جو وہ مجھ پر لایا تھا میں نے اُسے قتل کیا۔

اُس کا دشمن میسلا۔ اور اپنے شوہر سے یہ کہنا کہ جو نقصان میں نے اُسے پہنچانا چاہا تھا، اُس کے واسطے مجھے اتنی سزا ملی ہے کہ وہ بھی مجھ پر رحم کرے۔"

آستر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر ایرس نے کہا "نہیں۔ مجھے رحم یا ترس اب درکار نہیں۔ اُس سے یہ بھی کہنا کہ آخرکار مجھے ثابت ہوگیا کہ رُومی ہونا حیوان بن جانا ہے۔ الوداع۔" اور وہ چلنے لگی۔ آستر ذرا اُس کے پیچھے گئی اور بولی "ٹھہرو، اور میرے شوہر سے مل کر جاؤ۔ تمہاری طرف سے تو اُس کے دل میں کچھ نہیں ہے۔ اُس نے تو تمہاری بڑی تلاش کرائی تھی، وہ تمہارا خیرخواہ ہوگا۔ میں تمہاری دوست ہوں گی۔ ہم مسیحی ہیں۔" لیکن اُس نے استقلال



سے کہا "نہیں۔ میں اپنی رضا سے اپنے آپ کو اس حالت میں لائی ہوں۔ مگر بہت جلد ختم ہو جاؤں گی۔" آستر نے کچھ ہچکچاتے کہا "لیکن تمہاری کوئی خواہش ہم پوری کر سکتے ہیں؟"

مصری کا چہرہ کچھ نرم ہوا، اور لبوں کے گرد تبسم سا نظر آیا۔ بچوں کی طرف دیکھنے لگی اور کہا "ہاں کچھ ہے۔"

آستر نے بھی اُس طرف نگاہ کی اور فوراً جواب دیا "تم کو اختیار ہے۔"

ایرس بچوں کے پاس گئی اور شیر کی کھال پر گھٹنے ٹیک کر دونوں بچوں کو بوسہ دیا اور تب خاموش شتابی سے باہر نکل گئی۔

جب بن حور نے ایرس کے آنے کی کیفیت سُنی تو جو اب تک اُس کے دل میں مشتبہ بات تھی، سو اب یقینی ہوگئی کہ مسیح کے مصلوب ہونے کے دن ایرس اپنے باپ کو بالکل چھوڑ کر میسلا کے پاس چلی گئی تھی۔ تاہم اُس نے ایرس کی بڑی تلاش کرائی مگر کچھ پتہ نہ لگا، کیونکہ وہ اُسی رات دریا میں قصداً ڈوب مری تھی۔

سمونائڈس کی بہت بڑی عمر ہوئی۔ قیصر نیرو کی سلطنت کے دسویں برس اُس نے انطاکیہ کا کُل کارخانہ بند کر دیا۔ اُسی سال ایک روز شام کے وقت [illegible] خانہ کے بالاخانہ پر بیٹھا تھا اور بن حور، آستر اور اُن کے تینوں بچے اُس کے ہمراہ تھے۔ کُل جہاز تو فروخت کر دیے گئے، صرف ایک جہاز دریا میں لنگر ڈالے تھا۔ اِس عرصے میں بن حور کی والدہ بھی انتقال کر گئی تھی۔ تاہم مسیحی ایمان سے وہ بڑی تسلی پاتے تھے۔ جہاز جو باقی رہ گیا تھا، سو ایک روز پہلے رُوم سے آیا اور یہ خبر لایا تھا کہ نیرو نے شہر رُوم کے مسیحیوں کو ستانا شروع کیا ہے۔ جب یہ اس خبر کی نسبت گفتگو کر رہے تھے تو ملوک جو اب تک ملازم تھا، آیا اور بن حور کو اُس نے ایک پلندہ دیا۔ بن حور نے اُسے پڑھ کر دریافت کیا کہ یہ کون لایا ہے؟ "ایک عربی۔"

"وہ کہاں ہے؟" "وہ تو پلندہ دے کر فوراً چلا گیا۔" تب بن حور نے سمونائڈس سے کہا۔ "سُنیئے" اور تب اُس نے یہ خط پڑھا۔

مَیں الدیم۔ الدیم فیاض کا بیٹا اور فرقہ الدیم کا شیخ یہودا بن حور کو لکھتا ہُوں۔ اے میرے باپ کے دوست یہ معلوم کر کے کہ میرا باپ تجھ سے کیسی محبّت رکھتا تھا، جو دستاویز ملفوف ہے، اُسے پڑھ اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اُس کی رضا میری رضا ہے۔ پس جو کچھ اُس نے تجھے عطا کیا سو تیرا ہے۔

جو کچھ ابل پار تھیا نے اس جنگ میں اُس سے چھین لیا تھا جس میں اُسے قتل کیا وُہ سب مَیں نے واپس لے لیا ہے۔ یعنی یہ دستاویز اور مختلف اشیاء اور انتقام اور میرا کی نسل جو اُس کے زمانے میں بہُت سے ستاروں کی ماں تھی۔

تجھ پر اور تیرے عزیزوں پر سلامتی ہو۔

دشت میں سے یہ آواز الدیم شیخ کی آواز ہے۔"

بعد میں بن حور نے وُہ دستاویز کھول جو شہتوت کے خشک پتے کی سی زرد تھی اور اُس کا مضمون یہ تھا۔

الدیم ملقب فیاض فرقہ الدیم شیخ کی طرف سے اُس کے بیٹے کو جو اُس کا جانشین ہوگا۔

"اے بیٹے جو کچھ میرا ہے، جس روز میرا جانشین ہوگا سب تیرا ہوگا سوا اُس ملکیت کے جو شہر انطاکیہ کے نزدیک ہے اور کھجوروں کا باغ کہلاتا ہے۔ وُہ حور کے بیٹے کا ہوگا جس نے گھوڑ دوڑ میں ہمارے واسطے بڑی نیک نامی اور شہرت حاصل کی۔ اُس کا اور اُس کی اولاد کا ہمیشہ کے واسطے ہوگا۔

اپنے باپ کو بے عزّت نہ کرنا۔ الدیم فیاض شیخ۔"

یہ پڑھ کر بن حور نے سمونائڈس سے دریافت کیا۔ "تُم کیا کہتے ہو؟"



آستر نے دستاویز لے کر خود پڑھی اور خوش ہُوئی۔ مگر سمونائڈس خاموش بیٹھا ہُوا جہاز کی طرف دیکھتا رہا۔ آخر کار اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "بن حور! خداوند کی ان پچھلے برسوں میں تُم پر بڑی رحمت ہُوئی، اور تُم کو بڑا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کیا اب وقت نہیں آیا ہے کہ اس بڑی ثروت کی نسبت جو تمہارے ہاتھ میں ہے اور ہر روز بڑھتی جاتی ہے کوئی فیصلہ کرو؟"

"اس کا تو عرصہ ہُوا کہ مَیں فیصلہ کر چکا ہُوں۔ یہ دولت تو اُس کی خدمت کے واسطے ہے جس نے اُسے عطا کیا ہے اور اے سمونائڈس اُس کا کوئی حصّہ نہیں؛ بلکہ کل دولت۔ صرف مَیں اس فکر میں ہُوں کہ مَیں اُس کی خدمت میں اُسے کیونکر نہایت عُمدہ طَور پر صرف کر سکتا ہُوں۔ اب مَیں تمہاری منّت کرتا ہُوں کہ یہ صورت تُم مجھ کو بتاؤ؟"

سمونائڈس نے جواب دیا۔ "جو کثیر رقوم تُم نے یہاں انطاکیہ کی کلیسیا کو دی ہیں، اُن کا مَیں گواہ ہُوں۔ اب فیاض شیخ کے عطیے کے ہمراہ ہی یہ خبر آئی ہے کہ ہمارے بھائی شہر رُوم میں ستائے جاتے ہیں۔ خداوند نے ایک نیا دروازہ کھولا ہے۔ لازم ہے کہ رُومی دارالخلافت سے یہ روشنی جاتی نہ رہے۔"

"تو مجھے بتایئے کہ مَیں اس روشنی کو کیونکہ قائم رکھ سکتا ہُوں۔"

"مَیں تُم کو بتاتا ہُوں۔ تمام رُومی بلکہ نیرو بھی دو چیزوں کو واجب التعظیم خیال کرتے ہیں، یعنی اپنے بزرگوں کی راکھ اور گورستان۔ اگر تُم رُوم میں خداوند کی عبادت کے واسطے زمین کے اُوپر عبادت گاہیں تیار نہیں کر سکتے تو کیوں زمین کے نیچے عبادت خانے نہ بناؤ، اور اُن کو ناپاک کئے جانے سے محفوظ رکھنے کے واسطے ایمانداروں کی لاشوں کو اُن میں دفن کرو۔"

"تو اب دیر نہ کرنی چاہیئے۔ جو جہاز میرے بھائیوں کی ایذا رسانی کی خبر

لایا ہے، اُسی میں مَیں رُوم کو جاؤں گا۔ کل مَیں روانہ ہوجاؤں گا۔" تب مُلوک کی طرف متوجہ ہوکر حکم دیا کہ "جہاز کو تیار کر، اور اے مُلوک تو بھی میرے ہمراہ چلنے کو تیار ہوتا۔"

سموناٹڈس نے کہا "یہ عُمدہ بات ہے۔"

بن حُور نے کہا "آستر تم کیا کہتی ہو؟" آستر نے پاس آکر اُس کے بازُو پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا "جس طرح سے تو مسیح کی عُمدہ طور پر خدمت کر سکے، مَیں اُس میں ہرگز مزاحمت پیدا نہ کروں گی، بلکہ تیرے ساتھ چل کر تجھ کو مدد دُوں گی۔"

---

اگر ناظرین میں سے کسی کو شہر رُوم کی سَیر کا اتّفاق ہُوا ہو اور اگر وہ مشکل یکسٹُو کے تہ خانوں اور مقبروں کو جو سن بسٹیا نو کے مقبروں اور تہ خانوں سے زیادہ قدیم ہیں، جا کر دیکھے، تو اُس پر روشن ہو جائے گا کہ بن حُور کی دَولت کس کام آئی، اور اُس کا شُکریہ ادا کرے گا۔ اِسی وسیع مقبرے سے مسیحی مذہب پھیل کر رُوم کے تیصروں کی جگہ قائم ہُوا۔

مکتبہ جدید پریس لاہور میں باہتمام میجر ای۔ پی۔ عطارد
سیکرٹری پنجاب رِلیجس بُک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہُوئی۔